احکامِ شریعت
اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی

مسلکِ اہلِ سنّت کے مطابق روزمرہ شرعی مسائل کا مستند مجموعہ

احکامِ شریعت

تینوں حصے مکمل معہ ملفوظات

تصنیفِ لطیف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قادری قدس سرہ العزیز

شبیر برادرز ۴۰۔ بی، اردو بازار لاہور

فون ـــــــ ۷۲۲۴۲۵۰۶

نام کتاب ——— احکام شریعت (مکمل تین حصے)

نام مصنف ——— اعلیحضرت احمد رضا خاں بریلوی

سال طباعت ——— ۱۹۹۶ء

ناشر ——— شبیر برادرز۔ اردو بازار لاہور

قیمت ——— -/۹۰ روپے

فہرست

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تعارف کتاب ومُصنّف

احکامِ شریعت

اللہ تعالٰی نے اپنے پیارے رسول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انسانی زندگی کا جو نسخہ حیات قرآن اور اسوہ رسول کی صورت میں دیا ہے اسے شریعت کہتے ہیں اور یہی اسلامی زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتی ہے۔ ہماری زندگی کے ہر پہلو کے بارے میں اسلام میں واضح احکامات موجود ہیں۔ ان احکامات میں عقائد عبادات انصاف معاش سماج ثقافت جہاں دیگر معاملات زندگی شامل ہیں اور اسلامی شریعت ان تمام موضوعات پر مسائل کے سلسلے میں ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

اسلامی مسائل کا ماخذ قرآن وسنت قیاس اور اجماع ہے۔ اسلامی زندگی کے بنیادی اصول قرآن وسنت میں موجود ہیں مگر ایسے مسائل جو ہر خطہ کے مخصوص ماحول اور وقت گزرنے کے ساتھ اقدارِ زندگی میں تبدیلی کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں۔ انہیں کتاب وسنت کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں قیاس اور اجماع سے حل کیا جاتا ہے۔ طلوع اسلام سے لے کر آج تک سینکڑوں اللہ کے بندوں نے قرآن وسنت کی روشنی میں آئے دن کے پیچیدہ مسائل کا جواب دیا اور بے شمار شرعی مسائل کی کتب آج تک لکھی جا چکی ہیں۔ احکام شریعت بھی انہی کتب کی ایک کڑی ہے جو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی تصنیف کردہ ہے۔

احکام شریعت ان سوال وجواب کا مجموعہ ہے جو اعلیٰ حضرت پر وقتاً فوقتاً شرعی احکام کے سلسلے میں کیے گئے ان بیشتر زیادہ تر مسائل روزمرہ کی زندگی کے متعلق ہیں۔ یہ مسائل تین حصوں پر مشتمل ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اعلیٰ حضرت کے ملفوظات بھی ہیں۔ مسائل کے جوابات میں خوبی یہ ہے۔

کہ جن مسائل کے بارے میں کوئی واضح قرآنی حکم موجود ہے تو آپ نے پہلے اسے بیان کیا
پھر اپنے جواب کی حمایت میں سند کے طور احادیث پیش کی ہیں ۔ اگر کوئی مسئلہ قرآن و سنت
میں واضح نہیں تو اسے سابقہ اہل سنت کے فتاوؤں کی مدد سے حل کرنے کی کوشش کی ہے
اس طرح یہ حقیقت بالکل واضح طور پر سامنے آجاتی ہے کہ اعلیٰ حضرت نے احکام شریعت
کے مسائل کے جوابات میں بڑی دور اندیشی سے کام لیا ہے اور جوابات میں حق بات
کہی ہے ۔ ان خوبیوں کے پیش نظر روزمرہ کے مسائل جاننے کے لیے ہر عاقل و بالغ
مسلمان کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہے ۔

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت برصغیر پاک و ہند کی وہ شخصیت تھی جو تیرھویں صدی کے آخر اور چودھویں
صدی ہجری کے آغاز میں علم و عرفان کی دنیا میں مثل آفتاب چمکی اور برصغیر میں فروغ اسلام
کے لیے انھوں نے گراں قدر خدمات اور کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جو تاریخ پاک و
ہند میں ایک سنہری باب کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ کیونکہ آپ اہل اسلام کے عظیم محسن
اور رہنما تھے ۔

خاندان اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے آباؤ اجداد کا تعلق پٹھان خاندان کے قبیلہ بڑیچ
سے تھا جو کسی زمانے میں قندھار میں رہتے تھے لیکن عہد مغلیہ میں وہاں سے
ہجرت کر کے ہندوستان آگئے اور یہاں آکر آباد ہو گئے ۔ آپ کے خاندان کے اکثر افراد مغلیہ
دور میں معزز عہدوں پر فائز رہے ۔ آپ کے جد امجد حضرت محمد سعید اللہ خان صاحب
شش ہزاری منصب پر فائز تھے اور شجاعت جنگ آپ کا خطاب تھا ۔ ان کے صاحبزادے
سعادت یار خاں صاحب کو حکومت کی طرف سے مہم سر کرنے کے لیے بریلی روہیل
کھنڈ بھیجا گیا ۔ فتحیابی پر ان کو بریلی کا صوبیدار بنانے کا شاہی فرمان آیا ۔ لیکن وہ ایسے
وقت آیا جبکہ وہ بستر مرگ پر تھے ۔

پیدائش آپ ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء بروز ہفتہ بوقت ظہر بریلی شریف کے محلہ جسولی میں پیدا ہوئے آپ کا نام محمد رکھا گیا لیکن آپ کے والد ماجد اور دیگر عزیز واقارب شفقت اور پیار سے احمد میاں کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ مگر آپ کے جد امجد مولانا رضا علی خاں نے آپ کا نام احمد رضا رکھا اور بعد ازاں آپ اسی نام سے مشہور ہوئے۔

شجرہ نسب آپ کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے۔
مولانا احمد رضا خاں بریلوی بن مولانا نقی علی خاں بن حضرت مولانا رضا علی خان مولانا حافظ محمد کاظم علی خان بن شاہ محمد اعظم خان بن مولانا محمد سعادت یار خان بن مولانا سعید اللہ خان آپ کے والد ماجد مولانا نقی علی خان اور جد امجد مولانا رضا علی خاں اپنے زمانے میں متحدہ ہندوستان میں معروف عالم دین اور بلند پایہ مفتی اور صاحب دل تھے۔

حصول علم آپ نے دینی علوم اپنے والدِ ماجد ہی سے حاصل کیے آپ کے والد چونکہ ایک بلند پایہ عالم دین تھے۔ اس لیے اُنھوں نے خصوصی توجہ سے آپ کو ابتدا میں قرآن پاک ناظرہ پڑھانا شروع کیا حتیٰ کہ صرف چار برس کی عمر میں آپ نے قرآن پاک ناظرہ پڑھ لیا۔ اس کے بعد صرف و نحو کی کتابیں مولانا غلام قادر بیگ سے پڑھیں پھر تمام علوم وفنون اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خان سے حاصل کیے۔ تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ میں مہارت حاصل کر کے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو سندِ فراغت حاصل کی اور دستارِ فضیلت زیبِ سر فرمائی۔

فتویٰ نویسی آپ کے والد ماجد نے تعلیم سے فارغ ہوتے ہی فتویٰ نویسی کی خدمت آپ کے سپرد کر دی تھی۔ آپ نے پہلا فتویٰ دستار بندی کے اگلے روز ۱۵ شعبان ۱۲۸۶ھ کو لکھا۔ اس کے بعد آخری دم تک فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیتے رہے۔ "فتاویٰ رضویہ" آپ کا بلند پایہ شاہکار ہے اور بارہ ضخیم جلدوں میں ہے جو فقہ حنفی کا نہایت تحقیقی جامع اور قابل قدر ذخیرہ ہے۔

علوم وفنون میں بلند مقام کا حصول

آپ نے علوم دینیہ میں کمال حاصل کیا اور خاص کر درسی کتب میں کمال درجہ تک مہارت تھی۔ اس میں شک نہیں کہ آپ نے درسی علوم اپنے اساتذہ سے حاصل کیے لیکن ان درسی علوم کے علاوہ آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر بے شمار علوم حاصل کیے اور خاص کر مندرجہ ذیل علوم میں آپ کو وہ عروج اور کمال حاصل ہوا کہ جس کا اعتراف محققین اور علماء کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔

علم قرآن، علم حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، جدل، تفسیر، عقائد، کلام نحو، صرف، معانی، بیان، منطق، بدیع، مناظرہ، فلسفہ، تکسیر، ہیئت، ریاضی، ہندسہ، قراۃ، تجوید، تصوف، سلوک، اخلاق، اسماء الرجال، سیر، تاریخ، نعت، ادب، ارثما طیق، جبرو مقابلہ، حساب سینی، لوگارثاث، توقیت، مناظرہ ومرایا، اکر، زیجات، مثلث کروی، مثلث مسطح، ہیئت جدیدہ مربعات، زائرچہ، عروض وقوانی، نجوم، فن تاریخ، نظم ونثر فارسی، وغیرہ۔

محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ" ایک بار صدرا کہ مایہ ناز (مقامات) شکل حماری اور شکل عروسی کے بارے میں مجھ سے سوال فرما کر جب کتابی کی (وہی کیفیت ہے) دیکھی تو اپنی تحقیق بیان فرمائی تو میں نے محسوس کیا کہ حماری کی حماریت بے پردہ ہوگئی اور عروسی کا عرس ختم ہوگیا۔ مسئلہ بحث دا اتفاق شمس بازغہ کا سرمایہ تغلت ہے۔ مگر اس بارے میں اعلیٰ حضرت کے ارشادات جب مجھ کو ملے تو اقرار کرنا پڑا کہ ملا محمود اگر آج ہوتے تو اعلیٰ حضرت کی طرف رجوع کرنے کی حاجت محسوس کرتے۔ اعلیٰ حضرت نے کسی ایسے نظریے کو کبھی صحیح وسلامت نہ رہنے دیا جو اسلامی تعلیمات سے متصادم رہ سکے اگر آپ وجود فلک کو جاننا چاہتے ہوں اور زمین و آسمان دونوں کا سکون سمجھنا چاہتے ہوں اور سیاروں کے بارے محلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ کو ذہن نشین کرنا چاہتے ہوں تو ان رسائل کا مطالعہ کریں جو اعلیٰ حضرت کے رشحات قلم ہیں اور یہ راز آپ پر ہر جگہ کھلتا جائے گا کہ منطق وفلسفہ وریاضی والے

اپنی راہ کے کس موڑ پر کج رفتار ہو جاتے ہیں۔

بے مثل قوت حافظہ

اعلیٰ حضرت کی قوت حافظہ بے نظیر تھی۔ آپ کی بے مثل ذہانت اور حیرت انگیز قوت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ تکمیل فتویٰ میں جو حضرات آپ کے معاون ہوتے جب انہیں کوئی جزئیات فقہ کتب فقہ میں نہ ملتیں تو آپ ان کی راہنمائی فرماتے اور یہاں تک فرما دیتے کہ یہ فلاں کتاب جلد فلاں کے فلاں صفحہ اور سطر میں ہے اور واقعی جب فقہ کی کتب میں وہ جزئیات تلاش کی جاتیں تو وہ واقعی اسی کتاب اور صفحہ پر ہوتیں جہاں اعلیٰ حضرت نے بتایا ہوتا۔ مولانا حسین احسان ابتدائی تعلیم میں آپ کے ہم سبق تھے۔ ان کی روایت ہے کہ "شروع ہی سے ذہانت کا یہ حال تھا کہ کبھی چوتھائی سے زیادہ کتاب اُستاد سے پڑھنے کے بعد بقیہ تمام کتاب از خود پڑھ کر یاد کر کے سنا دیا کرتے"۔

آپ کی قوت حافظہ کا اندازہ اس طرح بخوبی کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے افتاء وغیرہ کی مشغولیت کے باوجود صرف ایک ماہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ بعض لوگ آپ کے نام کے ساتھ حافظ کا لفظ لکھ دیا کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ ان بندگانِ خدا کا کہنا غلط نہ ہو ہمیں قرآن پاک یاد ہی کر لینا چاہیئے۔ چنانچہ رمضان المبارک میں عشاء کے بعد تراویح میں حافظ صاحب سے پارہ سن کر دور فرما لیتے اس طرح رمضان شریف کے تیس دنوں میں پورا قرآنِ پاک حفظ کر لیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا انعام بھی تھا اور حافظے کی کرامت بھی۔

اگر کوئی باآواز بلند قرآن پاک پڑھ رہا ہوتا اور اعراب کی غلطی کرتا تو آپ کتنے ہی مصروف کیوں نہ ہوتے اسے فوراً ٹوک دیتے تھے اور اصلاح فرما کر یہ بھی بتا دیتے کہ وہ کس پارے کے کس رکوع کی کس آیت کے کس لفظ پر لغزش کا شکار ہوا ہے۔

بیعت و خلافت

آپ میں حصولِ روحانیت کا جذبہ فطری طور پر موجود تھا اور جونہی آپ جوان ہوئے تو اس میں خود بخود نکھار پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ لیکن رہنمائی کے لیے پھر بھی کسی رہبر کامل کی ضرورت تھی۔ چنانچہ آپ جمادی الاول ۱۲۹۴ھ میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ حضرت شاہ آل رسول کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ان

کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ حضرت شاہ آل رسول مارہروی اپنے دور سلوک و طریقت میں امام الاولیاء تھے اور انھوں نے یک نگاہ میں آپ کو کامل کر دیا پھر آپ کے مرشد نے آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز کیا۔

یہ دیکھ کر دیگر حاضرین کو رشک ہوا اور عرض کی حضور! اس بچے پر یہ کرم کیوں ہوا؟ ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! تم "احمد رضا" کو کیا جانو۔ یہ فرما کر رونے لگے اور فرمایا قیامت کے روز اللہ تعالےٰ ارشاد فرمائے گا کہ آل رسول! تو دنیا سے کیا لایا؟ تو میں احمد رضا کو پیش کر دوں گا اور فرمایا کہ یہ چشم و چراغ خاندانِ برکات ہیں اوروں کو تو تیار ہونا پڑتا ہے۔ یہ بالکل تیار آئے تھے انہیں صرف نسبت کی ضرورت تھی۔

آپ کو صوفیاء کے مختلف سلاسل میں خلافت حاصل تھی۔ مگر سلسلہ قادریہ کو آپ نے بہت فروغ دیا۔

سعادت حج و زیارت حرمین

بیعت سے ایک سال بعد یعنی ۱۲۹۵ھ میں آپ کو اپنے والدین کی معیت میں پہلی بار حج بیت اللہ شریف اور روضۂ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سعادت نصیب ہوئی۔ وہاں حرمین و شریفین کے اکابر علماء اور شیوخ سے آپ کی ملاقاتیں رہیں مثلاً مفتی شافعیہ سید احمد دحلان، مفتی حنفیہ شیخ عبدالرحمٰن سراج وغیرہ ہم۔ ان دو حضرات سے آپ نے حدیث، تفسیر، فقہ اور اصول فقہ میں سندیں حاصل کیں۔ اسی سفر مقدس میں آپ نے نماز مغرب حرم شریف میں ادا کی۔ بعد از نماز امام شافعیہ حسین بن صالح بغیر کسی تعارف کے آگے بڑھے اور اعلیٰ حضرت کا ہاتھ پکڑ کر گھر لے گئے فرطِ محبت سے دیر تک آپ کی پیشانی کی طرف دیکھتے رہتے ہیں اور جوشِ عقیدت میں ان کے منہ سے نکلتا ہے۔

اِنِّیْ لَاَجِدُ نُوْرَ اللّٰہِ مِنْ ھٰذَا الْجَبِیْنِ۔

بے شک میں اس پیشانی میں اللہ کا نور محسوس کر رہا ہوں۔

بعد ازاں شیخ حسین بن صالح کو اعلیٰ حضرت نے صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت اپنے تخفظ خاص سے عنایت فرمائی اور ان کا نام شیخ ضیاء الدین احمد

رکھا۔ شیخ نے اپنی ایک کتاب "الجواہر المضیۃ" پر شرح لکھنے کی فرمائش کی۔
جب آپ دوسری دفعہ حج کو گئے تو وہاں طبیعت علیل ہو گئی محرم کے آخری دنوں میں طبیعت بحال ہوئی تو آپ نے غسل فرمایا پھر آپ نے دیکھا کہ یکدم بادل چھا گئے ہیں حرم شریف تک پہنچتے ہوئے بارش شروع ہو گئی اسی اثناء میں آپ کو ایک حدیث یاد آگئی کہ جو بارش میں طواف کرے تو رحمت الٰہی میں تیرتا ہے آپ نے اسی وقت حجر اسود کو بوسہ دیا اور طواف شروع کر دیا لیکن آپ نے محسوس کیا کہ آپ دوبارہ بخار میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ مولانا سید اسماعیل صاحب فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک ضعیف حدیث کے لیے اپنی صحت کی پرواہ نہ کی آپ نے جواب دیا کہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر الحمد اللہ امید قوی ہے۔

شعر گوئی میں آپ کا مقام

اعلیٰ حضرت کو شعر گوئی میں بھی بہت بلند مقام حاصل تھا اور آپ کی شعر گوئی مدحت رسول کے ساتھ وابستہ ہے یعنی آپ کی شاعری کا مقصد صرف نعت گوئی ہے پھر شعر و ادب میں نعت گوئی ایک مشکل صنف ہے کیونکہ عام شاعر آزاد ہوتا ہے لیکن نعت گوئی میں یہ آزادی نہیں بلکہ نعت گوئی میں ہر مقام پر تعظیم اور حدود شرع کو ملحوظ خاطر رکھنا پڑتا ہے۔ آپ کی زبان و بیان بڑی دلکش اور جاذب ہے پھر آپ نعت گوئی میں عشق رسول کے بحر بیکراں میں ڈوبے ہوئے نظر آتے ہیں آپ نے اپنے اشعار میں جس چیز پر زیادہ زور دیا وہ عشق رسول کی پاس داری ہے اور یہی درس آپ نے اپنی نعت گوئی میں دیا ہے کہ جب تک مسلمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو عقیدت اور محبت کا مرکز نہیں بنائیں گے وہ نجات نہیں پا سکتے۔
کلام رضا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ رسول اکرم ﷺ کو باطنی آنکھ سے سامنے دیکھ کر جو قلبی واردات آپ پر پیدا ہوتی ہے آپ اسے کہہ ڈالتے ہیں جس سے شعر میں سوز و محبت اور مدحت رسول کا ایسا انداز پیدا ہوتا ہے کہ ہر درد رکھنے والا مسلمان آپ کے اشعار کو اپنے دل کی گہرائیوں میں جگہ دیتا ہے۔

علوم قرآن میں مہارت

اعلیٰ حضرت کو علوم قرآن میں خصوصی مہارت حاصل تھی۔ آپ کے علم قرآن کا اندازہ آپ کے قرآن پاک کے

ترجمے کنزالایمان سے بخوبی لگایا جا سکتا۔ جو دیگر تراجم سے ایک منفرد مقام کا حامل ہے آپ نے ترجمے میں آداب اور حقائق کی وضاحت کو ہر ممکن برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے اور کسی مقام پر بھی ترجمہ قرآن پاک کی اصل حقیقت اور روح سے ذور نہیں ہوتا۔ کنزالایمان گوناگوں خوبیوں کی بنا پر بہت مشہور ہے۔

آپ نے فتویٰ میں جن قرآنی آیات سے استنباط کر کے مسائل کا حل پیش کیا ان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے موضوع کی مناسبت کے لحاظ سے نہایت ہی موزوں ہیں جس سے علوم قرآن میں آپ کی مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔ پھر آپ کو قرآن پاک کی تلاوت سے والہانہ لگاؤ تھا۔ بارہا آپ جب تلاوت فرماتے تو اشکبار ہو جاتے۔

اعلیٰ حضرت کا علم حدیث

قرآنی حقائق اور مسائل کی اس وقت تک وضاحت نہیں ہو سکتی جب تک کہ صحیح علم حدیث نہ ہو۔ اس لیے احیائے دین کے لیے قرآن پاک کے علاوہ حدیث و سنت مطہرہ پر کامل عبور کا حاصل ہونا نہایت ہی ضروری ہے لہٰذا امام احمد رضا خاں بریلویؒ علم الحدیث میں بھی بڑے راسخ تھے۔ چونکہ آپ کے علم الحدیث کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جتنی احادیث فقہ حنفی کی ماخذ ہیں ہر وقت آپ کے پیش تھیں۔

علم الحدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح و تعدیل کے جو الفاظ فرما دیتے تھے، اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب و تہذیب و تدہیب میں وہی لفظ مل جاتا تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث کے سلسلے میں آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔

علم فقہ میں اعلیٰ حضرت کا مقام

اعلیٰ حضرت علم فقہ میں بھی متبحر کے عالم دین تھے۔ فتاویٰ رضویہ میں جو علمی گہرائی پائی جاتی ہے۔ وہ دوسرے فتووں میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ اور خاص کر اختلافی مسائل میں انھوں نے جو سینکڑوں چھوٹے چھوٹے رسائل لکھے ہیں اور ان میں جس

اسلوب اور بحز بی کے ساتھ فقہ حنفی کی حمایت کرتے ہوئے ان اختلافی مسائل کا حل پیش کیا ہے وہ آپ کے علم و فضل کا منہ بولتا ثبوت ہے اور آپ کی علم فقہ میں اس مہارت کا اعتراف بے شمار علماء نے کیا ہے۔

آپ اہل علم کا بے حد احترام کیا کرتے تھے۔ آپ کے پاس عموماً علماء کرام تشریف لاتے رہتے تو آپ حسب توفیق ان کی خدمت کرتے اور حسب مراتب کسی کی خاطر تواضع میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ فرماتے۔

فتویٰ صادر کرنے کی خداداد صلاحیت

فتویٰ صادر کرنے کی صلاحیت آپ میں خداداد تھی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کا معمول تھا کہ استفتاء ایک ایک مفتی کو تقسیم فرما دیتے اور یہ صاحبان دن بھر محنت کر کے جوابات مرتب کرتے۔ پھر عصر و مغرب کی درمیان مختصر ساعت میں ہر ایک سے پہلے استفتاء پھر فتویٰ سماعت فرماتے اور بیک وقت سب کی سنتے۔ اسی وقت مصنفین بھی اپنی تصنیف دکھاتے اور زبانی سوال کرنے والوں کو بھی اجازت تھی کہ جو کہنا چاہیں کہیں اور جو سنانا ہو سنائیں۔ اتنی آوازوں میں اس قدر جداگانہ باتیں اور صرف ایک ذات کو سب کی طرف توجہ فرمانا، جوابات کی تصحیح و تصدیق اور اصلاح مصنفین کی تائید و تصحیح اغلاط، زبانی سوالات کے تشفی بخش جوابات عطا ہو رہے ہیں اور فلسفیوں کے اس خبط لا یَصْدُرُ عَنِ الْوَاحِدِ اِلَّا الْوَاحِد۔ (ایک ہستی سے ایک وقت میں ایک ہی چیز صادر ہو سکتی ہے۔) کی دھجیاں اُڑ رہی ہیں۔ جس ہنگامہ سوالات و جوابات میں بڑے بڑے اکابر علم و فن سر تھام کر چپ ہو جاتے ہیں کہ کس کس کی سنیں اور کس کس کی نہ سنیں، وہاں سب کی شنوائی ہوتی تھی اور سب کی اصلاح فرما دی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ ادبی خطا پر بھی نظر پڑ جاتی تھی اور اس کو درست فرما دیا کرتے تھے۔

تصانیف

آپ کی تصانیف بے شمار ہیں چودہ سال کی عمر سے آپ نے مسلسل لکھنا شروع کیا اور آخری دم تک لکھتے رہے اس عرصہ کے دوران آپ نے تقریباً ایک ہزار کے قریب کتابیں لکھیں جن میں چھوٹی بڑی کتب اور رسائل سبھی

شامل ہیں جو موضوع کے اعتبار سے مختلف علوم پر محیط ہیں۔

آپ کی سب سے بڑی کتاب فتاویٰ رضویہ ہے جو بارہ جلدوں میں ہے جس میں مسائل کو بڑی خوبی سے بیان کیا گیا ہے پڑھنے والے حضرات فوراً مسئلہ کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں۔

تصنیف و تالیف کا زیادہ کام آپ نے عمر کے آخری حصہ میں کیا اس کے بارے حضرت سید ابو برکات فرماتے ہیں کہ جب اعلیٰ حضرت کی عمر ۵۰ برس ہو گئی تو آپ نے اپنی تمام تر توجہ تصنیف و تالیف کی طرف مبذول کر دی اور اسی زمانے میں آپ نے زیادہ کتب تحریر کی ہیں۔

تحریک پاکستان کی حمایت

اعلیٰ حضرت اور آپ کے ساتھیوں نے تحریک پاکستان کے سلسلے میں دو قومی نظریے کا پوری طرح پرچار کیا آپ کے خلفاء صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی اور حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی نے تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد رکھی اور بعد ازاں اس پلیٹ فارم سے انھوں نے تحریک پاکستان کے لیے بہت کام کیا۔

اخلاق و عادات

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نائب غوث الاعظم مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ، نہایت عمدہ اور اچھے اخلاق و عادات کے مالک تھے۔ پوری زندگی حب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گزری۔ اپنی ذات کے لیے نہ کبھی کسی سے انتقام لیا نہ کبھی شکایت کی۔ البتہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہوتا تو کسی سے ہرگز رعایت نہ کرتے۔ نماز پنجگانہ با جماعت نہایت اہتمام سے ادا کرتے حتیٰ کہ شدید بیماری کی حالت میں بھی کرسی پر بیٹھ کر مسجد میں آتے اور جماعت سے نماز ادا فرماتے۔

فرض نماز عمامے اور انگرکھے کے بغیر ہرگز نہ ادا فرماتے۔ ایک موقع پر شدید علالت کی وجہ سے نماز میں قرأۃ دشوار ہو گئی تو آپ فرائض اور سنن کسی اور کی اقتداء میں ادا

کرتے ۔ فرضی روزوں کے علاوہ نفل روزے بھی رکھتے ۔ ایک دفعہ رمضان شریف میں طبیعت سخت علیل ہو گئی ۔ طبیبوں کے کہنے کے باوجود آپ نے روزہ افطار نہ کیا ۔ روزے کی برکت سے صحت بھی حاصل ہو گئی ۔

آپ رات کو سوتے وقت نام اقدس "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں استراحت فرماتے سلام کرنے میں ہمیشہ پہل کرتے ۔ کسی چیز کے دینے اور لینے میں ہمیشہ دایاں ہاتھ بڑھاتے ۔ کبھی قہقہہ نہ لگاتے صرف تبسم فرماتے ۔ قبلہ کی طرف کبھی پاؤں دراز نہ کرتے اور نہ ادھر منہ کر کے تھوکتے ۔ آہستہ آہستہ چلتے ۔ اکثر نگاہیں نیچی رکھتے ۔ ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھ کر بیٹھنے کو ناپسند فرماتے ۔ آپ جب کوئی حدیث یا آیت کریمہ بیان کر رہے ہوتے تو قطع کلام کرنے والے کو ادب سکھاتے ۔ نہایت سخی اور سیر چشم تھے ۔ جو دروازے پر آتا خالی نہ جاتا ۔ غریبوں ناداروں ، طالب علموں ، یتیموں اور بیواؤں کے وظائف مقرر تھے ۔ بیرونی ضرورت مندوں کو بذریعہ منی آرڈر رقمیں بھیجتے ۔ روپیہ پیسہ جمع نہ رکھتے ، فوراً تقسیم فرما دیتے ، ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ میں نے کبھی ایک پیسہ بھی زکوٰۃ کا نہیں دیا کیونکہ میرے پاس کبھی اتنی رقم جمع ہی نہیں ہوئی کہ سال گذر جانے کے بعد اس پر زکوٰۃ واجب ہو ۔

وصال آپ کا وصال ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ بمطابق ۱۹۲۱ء جمعۃ المبارک کو دن کے ۲ بج کر ۳۸ منٹ پر عین اذان کے وقت ہوا آپ کے چاہنے والوں کو بے حد صدمہ ہوا وصال کے بعد آپ کے جنازہ کو بصد احترام بریلی شریف میں دفن کر دیا گیا ۔ جہاں آپ کا مزار اقدس مرجع خلائق ہے ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ہ

مسئلہ ۔ جانوروں کی حرمت ۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس

مسئلہ میں کہ کھانا جھینگہ کا درست ہے یا نہیں؟ مکروہ ہے یا حرام؟ مع دستخط و مہر کے جواب تحریر فرمائیے۔

ہمارے مذہب میں مچھلی کے سوا تمام دریائی جانور مطلقاً حرام ہیں۔ تو جن بعض کے خیال میں جھینگہ مچھلی کی قسم سے نہیں ان کے نزدیک حرام ہوا ہی چاہیے۔ مگر فقیر نے کتب لغت وطب وکتب علم حیوان میں بالاتفاق اسی کی تصریح دیکھی کہ وہ مچھلی ہے۔ قاموس میں ہے۔

الاجواب

الاربیان بالکسر سمك کالدود۔
اربیان ہمزہ کے زیر کے ساتھ۔ ایک مچھلی ہے مکوڑے کی طرح۔

صحاح وتاج العروس میں ہے؛

الاربیان بیض من السمك کالدود یکون بالبصرۃ۔	اربیان مکوڑے کی طرح سفید مچھلی ہوتی ہے جو بصرہ میں پائی جاتی ہے۔

صراح میں ہے:۔

اربیان نوعی از ماہی ست	اربیان ایک قسم کی مچھلی ہے۔

منتہی الارب میں ہے:۔

اربیان نوعی از ماہی ست کہ آنرا ہندی جھینگا می گویند۔	اربیان مچھلی کی ایک قسم ہے جس کو اُردو میں جھینگا کہتے ہیں۔

مخزن میں ہے۔

روبیان واربیان نیز آمدہ بفارسی ماہی روبیاں وماہی میگ وبہندی جھینگا مچھلی نامند	روبیان کو اربیان بھی کہتے ہیں فارسی میں روبیاں مچھلی اور میگ مچھلی اور ہندی میں اس کا نام جھینگا مچھلی ہے۔

تحفۃ المومنین میں ہے۔

بفارسی ماہی روبیان نامند	فارسی میں مچھلی کا نام روبیان ہے۔

تذکرۃ داؤد انطاکی میں ہے:

۷ وبیان اسم نصرب من السمك یکثر بحر العراق و القام احمر کثیر الارجل نحو السرطان لکنه اکثر لحما۔ حیاۃ الحیوان الکبریٰ میں ہے۔	روبیان ایک قسم کی مچھلی کا نام ہے جو عراق اور تمام کے سمندر میں بکثرت پائی جاتی ہے سرخی مائل کیکڑے کی طرح بہت سے پاؤں والی لیکن اس میں گوشت زیادہ ہوتا ہے
الروبیان ھو سمك صغیر جدا احمر۔	روبیان بہت چھوٹی مچھلی ہے اور وہ بہت سرخ ہوتی ہے۔

تو اس تقدیر پر حسب اطلاق متون و تصریح معراج الدرایۃ مطلقاً حلال ہونا چاہیے کہ متون میں جمیع انواع سمک حلال ہونے کی تصریح ہے۔

والطافی لیس نوعا براسه بل وصف یعتری کل نوع۔	اور طافی کوئی خاص قسم نہیں بلکہ ایک وصف ہے جس کی طرف ہر نوع کی نسبت ہوتی ہے

اور معراج میں صاف فرمایا کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں جن کا پیٹ چاک نہیں کیا جاتا اور بے آلائش نکالے بھون لیتے ہیں امام شافعی کے سوا سب آئمہ کے نزدیک حلال ہیں۔

ردالمختار میں ہے وفی معراج الدرایہ:

ولو وجدت سمکة فی حوصلة طائر تؤکل وعند الشافعی لا تؤکل لانه کالرجیع ورجیع الطائر عنده نجس وقلنا انما یعتبر رجیعا اذا تغیر وفی السمك الصغار التی تقلی من غیر ان یشتق جوفه فقال اصحابه لا یحل اکله لان رجیعه نجس وعند سائر الائمة یحل۔	اگر تو پرندہ کی پوٹ میں مچھلی پائے تو کھائی جائے گی اور امام شافعی کے نزدیک کھانا جائز نہیں کیونکہ وہ بیٹ کی طرح ہے امام شافعی کے نزدیک پرندوں کی بیٹ ناپاک ہے اور ہم کہتے ہیں بیٹ اس وقت ہوگی جبکہ وہ چیز بدل گئی اور وہ چھوٹی مچھلیاں جن کا پیٹ چاک کیے بغیر انہیں پکایا جاتا ہے شوافع کہتے ہیں ان کا کھانا حلال نہیں کیونکہ پرندہ کی بیٹ نجس ہے اور تمام ائمہ کے نزدیک حلال ہے۔

مگر فقیر نے جواہر اخلاطی میں تصریح دیکھی کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں سب مکروہ ہیں اور یہ کہ یہی صحیح تر ہے۔

حیث قال السمك الصغار کلها مکروهة کراهة التحریم هو الاصح۔ | جبکہ کہا ہے تمام چھوٹی مچھلیاں مکروہ تحریمی ہیں۔ یہی بات زیادہ صحیح ہے۔

جھینگے کی صورت عام مچھلیوں سے بالکل جدا اور گنگچے وغیرہ کیڑوں سے بہت مشابہ ہے اور لفظ ماہی غیر جنس سمک پر بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے ماہی سقنقور۔ حالانکہ وہ ناکے کا بچہ ہے کہ سواحل نیل پر خشکی میں پیدا ہوتا ہے اور ہمارے ائمہ سے حلت روبیان میں کوئی نص معلوم نہیں اور مچھلی بھی ہے تو یہاں کے جھینگے ایسے ہی چھوٹے ہیں جن پر جواہر اخلاطی کی وہ تصحیح وارد ہوگی۔ بہرحال ایسے شبہ و اختلاف سے بے ضرورت بچنا ہی اولیٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمذنب احمد رضا

کتبہ

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ۲۔ لفظ ندا اور وسیلہ کا ثبوت اور دلائل

۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے فحول و مفتیان ذوی العقول اس مسئلہ میں کہ کہنا "یا رسول اللہ" "یا ولی اللہ" کا جائز ہے یا نہیں؟ اور مدد چاہنا پیغمبران اور ولی اللہ سے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو "یا مشکل کشا علی" وقت مصیبت کے کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب مع دستخط کے مرحمت فرمائیے تاکہ ہم صاف صاف لوگوں کو سمجھا دوں اور عربی آیت و حدیث جہاں آئے اس کا ترجمہ بزبان اردو تحریر فرمایا جاوے۔ بینوا توجروا۔

الجواب | جائز ہے جبکہ انہیں بندۂ خدا اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ جانے

اور انہیں باذنِ الٰہی والعد بتوات امر۔ اسے مانے اور اعتقاد کرے کہ بے حکم خدا ذرہ نہیں ہل سکتا اور اللہ عزوجل کے دیے بغیر کوئی ایک حبہ نہیں دے سکتا۔ ایک حرف نہیں سن سکتا۔ پلک نہیں ہلا سکتا اور بے شک سب مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے۔ اس کے خلاف کا ان پر گمان محض بدگمانی حرام ہے اور ایسے سچے اعتقاد کے ساتھ ندا کرنا بلاشبہ جائز ہے۔ جامع ترمذی شریف وغیرہ کی حدیث میں ہے خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو یہ دعا تلقین فرمائی کہ نماز کے بعد یوں کہیں:

یا محمد انی اتوجه بك الی ربی فی حاجتی هذه لیقضی لی۔	یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی حاجت کیلئے متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری ہو۔

اور بعض روایات میں ہے۔

لتقضی لی یارسول اللّٰه۔	تاکہ حضور میری یہ حاجت پوری فرمائیں

ان نابینا نے بعد نماز یہ دعا کی، فوراً آنکھیں کھل گئیں۔

طبرانی وغیرہ کی حدیث میں ہے عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خلافت میں حضرت عثمان بن حنیف صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا ایک صحابی یا تابعی کو بتائی۔ انہوں نے بعد نمازیوں ہی ندا کی یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے حاجت میں اللہ تعالےٰ کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ ان کی حاجت بھی پوری ہوئی۔ پھر علماء ہمیشہ اسے قضائے حاجات کے لیے لکھتے آئے۔ نیز حدیث میں ہے۔

اذا اراد عونا فلینادا عینونی یاعباد اللّٰه۔	جب استعانت کرنا اور مدد لینا چاہے تو پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔

فتاوٰی خیریہ میں ہے۔

قولهم یا شیخ عبد القادر نداء فما الموجب لحرمته۔	یا شیخ عبد القادر کہنا ندا ہے۔ اس کے حرام ہونے کا کیا سبب ہے۔

فقیر نے اس بارے میں ایک مختصر رسالہ "انوار الانتباہ فی حل ندا یا رسول اللہ" لکھا۔ وہاں دیکھیے کہ زمانہ رسالت سے ہر قرن و زمانہ کے ائمہ و علما و صلحا میں وقت مصیبت محبوبانِ خدا کو پکارنا کیسا شائع ذائع رہا ہے۔ وہابیہ کے طور پر معاذ اللہ صحابہ سے آج تک وہ سب بزرگان دین مشرک ٹھیرتے ہیں۔

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا

کتبــہ

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۔ ناپسندیدہ لباس اور نماز

۴ ربیع الاٰخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف رحم کرے اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر اور برکت دے علم میں کہ فیض پہنچاتے ہیں علم سے اپنے خلائق کو اس قول میں کہ وردی جو سپاہی پولیس کے پہنتے ہیں اور دھوتی جو کہ کفار پہنتے ہیں اس کو پہن کر نماز مکروہ ہے یا کہ مکروہ تحریمی؟ بینوا توجروا۔

الجواب وہ وردی پہن کر نماز مکروہ ہے۔ خصوصاً جبکہ سجدہ بروجہ مسنون سے مانع ہو۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے۔

الاسکاف او الخیاط اذا استوجر علی خیاط شیٔ من ذی الفساق ویعطی لہ فی ذلک کثیر اجرلا یستجب لہ ان یعمل لانہ اعانۃ علی المعصیۃ۔	موچی اور درزی جب کسی ایسی چیز کے سینے کا اجارہ کرے جو فاسقوں کا لباس ہے اور اس کے لیے اسے اُجرت بھی زیادہ ملے تو اسے وہ کام نہ کرنا مستحب ہے کیونکہ اس کام کا کرنا گناہ پر مدد کرنا ہے۔

اور دھوتی باندھ کر بھی مکروہ ہے کہ اگر لباس ہنود وغیرہ نہ ہو تو کپڑے کا پیچھے گھرسنا ہی نماز کو مکروہ کرنے کے لیے بس ہے:

لنھیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کپڑے

وسلم عن کف ثوب اوشعر۔ اور بال سمیٹنے کو منع فرمایا۔

لانگ پیچھے نہ گھرسیں تو وہ دھوتی نہیں تہبند ہے اور اس میں کچھ کراہت نہیں بلکہ سنت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

عبدہ المذنب احمد رضا

کتبہ

عفی عنہ بمحمدن المصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

مسئلہ۔ کافر کا جھوٹا کھانے سے پرہیز

۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت کہ جھوٹا کافر کا پاک ہے یا ناپاک؟ اگر کوئی کافر سہوًا یا قصدًا حقہ یا پانی پی لے کیا حکم ہے؟ ترجمہ بزبان اُردو ضرور بالضرور ہر مسئلہ میں تحریر فرماتے جائیے تاکہ عام لوگ بخوبی سمجھا کریں۔ بینوا توجروا اکثیر۔

الجواب

کافر ناپاک ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ۔

انما المشرکون نجس۔ بے شک کافر ناپاک ہیں۔

یہ ناپاکی ان کے باطن کی ہے۔ پھر اگر شراب وغیرہ نجاستوں کا اثر ان کے منہ میں باقی ہو تو ناپاکی ظاہری بھی موجود ہے اور اس وقت ان کا جھوٹا ضرور ناپاک ہے اور حقہ وغیرہ جس چیز کو ان کا لعاب لگ جائے گا ناپاک ہو جائے گی تنویر الابصار میں ہے۔

سور شارب خمر فور شربھا وھرۃ فورا کل فارۃ نجس۔

شراب پینے کے بعد شرابی کا جھوٹا اور چوہا کھانے کے بعد بلی کا جھوٹا ناپاک ہے

یونہی اگر کافر شراب خور کی مونچھیں بڑی بڑی ہوں کہ شراب مونچھ کو لگ گئی۔ تو جب تک مونچھ دھل نہ جائے گی پانی وغیرہ جس چیز کو لگے گی ناپاک کر دے گی۔

درمختار میں ہے:

لو شاربہ طویلا لا یستوعبہ اللسان فنجس ولو بعدما

اگر اس کی مونچھیں اتنی لمبی ہوں کہ ان تک زبان نہ پہنچ سکے تو نجس ہے اگرچہ کچھ دیر کے بعد

زمان۔	ہی پیے۔

اور اگر ظاہری نجاستوں سے بالکل جدا ہو تو اس کے جھوٹے کو اگرچہ کُتے کے جھوٹے کی طرح ناپاک نہ کہا جائے گا:

فی التنویر والدر سور آدمی مطلقاً ولو جنبا او کافر اطاھی الفم طاھر اھ	تنویر اور درر میں ہے مطلقاً آدمی کا جھوٹا پاک ہے اگرچہ جنبی ہو یا کافر ہو بشرطیکہ اس کا منہ پاک ہو۔

مختصر اگر ہر چیز کہ ناپاک نہ ہو طیب و بے دغدغہ ہونا ضرور نہیں۔ رینٹھ بھی تو ناپاک نہیں، پھر کون عاقل اسے اپنے لب و زبان سے لگانے کو گوارا کرے گا؟ کافر کے جھوٹے سے بھی بحمداللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسی ہی نفرت ہے اور یہ نفرت ان کے ایمان سے ناشی ہے۔

وفی رفعه عن قلوبھم اسقاط شناعة الکفرة عن اعینھم او تخفیفھا وذالک غش بالمسلمین وقد صرح العلماء کما فی العقود الدریة وغیرھا ان المفتی انما یفتی بما یقع عندہ من المصلحة ومصلحة المسلمین فی ابقاء النفرة عن الکفرة لا فی القائھا۔	اور ان کے دلوں سے اس کے اٹھانے میں ان کی آنکھوں سے کفار کی بُرائی دور کرنا ہے یا کم کرنا اور یہ مسلمانوں کے ساتھ دھوکا ہے اور محقق علماء نے تصریح کی ہے جیسا کہ عقود دریہ وغیرہ میں ہے بیشک مفتی وہ فتویٰ دے جس میں مفتی کے نزدیک مسلمانوں کی بھلائی ہو۔ اور مسلمانوں کا بھلا کافروں سے نفرت باقی رکھنے میں ہی ہے نہ کہ اس نفرت کے ختم کرنے میں۔

ولہٰذا جو شخص دانستہ اس کا جھوٹا کھاتے پیے مسلمان اس سے بھی نفرت کرتے ہیں۔ وہ مطعون ہوتا ہے۔ اس پر محبت کفار کا گمان ہو جاتا ہے اور حدیث میں ہے:

من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقف مواقف التھم۔	جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ تہمت کی جگہ کھڑا نہ ہو۔

متعدد حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ایاك ومایسوء الاذن۔ اس بات سے بچ جو کان کو بُری لگے۔

رواہ الامام احمد عن ابی الغادیۃ والطبرانی فی الکبیر وابن سعد فی الطبقات والعسکری فی الامثال وابن مندۃ فی المعرفۃ والخطیب فی المؤتلف کلھم عن ام الغادیۃ عمۃ العاص بن عمرو الطفاوی وعبد اللہ بن احمد الامام فی زوائد المسند وابونعیم وابن مندۃ کلاھما فی المعرفۃ عن العاص المذکور مرسلا وابو نعیم فیھا عن حبیب بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

نیز بہت حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاك وکل امر یعتذر منه۔ ہر اس بات سے بچ جس کا عذر کرنا پڑے۔

رواہ الضیاء فی المختارۃ والدیلمی کلاھما بسند حسن عن انس والطبرانی فی الاوسط عن جابر وابن بنیع ومن طریقۃ العسکری فی امثالہ والقضاعی فی مسندہ معًا والبغوی ومن طریقۃ الطبرانی فی اوسطہ والمخلص فی السادس من فوائدہ وابو محمد الابراھیمی فی کتاب الصلوۃ وابن النجار فی تاریخہ کلھم عن ابن عمر والحاکم فی صحیحہ والبیھقی فی الزھد والعسکری فی الامثال وابونعیم فی المعرفۃ عن سعد ابی وقاص واحمد وابن ماجۃ بسند احسن وابن عساکر عن ابی ایوب الانصاری کلھم رافعیہ الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والبخاری فی تاریخہ والطبرانی فی الکبیر وابن مندۃ عن سعد بن عمارۃ من قولہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

بشروا ولا تنفروا رواہ الائمہ احمد والبخاری ومسلم والنسائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بشارت دو اور وہ کام نہ کرو جس سے لوگوں کو نفرت پیدا ہو۔

پھر اس میں بلاوجہ شرعی فتح باب غیبت ہے اور غیبت حرام افما ادی الیہ فلا

اقل ان یکون مکروھا۔ تو دلائل شرعیہ واحادیث صحیحہ سے ثابت ہُوا کہ کافر کے جھوٹے سے احتراز ضرور ہے:

وکم من حکم یختلف باختلاف الزمان بل والمکان کما تشھد بہ فروع جمعہ فی کتب الائمہ ھٰذا ما عندی وبہ افتیت مرارا واللہ ربی علیہ معتمدی والیہ مستندی واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

اور بہت سے احکام وقت اور جگہ کے بدلنے سے مختلف ہو جاتے ہیں اس کی شہادت وہ فروعی مسائل ہیں جو کتب ائمہ میں جمع ہیں۔ یہ وہ ہے جو میرے پاس ہے اور میں نے اس کے ساتھ کئی بار فتویٰ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میری سند ہے اور اللہ پاک وبلند خوب جانتا ہے۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبــــــــــــہ

بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

مسئلہ سہواً فرض کی نیت کی بجائے سنت کی نیت

۴ ربیع الآخر شریف

مسئلہ ۱۳۲۰ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین کہ ایک شخص نماز ظہر کی پڑھنے کھڑا ہوا اور اس نے بعد چار سنت پڑھنے کے سہواً پھر چار سنت کی نیت باندھ لی اور اس کو چار فرض چاہیے تھے۔ جس وقت کہ وہ دو رکعت نماز ادا کر چکا اس کو خیال ہوا کہ اب مجھ کو فرض پڑھنا تھے۔ پس اس نے اپنے دل میں فرضوں کی نیت باندھ لی کہ میں فرض پڑھتا ہوں۔ اور اس نے دو رکعت پیشتر کی بہ نیت سہواً سنت ادا کی اور دو رکعت آخر کی بہ نیت فرض کے خالی الحمد کے ساتھ پڑھی۔ دریں صورت کہ اب اس کی نماز فرض ہوئی یا سنت۔ بینوا توجروا۔

الجواب یہ نماز فرض ہوئی نہ سنت۔ فرض تو یوں نہ ہوئے کہ پہلی دو رکعتوں میں نیت فرض کی نہ کی تھی اور فعل کے بعد نیت کا اعتبار نہیں۔

فی الدر المختار لاعبرۃ بنیۃ متاخرۃ عنہا علی المذہب۔ اور دو رکعت اخیر میں اگر فرض کی نیت اس نے تیسری رکعت کی پہلی تکبیر کے وقت بحالِ قیام نہ کی جب تو یہ نیت ہی لغو ہے اور اگر اس وقت کی تو اب وہ پہلی نیت سے نماز فرض کی طرف منتقل ہو گیا۔ اگر چار پوری پڑھ لیتا فرض ہو جاتے۔ مگر اس نے دو پر قطع کر دی لہٰذا یہ بھی فرض نہ ہوتے۔

فی الدر المختار یفسدھا انتقالہ من صلوٰۃ الی مغایرتھا

فی رد المختار بان ینوی بقلبہ مع التکبیرات الانتقال المذکور قال فی النھر بان صلی رکعۃ من الظھر مثلا ثم افتتح العصر او التطوع بتکبیرۃ فان کان صاحب ترتیب کان شارعا فی التطوع عندھما خلافا لمحمد او لم یکن بان سقط للضیق او للکثرت صح شروعۃ فی العصر لانہ نوی تحصیل مالیس بحاصل فخرج عن الاول فمناط الخروج عن الاول صحۃ الشروع فی المغایر ولو من وجہ ۱ھ

درمختار میں ہے فاسد کرتا ہے نماز کو انتقال اس کا ایک نماز سے دوسری نماز کی طرف جو پہلی نماز کے مغائر ہو۔ رد المحتار میں ہے جیسے آدمی اپنے دل کے ساتھ نیت کرے تکبیرات کے ساتھ انتقال مذکور کی مصنف نہر نے کہا ہے جیسے نمازی نے ظہر کی مثلاً ایک رکعت پڑھی پھر عصر شروع کر دی یا نفل تکبیر کے ساتھ شروع کر دیے۔ پس اگر وہ صاحب ترتیب ہے شیخین کے نزدیک وہ نفل شروع کرنے والا ہے امام محمد کا اختلاف ہے یا نہیں ہوا ساقط ہوئی بوجہ تنگی وقت کے یا واسطے کثرت کے درست ہے شروع ہونا اس کا عصر میں کیونکہ اس نے ایسی چیز کے حاصل کرنے کی نیت کی ہے جو اسے حاصل نہیں پس پہلی نماز سے نکل گیا پس پہلی نماز سے نکلنے کا دارومدار صحت شروع ہے پہلی نماز سے مغائر نماز میں اگرچہ تغائر من وجہ ہو۔

اور سنت نہ ہونا ظاہر ہے کہ سنتیں تو پڑھ چکا ہے بلکہ اگر سنتیں نہ پڑھی ہوتیں

اور تیسری یا کسی رکعت کی تکبیر اول کے وقت نیت فرض کی کرلیتا جب بھی سنتیں نہ ہوتیں کہ وہ اس نیت کے سبب فرض کی طرف منتقل ہوگیا۔ بہرحال یہ رکعتیں نفل ہوئیں۔
واللہ تعالےٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبہ

بمحمدن المصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

مسئلہ۶ - فرض کی آخری دو رکعتوں میں سہواً سورت پڑھنا

ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز فرض پڑھتا ہے اور اس نے سہواً پچھلی دو رکعت میں بھی بعد الحمد کے ایک ایک سورت پڑھی۔ بعدہٗ سلام پھیرا۔ اب اس کی نماز فرض ہوئی یا سنت؟ جیسا ہو دلیا ہی معہ دستخط مہر کے ارقام فرمایئے اور اگر وہ سجدہ سہو کرلیتا تو اس کی نماز فرض ہوجاتی یا نہیں؟

الجواب فرض ہوئے اور نماز میں کچھ خلل نہ آیا۔ اس پر سجدۂ سہو تھا بلکہ اگر قصداً بھی فرض کی پچھلی رکعتوں میں سورۃ ملائے تو کچھ مضائقہ نہیں صرف خلاف اولیٰ ہے۔ بلکہ بعض ائمہ نے اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی۔ فقیر کے نزدیک ظاہراً یہ استحباب تنہا پڑھنے والے کے حق میں ہے۔ امام کے لیے ضرور مکروہ ہے۔ بلکہ مقتدیوں پر گراں گزرے تو حرام۔ درمختار میں ہے۔

ضم سورۃ فی الاولیین من الفرض وھل یکرہ فی الاخریین المختار لا۔

فرضوں کی دو پہلی رکعتوں میں سورۃ کا ملانا فرض ہے اور کیا پچھلی دو رکعتوں میں مکروہ ہے؟ مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں۔

ردالمحتار میں ہے:

ای لایکرہ تحریما بل تنزیھا لانہ خلاف السنۃ قال فی

یعنی مکروہ تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ خلاف سنت ہے۔ یہ منیہ اور اس کی

المنية وشرحها فان ضم
السورة الى الفاتحة ساهيا
تجب عليه سجدتا السهو فى
قول ابى يوسف لتاخير الركوع
عن محله وفى اظهر الروايات
لا تجب لان القراءة فيهما
مشروعة من غير تقدير والاقتصار
على الفاتحة مسنون لا واجب اه
وفى البحر عن فخر الاسلام ان
السورة مشروعة فى الاخريين
نفلا وفى الذخيرة انه المختار
وفى المحيط هو الاصح اه والظاهر
ان المراد بقوله نفلا الجواز
المشروعية بمعنى عدم الحرمة
فلا ينافى كونه خلاف الاولى
كما افاده فى الحلية اه ما فى
رد المحتار اقول لفظ الحلية ثم
الظاهر اباحتها كيف لا وقد
تعلم من حديث ابى سعيد
الخدرى فى صحيح المسلم وغيره
انه صلى الله تعالى عليه وسلم
كان يقرؤ فى صلوة الظهر فى
الركعتين الاوليين قدر ثلثين

شرح میں کہا ہے۔ پس اگر یا اس نے سورۃ
کو ساتھ فاتحہ کے بھول کر، واجب ہوگا اس پر
سجدہ سہو ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے
قول میں رکوع میں تاخیر کی بنا پر اور اظہر روایت
میں سجدہ سہو واجب نہیں ہے۔ اس لیے
کہ قراءت تو ان دونوں رکعتوں میں مشروع
ہے بغیر کسی خاص طریقے کے صرف سورۃ فاتحہ
پڑھنا سنت ہے، واجب نہیں۔

بحر میں فخر الاسلام سے روایت ہے کہ فاتحہ
کے ساتھ سورۃ کا ملانا نفل کی پچھلی دو رکعتوں
میں جائز ہے اور ذخیرہ میں ہے وہی مختار
ہے اور محیط میں ہے یہی زیادہ صحیح ہے
اور ظاہر یہ ہے کہ فخر الاسلام کے قول میں
نفلاً قراءت کے جائز ہونے سے مراد عدم
حرمت ہے پس یہ قول قراءت فی الآخریین
کے خلاف اولیٰ ہونے کے مخالف نہیں.
جیسا کہ حلیہ میں بیان کیا ہے۔ ردالمحتار کی
عبارت تمام ہوئی۔ میں کہتا ہوں لفظ حلیہ
کا ہے ظاہر قراءت کا جواز ہے۔ جواز کیسے نہ ہو
جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے ابی سعید خدری رضی کی
حدیث سے صحیح مسلم وغیرہ میں بیشک نبی
صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے صلوۃ ظہر کی
پہلی دو رکعتوں میں تیس آیتوں کی برابر

آیة وفی الاخرین قدر خمسة عشرآیة او قال نصف ذلك۔ فلاجرم ان قال فخرالاسلام فی شرح جامع الصغیر واما السورة فانها مشروعة تفلا فی الاخرین حتی قلنا فیمن قرء فی الاخرین لم یلزمه سجدة السهو انتهی۔ ثم یمکن ان یقال الاولی عدم الزیادة ویحمل علی الخروج مخرج البیان لذلك الحدیث ابی قتادة رضی الله تعالی عنه (یرید ماتقدم بروایة الصحیحین) ان النبی صلی الله تعالی علیه وسلم کان یقرؤ فی الظهر فی الاولیین بام القرآن وسورتین، وفی الرکعتین الاخریین بام الکتٰب الحدیث قول المصنف المذکور (ای ولایزید علیهما شیئا) و قول غیرواحد من المشائخ کما فی الکافی وغیره ویقرؤ فیهما بعد الاولیین الفاتحة فقط ویحمل علی بیان مجرد

اور پچھلی دو رکعتوں میں پندرہ آیتوں کی برابر یا کہا نصف اس کا بس اس لیے فخرالاسلام نے جامع صغیر کی شرح میں کہا ہے کہ سورۃ کا نفل ہی پچھلی دو رکعتوں میں پڑھنا جائز ہے جیسا کہ ہم نے اس آدمی کے بارہ میں کہا ہے جو پچھلی دو رکعتوں میں سورت پڑھے اس پر سجدہ سہو لازم نہیں۔ انتہی پھر ممکن ہے کہ یہ کہا جائے زیادہ نہ کرنا بہتر ہے اور حمل کیا جائے تخریج بیان پر واسطے حدیث قتادہ رضی اللہ تعالے عنہ کے اس سے صحیحین کی وہ حدیث مراد ہے جو پہلے گذر چکی ہے روایت کے ساتھ) کہ تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں (ہر رکعت میں ایک سورت) اور ظہر کی پچھلی دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ الحدیث۔ قول مصنف مذکور کا (یعنی زیادہ نہ کرے ان دونوں کے اوپر کوئی شے) اور بہت سے مشائخ نے بھی یہی لکھا ہے پہلی دو رکعتوں کے بعد آخری دو رکعتوں میں صرف الحمد پڑھے اور قیاس کی جائے گی۔ یہ صرف جواز کے لیے حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الجواز حديث ابي سعيد رضي
الله تعالى عنه قول فخر الاسلام
فان النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم يفعل الجائز فقط في
بعض الاحيان تعليما للجواز
وغيره من غير كراهة في حقه
صلى الله تعالى عليه وسلم كما يفعل
الجائز الاولى في غالب الاحوال
والنفل لاينافي عدم الاولوية
فيندفع بهذا ما عساه يخال
من المخالفة بين الحديثين
المذكورين وبين اقوال المشائخ
والله سبحانه اعلم اه ولعلك
لا يخفى عليك ان حمل المشروع
نفلا على المكروه تنزيها
مستبعد جدا وقراءة السورة
في الاخريين ليست فعلا مستحبا
مستقلا يعتبر بعدم الاولوية
لعارض كصلوٰة نافلة مع بعض
المكروهات وانما المستفاد من
النفلية ههنا فيما الظهر هو استحباب
فعلها فكيف يجامع عدم الاولوية
والذي يظهر للعبد الضعيف ان

کی اور قول فخر الاسلام کا یہ کہ نبی صلی
اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم بعض اوقات
صرف جائز کام کرتے ہیں تعلیم جواز کے
لیے بغیر کراہت کے حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم حق میں جیسا کہ اکثر حالات
میں جائز اولیٰ کو کرتے اور نفل میں اولیٰ بہتر
کو ترک کرنے میں حرج نہیں بس اس توجیہ سے
وہ اعتراض رفع ہو جاتا ہے جو خیال کیا
جا سکتا ہے کہ دو حدیثوں کے درمیان
اختلاف ہے اور اقوال مشائخ میں اللہ
اعلم اھ ۔ شاید تجھ پر یہ بات پوشیدہ
نہ ہو کہ مشروع نفل کو مکروہ تنزیہی پر
قیاس کرنا بہت بعید ہے اور پچھلی دو
رکعتوں میں سورت کا مستقل پڑھنا فعل
مستحب مستقل نہیں جس کے ساتھ کسی
عارض کی وجہ سے بہتر کو ترک کرنے کا اعتبار
کیا جائے جیسا کہ نفل نماز بعض مکروہات
کے ساتھ ظاہر فہم میں یہاں نفلیۃ کا معنی
یہ ہے کہ اس کا کرنا مستحب ہے پس
اس معنی کے اعتبار سے نفلیۃ خلاف
اولیٰ کے ساتھ کس طرح جمع ہو سکتی
ہے اور اس ضعیف بندہ کے لیے
جو بات ظاہر ہوئی ہے یہ ہے کہ پچھلی

سنة الاقتصاد على الفاتحة انما تثبت
عن المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم
فى الامامة فانه لم يعهد منه صلى
الله تعالى عليه وسلم صلوٰة مكتوبة
الا اماما الا نادرا فى غاية الندرة
فيكره للامام الزيادة عليها
لاطالة على المقتدين فوق
السنة. بل لو طال الى حد
الاستثقال كره تحريما اما
المنفرد فقال فيه النبى صلى
الله تعالى عليه وسلم فليطول
ما شاء - وزيادة القراءة زيادة
خير ولم يعرضه ما يعارض
خيريته فلا يبعد ان يكون
نفلا فى حقه - فان حملنا كلام
اكثر المشائخ على الامامة
وكلام الامام فخر الاسلام
وتصحيح الذخيرة والمحيط
على المنفرد حصل التوفيق
—— وبالله التوفيق ——
هٰذا ما عندى. والله سبحانه وتعالى اعلم۔

دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پر اقتصار
سنت ہے جو کہ حالت امامت خود حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے
کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرض
نماز بغیر جماعت کے پڑھی مگر بہت ہی کم
پس امام کیلئے آخری دو رکعت میں فاتحہ کے بعد سورت
کا زیادہ کرنا مکروہ ہے بوجہ لمبا کرنے نماز کے
مقتدیوں پر سنت سے زیادہ. بلکہ اگر اتنی لمبی
کی کہ مقتدیوں کو گراں گزرے تو مکروہ تحریمی ہے
رہا اکیلے نماز پڑھنے والا. پس اس کے
بارہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے
پس وہ قراءت کو جتنا چاہے لمبا کرے اور
لمبی قرأت زیادہ بہتر ہے اور کوئی وجہ نہیں
جو اس کی بہتری کو لاحق ہو پس بعید
نہیں کہ اس کے حق میں بہتر ہو۔ پس
اگر ہم محمل کریں کلام اکثر مشائخ کو امامت
پر اور کلام فخر الاسلام اور تصحیح ذخیرہ ومحیط
کو منفرد پر، تو دونوں قولوں میں تطبیق ہو
جاتی ہے ـــ اور توفیق اللہ کے ساتھ
ہے ـــ یہ وہ ہے جو میرے پاس ہے
اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبـــــــه

محمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ بندوق سے مرے ہوئے جانور کی حرمت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس صورت میں کہ ایک شخص نے بسم اللہ کہہ کر ایک شکار کے اوپر بندوق چلائی۔ پس جس وقت اس کو جا کر دیکھا تو کوئی آثار اس میں زندگی کے نہ تھے۔ اور نہ جنبش تھی۔ جس وقت کہ اس کو ذبح کیا تو خون نکلا اچھی طرح سے پس وہ شکار حلال ہے یا حرام؟ اور اگر اس کو ذبح نہ کرتے تو حلال ہوتا یا حرام؟ اور در صورت نہ نکلنے خون کے بھی جواب تحریر فرمائیے۔ بیّنوا توجروا۔

الاجواب اگر ذبح کر لیا اور ثابت ہوا کہ ذبح کرتے وقت اس میں حیات تھی۔ مثلاً پھڑک رہا تھا یا ذبح کرتے وقت تڑپا، اگرچہ خون نہ نکلا، یا خون ایسا دیا جیسا مذبوح سے نکلا کرتا ہے۔ اگرچہ جنبش نہ کی، یا اور کسی علامت سے حیات ظاہر ہوئی تو حلال ہے اور اگر بندوق سے مار کر چھوڑ دیا، ذبح نہ کیا یا گیا مگر اس میں وقت ذبح حیات کا ہونا ثابت نہ ہوا تو حرام ہے۔ غرض مدار کار اس پر ہے کہ ذبح کر لیا جائے اور وقت ذبح حیات کا ہونا ثابت نہ ہوا، تو حرام ہے۔ غرض مدار کار اس پر ہے کہ ذبح کر لیا جائے اور وقت ذبح اس میں رمق باقی ہو۔ اگرچہ نہ جنبش کرے نہ خون دے حلال ہو جائے گا ورنہ حرام۔ درمختار میں ہے:

ذبح شاة مريضة فتحركت	اس نے بکری کو ذبح کیا پس اس نے
اوخرج الدم حلت والا لا	حرکت کی یا اس سے خون نکلا تو حلال ہے
ان لم تدر حياته عند الذبح	ورنہ حلال نہیں اگر وقت ذبح اس کی زندگی
وان علم حياته حلت مطلقا	معلوم نہ ہو۔ اگر وقت ذبح زندگی معلوم
وان لم تتحرك ولم يخرج الدم	ہوئی تو مطلقاً حلال ہے اگرچہ حرکت بھی
وهذا يتأتى في منخنقة و	نہ کرے اور خون بھی نہ نکلے اور یہی حکم ہے
متردية ونطيحة والتى	گلا گھونٹی اور بلندی سے گرنے والی اور سینگ
فقر الذئب بطنها فزكاة هذه	سے زخمی ہونے والی اور جس کا پیٹ بھیڑیے

الاشیاء تحلّ وان کانت حیاتھا خفیفة وعلیه الفتوٰی لقوله تعالٰی اِلَّا مَا ذَکَّیۡتُمۡ من غیر فصل اھ

وفی ردالمحتار عن البزازی عن الاسبیجابی عن الامام الاعظم رضی اللّٰہ تعالٰی عنه خروج الدم لا یدل علی الحیوٰة الا اذا کان یخرج کما یخرج من الحی قال وھو ظاھر الروایة

نے پھاڑ دیا ہو۔ پس بحالت مذکورہ ان کا ذبح کرنا انہیں حلال کر دے گا اگرچہ ان میں زندگی رمق ہی ہو اور اسی پر فتوی ہے بوجہ فرمان اللہ تعالٰی کے مگر جسے ذبح کر لیا تم نے بغیر فصل کے اھ۔ اور ردالمحتار میں روایت ہے بزازی سے انہوں نے اسبیجابی سے انہوں نے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ مذبحہ کا خون نکلنا زندگی پر دلالت نہیں کرتا ہاں جس وقت کہ اس طرح سے نکلے جس طرح زندہ سے نکلتا ہے کہا کہ یہ ظاہر روایت ہے

اسی کی کتاب الصید میں ہے۔

المعتبر فی المتردیة واخواتھا کنطیحة وموقوذة وما اکل السبع والمریضة مطلق الحیاة وان قلت کما اشرنا الیه علیه الفتوٰی۔

بلندی سے گر کر قریب المرگ اور اس کے ساتھ مذکور فی القرآن باقی اشیا نطیحہ موقوذہ وغیرہ میں مطلق زندگی معتبر ہے اگرچہ رمق ہی ہو جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسی پر فتوٰی ہے۔

مدارک التنزیل میں ہے:

الموقوذة التی اثخنوھا ضربا بالعصا او حجر۔

موقوذہ وہ ہے جس کو لاٹھی یا پتھر سے مارا کرتے تھے۔

معالم میں ہے:

قال قتادة کانوا یضربونھا بالعصا فاذا ماتت اکلوھا اھ قلت فظھر ان المضروب بکل

قتادہ نے کہا کفار جانور کو یہاں تک مارتے تھے کہ وہ مر جاتا تھا اسے کھاتے تھے۔ میں کہتا ہوں اس سے ظاہر ہوا کہ ہر بھاری

مثقل کالبندقۃ ولو بندقۃ الرصاص کلہ من الموقوذۃ فیحل بالذکاۃ وان قلت الحیاۃ۔	ہر چیز کا مضروب جانور جیسے بندوق اگرچہ سکہ کی گولی والی بندوق ہو یہ سب موقوذہ میں شامل ہیں پس یہ ذبح کرنے سے حلال ہو جاتی ہیں اگرچہ وقت ذبح ان میں زندگی کی رمق ہی ہو۔

ردّ المحتار میں ہے:

لایخفی ان الجرح بالرصاص انما ھو بالاحراق والثقل بواسطۃ اندفاعہ العنیف اذ لیس لہ حد فلا یحل وبہ افتی ابن نجیم واللہ تعالیٰ اعلم۔	پوشیدہ نہیں کہ سکہ کی گولی کا زخم بوجہ جلنے اور بوجھ کے ہے اور اس کے زور سے پھینکنے کے وجہ سے ہے کیونکہ گولی میں دھار نہیں پس حلال نہیں۔ اسی کے ساتھ ابن نجیم نے فتویٰ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبــہ

بمحمدن المصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

مسئلہ تفریحاً شکار کی حرمت

۱۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ ایک شخص روز شکار بندوق کا شوقیہ کھیلتا ہے پس بحکم شرع شریف کے کس قدر شکار کھیلنا چاہیے اور کس وقت میں؟ اور وہ شکاری ہر روز شکار کھیلنے میں گنہگار ہوتا ہے یا نہیں؟

بیّنوا مفصلاً توجروا کثیراً۔

الجواب

شکار کہ محض شوقیہ بغرض تفریح ہو جسے ایک قسم کا کھیل سمجھا جاتا ہے ولہذا شکار کھیلنا کہتے ہیں۔ بندوق کا خواہ مچھلی کا، روزانہ ہو خواہ گاہ گاہ مطلقاً بالاتفاق حرام ہے۔ حلال وہ ہے جو بغرض کھانے یا دوا یا کسی اور نفع یا کسی ضرر کے دفع کو ہو۔

آج کل کے بڑے بڑے شکاری جو اتنی ناک والے ہیں کہ بازار سے اپنی خاص

ضرورت کی کھانے یا پہننے کی چیز لانے کو جانا اپنی کسرِ شان سمجھیں۔ یا نرم ایسے کہ دس قدم دھوپ میں چل کر مسجد میں نماز کے لیے حاضر ہونا مصیبت جانیں وہ گرم دوپہر گرم لوئیں گرم ریت پر چلنا اور ٹھہرنا اور گرم ہوا کے تھپیڑے کھانا گوارا کرتے۔ اور دو دوپہر بلکہ دو دو دن شکار کے لیے گھر بار چھوڑے پڑے رہتے ہیں۔ کیا یہ کھانے کی غرض سے جاتے ہیں؟ حاشا وکلا بلکہ وہی لہو ولعب ہے اور بالاتفاق حرام۔

ایک بڑی پہچان یہ ہے کہ ان شکاریوں سے اگر کہیے مثلاً مچھلی بازار میں بھی ملے گی، وہاں سے لیجیے، ہرگز قبول نہ کریں گے۔ یا کہیے کہ ہم اپنے پاس سے لائے دیتے ہیں۔ کبھی نہ مانیں گے بلکہ شکار کے بعد خود اس کے کھانے سے بھی غرض نہیں رکھتے، بانٹ دیتے ہیں۔ تو یہ جانا یقیناً وہی تفریح وحرام ہے۔ درمختار میں ہے الصید مباح الا للتلهي کما هو ظاهر۔ اسی طرح اشباہ وبزازیہ ومجمع الفتاوی وغنیہ ذوی الاحکام وتاتارخانیہ ودر المختار وغیرہا عامۂ اسفار میں ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبـــــــــــــــہ

بحمدن المصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۹۔ مکروہ برتن ۱۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس شعر کا مطلب جو شرع محمدی فصل اٹھائیسویں بیان مکروہات وضو میں ہے ؎

تیسرے تانبے کے برتن سے اگر
ہے وضو ناقص کرے گا جو بشر

یہ نہ معلوم ہوا کہ تانبے کے برتن سے کیوں وضو ناقص ہے؟ آج کل بہت شخص تانبے کے برتن لوٹے سے وضو کرتے ہیں۔ کیا ان سب کا وضو ناقص ہوتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب تانبے کے برتن سے وضو کرنا اس میں کھانا پینا سب بلاکراہت جائز ہے۔ وضو میں کچھ نقصان نہیں آتا۔ ہاں قلعی کے بعد چاہیے۔ بے قلعی

میں کھانا پینا مکروہ ہے کہ جسمانی ضرر کا باعث ہوتا ہے اور مٹی کا برتن تانبے سے افضل ہے۔ علماء نے وضو کے آداب و مستحبات سے شمار فرمایا کہ مٹی کے برتن سے ہو اور اس میں کھانا پینا بھی تواضع سے قریب تر ہے۔ ردّ المحتار میں فتح القدیر سے ہے:

منها (ای من اداب الوضوء) کون انیتہ من خزف۔

اس سے (یعنی وضو کے آداب سے برتنوں کا پختہ مٹی سے ہونا۔

اسی میں اختیار شرح مختار سے ہے:

اتخاذها (ای اوانی الاکل والشرب) من الخزف افضل اذ لا صرف فیہ ولا مخیلة وفی الحدیث من اتخذ اوانی بیتہ خزفا زارتہ الملٰئکة ویجوز اتخاذها من نحاس او رصاص۔

پکڑنا ان کا (یعنی کھانے پینے کے برتن) پختہ مٹی سے افضل ہیں کیونکہ اس میں کچھ خرچ بھی نہیں اور تکبر بھی نہیں اور حدیث میں ہے جو شخص گھر میں مٹی کے برتن استعمال کرے تو فرشتے اس کی زیارت کرتے ہیں۔ تانبے اور قلعی کے برتن بھی جائز ہیں۔

اسی میں ہے:

یکرہ الاکل فی النحاس غیر المطلی بالرصاص المذاب لانہ یدخل الصداء فی الطعام فیورث ضررا عظیما وما بعدہ فلا اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم۔

مکروہ ہے کھانا کھانا بغیر قلعی شدہ تانبے کے برتن میں کیونکہ وہ کھانے میں اپنا برا اثر ڈالتا ہے جس سے صحت پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ اور قلعی کرنے کے بعد وہ اثر زائل ہو جاتا ہے اھ ملخصاً اور اللہ تعالٰے خوب جانتا ہے۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبہ

محمد ن المصطفٰے صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم

مسئلہ شہداء کے بارے میں غلط عقیدہ

مسئلہ ۱۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ کیا فرماتے

ہیں علمائے اہل سنت اس صورت میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں درخت پر شہید مرد ہیں اور فلانے طاق میں شہید مرد رہتے ہیں اور اس درخت اور اس طاق کے پاس جاکر ہر جمعرات کو فاتحہ شیرینی اور چاول وغیرہ پر دلاتے ہیں۔ ہار لٹکاتے ہیں، لوبان سلگاتے ہیں، مرادیں مانگتے ہیں اور ایسا دستور اس شہر میں بہت جگہ واقع ہے۔ کیا شہید مردان درختوں اور طاقوں میں رہتے ہیں؟ اور یہ اشخاص حق پر ہیں یا باطل پر؟ جواب عام فہم مع دستخط کے تحریر فرمائیے۔ بینوا بالکتاب توجروا بالثواب۔

الجواب یہ سب واہیات وخرافات اور جاہلانہ حماقات وبطالات ہیں۔ ان کا ازالہ لازم۔ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتـــــــــــــــــــــــــــــــبہ

بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۔ والدین کے حقوق

ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ۔ اندریں مسئلہ کہ بعد فوت ہو جانے والدین کے اولاد کے اوپر کیا حق والدین کا رہتا ہے؟ بینوا بالکتاب توجروا بالثواب۔

الجواب (۱) سب سے پہلا حق بعد موت ان کے جنازہ کی تجہیز غسل، کفن نماز، دفن ہے اور ان کاموں میں ایسے سنن ومستحبات کی رعایت جس سے اُن کے لیے ہر خوبی وبرکت ورحمت ووسعت کی امید ہو۔

۲۔ ان کے لیے دعا واستغفار ہمیشہ کرتے رہنا۔ اس سے کبھی غفلت نہ کرنا۔

۳۔ صدقہ وخیرات واعمال صالحات کا ثواب انہیں پہنچاتے رہنا، حسب طاقت اس میں کمی نہ کرنا، اپنی نماز کے ساتھ اُن کے لیے بھی نماز پڑھنا، اپنے روزوں کے ساتھ ان کے واسطے بھی روزے رکھنا۔ بلکہ جو نیک کام کرے سب کا ثواب انہیں اور سب مسلمانوں کو بخش دینا کہ اُن سب کو ثواب پہنچ جائے گا اور اس

کے ثواب میں کمی نہ ہوگی بلکہ بہت ترقیاں پائے گا۔

(۴) ان پر کوئی قرض کسی کا ہو تو اس کے ادا میں حد درجہ کی جلدی و کوشش کرنا اور اپنے مال سے ان کا قرض ادا ہونے کو دونوں جہان کی سعادت سمجھنا۔ آپ قدرت نہ ہو تو اور عزیزوں قریبوں پھر باقی اہل خیر سے اس کے ادا میں امداد لینا۔

(۵) ان پر کوئی فرض رہ گیا ہو تو بقدر قدرت اس کے ادا میں سعی بجالانا۔ حج نہ کیا ہو تو خود ان کی طرف سے حج کرنا یا حج بدل کرانا۔ زکوٰۃ یا عشر کا مطالبہ ان پر رہا ہو تو اسے ادا کرنا۔ نماز یا روزہ باقی ہو تو اس کا کفارہ دینا۔ وعلیٰ ھذا القیاس ہر طرح ان کی براءت ذمہ میں جدوجہد کرنا۔

(۶) انہوں نے جو وصیت جائز شرعیہ کی ہو حتی الامکان اس کے نفاذ میں سعی کرنا۔ اگرچہ شرعاً اپنے اوپر لازم نہ ہو، اگرچہ اپنے نفس پر بار ہو۔ مثلاً وہ نصف جائداد کی وصیت اپنے کسی عزیز غیر وارث یا اجنبی محض کے لیے کر گئے تو شرعاً تہائی مال سے زیادہ بے اجازت ورثا نافذ نہیں۔ مگر اولاد کو مناسب ہے کہ ان کی وصیت مانیں اور ان کی خوشی پوری کرنے کو اپنی خواہش پر مقدم جانیں۔

(۷) ان کی قسم بعد مرگ بھی سچی ہی رکھنا۔ مثلاً ماں یا باپ نے قسم کھائی تھی کہ میرا بیٹا فلاں جگہ نہ جائے گا، یا فلاں سے نہ ملے گا، یا فلاں کام کرے گا، تو ان کے بعد یہ خیال نہ کرنا کہ اب تو وہ ہیں نہیں، ان کی قسم کا خیال نہیں بلکہ اس کا ویسا ہی پابند رہنا جیسا ان کی حیات میں رہتا جب تک کوئی حرج شرعی مانع نہ ہو اور کچھ قسم ہی پر موقوف نہیں ہر طرح کے امور جائزہ میں بعد مرگ بھی ان کی مرضی کا پابند رہنا۔

(۸) ہر جمعہ کو ان کی زیارت قبر کے لیے جانا، وہاں قرآن شریف ایسی آواز سے کہ وہ سنیں پڑھنا اور اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچانا۔ راہ میں جب کبھی ان کی قبر آئے بے سلام و فاتحہ نہ گزرنا۔

(۹) ان کے رشتہ داروں کے ساتھ عمر بھر نیک سلوک کیے جانا۔

(۱۰) ان کے دوستوں سے دوستی نباہنا، ہمیشہ ان کا اعزاز واکرام رکھنا۔

(۱۱) کبھی کسی کے ماں یا باپ کو برا کہہ کر جواب میں انہیں برا نہ کہلوانا۔

(۱۲) اور سب میں سخت تر وعام تر ومدام تر یہ حق ہے کہ کبھی کوئی گناہ کر کے انہیں قبر میں رنج نہ پہنچانا۔ اس کے سب اعمال کی ماں باپ کو خبر پہنچتی ہے۔ نیکیاں دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ان کا چہرہ فرحت سے دمکنے لگتا ہے اور گناہ دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں، ان کے قلب پر صدمہ پہنچتا ہے۔ ماں باپ کا یہ حق نہیں کہ قبر میں بھی انہیں رنج دیا جائے۔

اللہ غفور رحیم، عزیز کریم جل جلالہ، صدقہ اپنے حبیب رؤف ورحیم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا ہم سب مسلمانوں کو نیکیوں کی توفیق دے، گناہوں سے بچائے۔ ہمارے اکابر کی قبروں میں ہمیشہ نور وسرور پہنچائے، کہ وہ قادر ہے اور ہم عاجز، وہ غنی ہے اور ہم محتاج۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ونعم المولیٰ ونعم النصیر۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی الشفیع الرفیع الغفور الکریم الرؤف الرحیم سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ آمین۔ والحمد للہ رب العلمین۔

اب وہ حدیثیں جن سے فقیر نے یہ حق استخراج کیے ان میں سے بعض بقدر کفایت ذکر کردوں۔

حدیث نمبر ۱ کہ ایک انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے خدمت اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! ماں باپ کے انتقال کے بعد بھی کوئی طریقہ ان کے ساتھ نکوئی کا باقی ہے جسے میں بجا لاؤں؟ فرمایا:

نعم، اربعۃ: الصلاۃ علیہما والاستغفار لھما وانفاذ عھدھما من بعدھما واکرام

ہاں، چار باتیں ہیں: ان پر نماز اور ان کے لیے دعائے مغفرت اور ان کی وصیت نافذ کرنا، اور ان کے دوستوں کی بزرگداشت

صد یقهما وصلة الرحم التی لا رحم لك الا من قبلهما فهذا الذی بقی من برهما بعد موتهما۔

اور جو رشتہ صرف انہی کی جانب سے ہو نیک برتاؤ سے اس کا قائم رکھنا۔ یہ وہ نیکوئی ہے کہ ان کی موت کے بعد ان کے ساتھ کرنی باقی ہے۔

رواہ ابن النجار عن ابی اسید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع القصہ۔

ورواہ البیہقی فی سننہ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یبقی للولد من بر الوالد الا اربع، الصلوٰۃ علیہ والدعاء لہ وانفاذ عہدہ من بعدہ وصلۃ رحمہ واکرام صدیقہ۔

حدیث نمبر ۲ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

استغفار الولد لابیہ بعد الموت من البر۔

ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک سے یہ بات ہے کہ اولاد ان کے بعد ان کے لیے دعائے مغفرت کرے۔

رواہ ابن النجار عن ابی اسید مالك بن زرارۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث نمبر ۳ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اذا ترك العبد الدعاء للوالدین فانہ ینقطع عنہ الرزق۔

آدمی جب ماں باپ کے لیے دعا چھوڑ دیتا ہے اس کا رزق قطع ہو جاتا ہے۔

رواہ الطبرانی فی التاریخ والدیلمی عن انس بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

لہ ترجمہ: ہمیں اللہ کافی ہے اور اچھا کارساز ہے بہترین آقا اور بہترین مددگار ہے اور نہیں ہے طاقت اور قوت اللہ کے سوا کسی کو جو بلند و بالا ہے اور درود نازل فرمائے اللہ تعالیٰ شفیع اور بلند مغفرت کرنے والے کریم رؤف و رحیم ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب اور تمام امت پر آمین۔ تمام تعریف اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

حدیث نمبر ۵۰۴ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :-

اذا تصدق احدکم بصدقۃ	جب تم میں کوئی شخص نفل خیرات کرے
تطوعا فلیجعلھا عن ابویہ	تو چاہیے کہ اسے اپنے ماں باپ کی طرف سے
فیکون لھما اجرھا ولا ینقص	کرے کہ اس کا ثواب انہیں ملے گا اور اس کے
من اجرہ شیئا ۔	ثواب سے کچھ نہ گھٹے گا ۔

رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن عساکر عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنھما ۔ ونحوہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن معاویۃ بن حیدۃ القشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

حدیث نمبر ۶ کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! میں اپنے ماں باپ کی زندگی میں ان کے ساتھ نیک سلوک کرتا تھا۔ اب وہ مرگئے۔ ان کے ساتھ نیک سلوک کی کیا راہ ہے؟ فرمایا:

ان من البر بعد الموت ان تصلی	بعد مرگ نیک سلوک یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے
لھما مع صلوٰتک وتصوم لھما	ساتھ ان کے لیے نماز پڑھے اور اپنے روزوں
مع صیامک ۔ رواہ الدارقطنی	کے ساتھ ان کے لیے روزے رکھے ۔

یعنی جب اپنے ثواب ملنے کے لیے کچھ نفل نماز پڑھے یا روزے رکھے تو کچھ نفل نماز ان کی طرف سے انہیں ثواب پہنچنے کو بھی بجالا۔ یا نماز روزہ جو عمل نیک کرے ساتھ ہی انہیں ثواب پہنچنے کی بھی نیت کرے کہ انہیں بھی ملے گا اور تیرا بھی کم نہ ہوگا ۔

کما مر ولفظ مع یحتمل الوجھین بل ھٰذا الصق بالمیتہ محیط ۔ پھر تاتارخانیہ پھر

۱؎ ترجمہ عربی عبارت بقیہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماں باپ کے مرنے کے بعد اولاد پر چار حق باقی رہتے ہیں۔ اول نماز کا ثواب۔ دوسرے ان کے لیے دعا۔ تیسرے ان کے وعدوں کو پورا کرنا۔ چوتھے صلہ رحمی اور ان کے دوستوں کی تعظیم کرنا ۔

ردالمختار میں ہے: الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانها تصل الیهم ولا ینقص من اجره شئ ۔

ترجمہ: اس شخص کے لیے بہتر یہ ہے جو نفلی صدقہ دے کہ تمام مومنین مومنات کی نیت کرے تو اس سے ان سب کو ملے گا اور اس کے حصہ سے کچھ کم نہ ہوگا ۔

حدیث نمبر۷ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالے علیہ وسلم :

من حج عن والدیه او قضی عنهما مغرما بعثه الله یوم القیمة مع الابرار ۔

جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے یا ان کا قرض ادا کرے روز قیامت نیکوں کے ساتھ اُٹھے ۔

رواہ الطبرانی فی الاوسط والدارقطنی فی السنن عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه ۔

حدیث نمبر۸ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اسی ہزار قرض تھے۔ وقتِ وفات اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلا کر فرمایا :

بع فیها اموال عمر فان وفت والا فسل بنی عدی فان وفت والا فسل قریشا ولا تعدهم ۔

میرے دین میں اول میرا مال بیچنا، اگر کافی ہو جائے فبہا ورنہ میری قوم بنی عدی سے مانگ کر پورا کرنا اگر یوں بھی پورا نہ ہو تو قریش سے مانگنا اور ان کے سوا اوروں سے سوال نہ کرنا ۔

پھر صاحبزادہ موصوف سے فرمایا اضمنها تم میرے قرض کی ضمانت کر لو۔ وہ ضامن ہوگئے اور امیر المومنین کے دفن سے پہلے اکابر انصار و مہاجرین کو گواہ کر لیا کہ وہ اسی ہزار مجھ پر ہیں۔ ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ عبداللہ رضی اللہ تعالے عنہ نے وہ سارا قرض ادا فرما دیا ۔

رواہ ابن سعد فی الطبقات عن عثمان بن عروة ۔

حدیث نمبر۹ قبیلہ جہینہ سے ایک بی بی رضی اللہ تعالے عنہا نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ میری ماں نے حج کرنے

کی منت مانی تھی وہ ادا نہ کر سکیں اور ان کا انتقال ہو گیا۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا:

نعم حجی عنها ارأیت لو کان علی امك دین اکنت قاضیة اقضوا اللہ فاللہ احق بالوفاء۔ رواہ البخاری عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

ہاں اس کی طرف سے حج کر۔ بھلا دیکھ تو اگر تیری ماں پر کوئی دین ہوتا تو تو ادا کرتی یا نہیں یوں ہی خدا کا دین ادا کرو کہ وہ زیادہ ادا کا حق رکھتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۰ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا حج الرجل عن والدیه تقبل منه ومنهما واستبشر به ارواحهما فی السماء وکتب عند اللہ برا۔ رواہ الدارقطنی عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنه۔

انسان جب اپنے والدین کی طرف سے حج کرتا ہے، وہ حج اس کی طرف سے اور ان سب کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے اور ان کی روحیں آسمان میں اس سے شاد ہوتی ہیں اور یہ شخص اللہ عزوجل کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا لکھا جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من حج عن ابیه او عن امه فقد قضی عنه حجته وکان له فضل عشر بحجج۔

جو اپنی ماں یا باپ کی طرف سے حج کرے ان کی طرف سے حج ادا ہو جائے اور اسے دس حج کا ثواب زیادہ ملے۔

رواہ الدارقطنی عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنهما۔

حدیث نمبر ۱۲ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من حج عن والدیه بعد وفاتهما کتب اللہ له عتقا من النار وکان للمحجوج عنهما اجر حجة تامة من غیر ان ینقص من اجورهما۔

جو اپنے والدین کے بعد ان کی طرف سے حج کرے اللہ تعالٰی اس کے لیے دوزخ سے آزادی لکھے اور ان دونوں کے واسطے پورے حج کا ثواب ہو جس میں اصلا کمی نہ ہو۔

شئ۔ رواہ الاصبہانی فی الترغیب والبیہقی فی الشعب عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث نمبر ۱۳ کہ فرماتے صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم:

من بر قسمهما وقضی دینهما	جو شخص اپنے ماں باپ کے بعد اُن کی قسم سچی کرے
ولم یستعب لهما کتب بارا	اور اُن کا قرض اُتارے اور کسی کے ماں باپ کو
وان کان عاقا فی حیاته ومن	بُرا کہہ کر انہیں بُرا نہ کہلوائے وہ والدین کے
لم یبر قسمهما وبقض دینهما	ساتھ نکوکار لکھا جائے اگرچہ ان کی زندگی میں
واستسب لهما کتب عاقا	نافرمان تھا اور جو ان کی قسم پوری نہ کرے
وان کان بارا فی حیاته۔ رواه	اور اُن کا قرض نہ اُتارے اور اُن کے والدین
الطبرانی فی الاوسط عن عبدالرحمن	کو بُرا کہہ کر انہیں بُرا کہلوائے وہ عاق لکھا
بن سمرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	جائے اگرچہ ان کی حیات میں نکوکار تھا۔

حدیث نمبر ۱۴ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

من زار قبر ابویه اواحدهما	جو اپنے ماں باپ دونوں یا ایک کی قبر پر
فی کل یوم جمعة مرة غفر اللہ له وکتب	ہر جمعہ کے دن زیارت کو حاضر ہو اللہ تعالیٰ
برا۔ رواه الامام الترمذی العارف باللہ	اس کے گناہ بخش دے اور ماں باپ کے ساتھ اچھا

الحکیم۔ فی نوادر الاصول عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ برتاؤ کرنے والا لکھا جائے۔

حدیث نمبر ۱۵ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من زار قبر والدیه اواحدهما	جو شخص روز جمعہ اپنے والدین یا ایک کی
یوم الجمعة فقرء عنده یٰس	زیارت قبر کرے اور اس کے پاس یٰس
غفر له۔ رواه ابن عدی عن	پڑھے بخش دیا جائے۔

الصدیق الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

وفی لفظ من زار قبر والدیه	جو ہر جمعہ والدین یا ایک کی زیارت قبر کرے
اواحدهما فی کل جمعة فقرء	وہاں یٰس پڑھے یٰس شریف میں جتنے حرف

عندہ بیس غفراللہ لہ بعدد کل حرف منہما۔ | ہیں ان سب کی گنتی کی برابر اللہ تعالیٰ اس کے لیے مغفرتیں فرمائیں۔

رواہ ھو والخلیلی وابوشیخ والدیلمی وابن النجار والرافعی وغیرھم عن ام المؤمنین الصدیقۃ عن ابیھما الصدیق الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنھما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حدیث نمبر ۱۶ | کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من زار قبر ابویہ او احدھما احتسابا کان کعدل حجۃ مبرورۃ ومن کان زوارا لھما زارت الملٰئکۃ قبرہ۔ | جو بہ نیت ثواب اپنے والدین دونوں یا ایک کی زیارت قبر کرے حج مقبول کے برابر ثواب پائے اور جو بکثرت ان کی زیارت قبر کیا کرتا ہو، فرشتے اس کی قبر کی زیارت کو آئیں۔

رواہ الامام الترمذی الحکیم وابن عدی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

امام ابن الجوزی محدث کتاب عیون الحکایات میں بسند خود محمد ابن العباس دراق سے روایت فرماتے ہیں۔ ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ سفر کو گیا۔ راہ میں باپ کا انتقال ہو گیا۔ وہ جنگل درختانِ مقل یعنی گوگل کے پیڑوں کا تھا۔ ان کے نیچے دفن کر کے بیٹا جہاں جانا تھا چلا گیا جب پلٹ کر آیا، اس منزل میں رات کو پہنچا۔ باپ کی قبر پر نہ گیا ناگاہ سنا کہ کوئی کہنے والا یہ اشعار کہہ رہا ہے ؎

رأیتک تطوی الدو لیلا ولا تری | علیک لاھل الدو ان تتکلما
وبالدو ثاو لو ثویت مکانہ | ومر باھل الدو عاد فسلما

ترجمہ: میں نے تجھے دیکھا کہ رات میں اس جنگل کو طے کرتا ہے اور وہ جوان پیڑوں میں ہے اس سے کلام کرنا اپنے اوپر لازم نہیں جانتا۔ حالانکہ ان درختوں میں وہ مقیم ہے کہ اگر تو اس کی جگہ ہوتا اور وہ یہاں گزرتا تو وہ راہ سے پھر کر آتا اور تیری قبر پر سلام کرتا۔

حدیث نمبر ۱۷ | کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من احب ان یصل اباہ فی قبرہ | جو چاہے کہ باپ کی قبر میں اس کے ساتھ

فلیصل اخوان ابیہ من بعدہ۔ رواہ ابو یعلی وابن حبان عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حسن سلوک کرے وہ باپ کے بعد اس کے عزیزوں دوستوں سے نیک برتاؤ رکھے۔

حدیث نمبر ۱۸ | کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

من البران تصل صدیق ابیك۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

باپ کے ساتھ نیکوکاری سے یہ ہے کہ تو اس کے دوست سے اچھا برتاؤ رکھے۔

حدیث نمبر ۱۹ | فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ان ابر البران یصل الرجل اھل ذی ابیہ بعد ان یولی الاب رواہ الائمۃ احمد والبخاری۔

بیشک باپ کے ساتھ نکوکاریوں سے بڑھ کر یہ نکوکاری ہے کہ آدمی باپ کے پیٹھ دینے کے بعد اس کے دوستوں سے اچھی روش پر رہتا ہے

فی ادب المفرد ومسلم فی صحیحۃ وابو داؤد والترمذی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حدیث نمبر ۲۰ | کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

احفظ وُدَّ ابیك لا تقطعہ فیطفئ اللہ نورك۔

اپنے باپ کی دوستی پر نگاہ رکھ اسے قطع نہ کرنا کہ اللہ تیرا نور بجھا دے گا۔

رواہ البخاری فی الادب المفرد والطبرانی فی الاوسط والبیھقی فی الشعب عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حدیث نمبر ۲۱ | کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:۔

تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس علی اللہ تعالیٰ وتعرض علی الانبیاء وعلی الآباء والامھات یوم الجمعۃ فیفرحون بحسناتھم

ہر دو شنبہ و پنجشنبہ کو اللہ عزوجل کے حضور اعمال پیش ہوتے ہیں اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ماں باپ کے سامنے ہر جمعہ کو۔ وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں

وتزداد وجوههم بیاضا و اشراقا فاتقوا اللہ ولا تؤذوا امواتکم۔ رواہ الامام الحکیم عن والد عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اور اُن کے چہروں کی صفائی و تابش بڑھ جاتی ہے تو اللہ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو اپنے گناہوں سے رنج نہ پہنچاؤ۔

بالجملہ والدین کا حق وہ نہیں کہ انسان اس سے کبھی عہدہ برآ ہو وہ اس کے حیات و وجود کے سبب ہیں۔ تو جو کچھ نعمتیں دینی و دنیوی پائے گا سب انہیں کے طفیل میں ہوئیں کہ ہر نعمت و کمال وجود پر موقوف ہے اور وجود کے سبب وہ ہوئے۔ تو صرف ماں یا باپ ہونا ہی ایسے عظیم حق کا موجب ہے جس سے بری الذمہ کبھی نہیں ہو سکتا نہ کہ اس کے ساتھ اس کی پرورش میں ان کی کوششیں، اس کے آرام کے لیے ان کی تکلیفیں، خصوصاً پیٹ میں رکھنے، پیدا ہونے، دودھ پلانے میں ماں کی اذیتیں، ان کا شکر کہاں تک ادا ہو سکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ اس کے لیے اللہ جل وعلیٰ و رسول صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے سائے اور ان کی ربوبیت و رحمت کے مظہر ہیں۔ ولہٰذا قرآن عظیم میں جل جلالہ نے اپنے حق کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا کہ:

اَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ۔ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

حدیث میں ہے، ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! ایک راہ میں ایسے گرم پتھروں پر کہ اگر گوشت کا ٹکڑا ان پر ڈالا جاتا کباب ہو جاتا، چھ میل تک اپنی ماں کو اپنی گردن پر سوار کر کے لے گیا ہوں، کیا اب میں نے اس کے حقوق ادا کر دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لعلہ ان یکون بطلقۃ واحدۃ۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط عن بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

تیرے پیدا ہونے میں جس قدر دردوں کے جھٹکے اس نے اٹھائے ہیں، شاید یہ ان میں ایک جھٹکے کا بدلہ ہو سکے۔

اللہ عزوجل عقوق سے بچائے اور ادائے حقوق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

امین برحمتك یا ارحم الراحمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا

محمد و آلہ وصحبہ اجمعین - امین - والحمد للہ رب العلمین -

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتـــــــــــــــــــــــبہ

محمد ن المصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۴ نماز وتر میں قل ہو اللہ پڑھنا ۱۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص نماز وتر کی تیسری رکعت میں بعد الحمد و قل کے تکبیر کہہ کر دعا قنوت کے بدلے میں تین بار قل ہو اللہ شریف پڑھ لیتا ہے اور دعا قنوت اس کو نہیں آتی ہے۔ پس اس کی نماز وتر صحیح ہو جایا کرے گی؟ جواب عام فہم عطا فرمائیے۔ بینوا مفصلا توجروا کثیرا۔

الجواب نماز صحیح ہو جانے میں تو کلام نہیں۔ نہ یہ سجدہ سہو کا محل کہ سہواً کوئی واجب ترک نہ ہوا۔ دعا قنوت اگر یاد نہیں یاد کرنی چاہیے کہ خاص اس کا پڑھنا سنت ہے اور جب تک یاد نہ ہو۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ؁	اے ہمارے رب! ہم کو دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی دے ہم کو آگ کے عذاب سے بچا۔

پڑھ لیا کرے۔ یہ بھی یاد نہ ہو تو اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ۔ تین بار کر لیا کرے۔ یہ بھی نہ آئے تو صرف یَا رَبِّ تین بار کہہ لے، واجب ادا ہو جائے گا۔ یا یہ کہ قُلْ ھُوَ اللہ۔ شریف پڑھنے سے بھی یہ واجب ادا ہوا یا نہیں کہ اتنے دنوں کے وتر کا اعادہ لازم ہو۔ ظاہر ہے کہ ادا ہو گیا کہ وہ ثنا ہے اور ہر ثناء دعا ہے۔

بل قال العلامۃ القاری وغیرہ من العلمآء کل دعاء ذکر و کل ذکر دعآء وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل الدعآء	بلکہ کہا علامہ قاری وغیرہ علماء نے ہر دعا ذکر ہے اور ہر ذکر دعا ہے اور تحقیق فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے افضل دعا الحمد للہ ہے۔ روایت کیا اس کو

الحمد لله رواہ الترمذی وحسنہ النسائی وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم وصححہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما ھذا اولیعرد واللہ تعالٰی اعلم۔

ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے اور حسن کہا اور حاکم نے اسے صحیح کہا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔ اسے یاد رکھو اور محفوظ رکھو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبــــــــــــــــہ

محمدن المصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

مسئلہ ۱۳ پتنگ اُڑانے کی حرمت

۱۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۲ھ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ کن کیا اُڑانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی ڈور لوٹنا درست ہے یا نہیں؟ اگر اس کی ڈور لوٹی ہوئی سے کپڑا سلوا کر نماز پڑھے تو اس کی نماز میں کوئی خلل تو واقع نہ ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب کن کیا اُڑانا لہو لعب ہے اور لہو ناجائز ہے حدیث میں ہے۔

کل لھو المسلم حرام الا فی ثلث۔

مسلم کے لیے کھیل کی چیزوں میں سے سوائے تین چیزوں کے سب حرام ہیں۔

ڈور لوٹنا نہبی ہے اور نہبی حرام ہے۔

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن النھبی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹنے سے منع فرمایا۔

لوٹی ہوئی ڈور کا مالک اگر معلوم ہو تو فرض ہے اسے دے دی جائے اگر نہ دی اور بغیر اس کی اجازت کے اس سے کپڑا سیا تو اس کپڑے کا پہننا حرام ہے۔ اسے پہن کر نماز مکروہ تحریمی ہے جس کا پھیرنا واجب ہے۔

للاشتمال علی المحرم کالصلوٰۃ فی ارض مغصوبۃ۔

حرام شامل ہونے کی وجہ سے جیسے غصب کی ہوئی جگہ پر نماز پڑھنا۔

اور اگر مالک نہ ہو تو وہ لقطہ ہے یعنی پڑی پائی چیز۔ واجب ہے کہ اسے مشہور کیا جائے یہاں تک کہ مالک کے ملنے کی امید قطع ہو۔ اس وقت اگر یہ شخص غنی ہے تو فقیر کو دیدے اور فقیر ہے تو اپنے صرف میں لا سکتا ہے۔ پھر جب مالک ظاہر ہو اور فقیر کے صرف میں آنے پر راضی نہ ہو تو اپنے پاس سے اس کا تاوان دینا ہوگا۔ کما ھو معروف فی الفقہ من حکم اللقطۃ۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

(جیسا کہ لقطہ کے بارے میں فقہ کا حکم معروف مشہور ہے۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبـــــــــــہ

بمحمدن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۴۱۔ کتے، کبوتر، بٹیر اور مرغ بازی کے بارے میں شرعی حکم

۲ ربیع الآخر شریف سنہ ۱۳۲ھ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ کتا پالنا جائز ہے یا نہیں؟ اور کبوتر پالنا بلا اڑانے کے و بٹیر بازی و مرغ بازی و شکرا باز پالنا اور ان سے شکار پکڑوانا اور کھانا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب شکرا و باز پالنا درست ہے اور ان سے شکار کرانا اور اس کا کھانا بھی درست ہے لقولہ تعالیٰ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ الآیۃ۔ یہ ضرور ہے کہ شکار غذا یا دوا یا کسی نفع کی غرض سے ہو، محض تفریح ولہو ولعب نہ ہو، ورنہ حرام ہے۔ یہ گنہگار ہوگا اگرچہ ان کا مارا ہوا جانور جبکہ وہ تعلیم پا گئے ہوں اور بسم اللہ کہہ کر چھوڑا ہوا حلال ہو جائے گا۔

فان حرمۃ الارسال بنیۃ اللھو لاینافی کونہ ذکاۃ شرعیۃ کمن سمی اللہ تعالیٰ وضرب الغنم من قفاہ حرم الفعل وحل الاکل۔

پس کھیل کی نیت سے شکاری جانور کو شکار پر چھوڑنے کی حرمت اس کے ذبح شرعی ہونے کے منافی نہیں جیسے کوئی اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اور بھیڑ کو اس کی گدی طرف سے مارے تو یہ فعل حرام ہے اور کھانا حلال ہے۔

بیٹر بازی، مرغ بازی اور اسی طرح ہر جانور کا لڑانا جیسے لوگ مینڈھے لڑاتے ہیں، لال لڑاتے ہیں، یہاں تک کہ حرام جانوروں مثلاً ہاتھیوں، بچھیوں کا لڑانا بھی سب مطلقاً حرام ہے کہ بلا وجہ بے زبانوں کی ایذا ہے۔ حدیث میں ہے۔

نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم عن التحریش بین البھائم۔ اخرجہ ابوداؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما وقال الترمذی حسن صحیح۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جانوروں کے لڑانے سے منع فرمایا۔

کبوتر پالنا جبکہ خالی دل بہلانے کے لیے ہو اور کسی امر ناجائز کی طرف مودی نہ ہو جائز ہے اور اگر چھتوں پر چڑھ کر اڑائے کہ مسلمانوں کی عورات پر نگاہ پڑے۔ یا ان کے اڑانے کو کنکریاں پھینکے جو کسی کا شیشہ توڑیں، کسی کی آنکھ پھوڑیں، یا پرائے کبوتر پکڑے یا ان کا دام بڑھاتے اور اپنا تماشا ہونے کے لیے دن بھر انہیں بھوکا اُڑائے جب اترنا چاہیں نہ اترنے نہ دے، تو ایسا پالنا حرام ہے۔ در مختار میں ہے۔

ویکرہ (یکرہ امساک الحمامات) ولوفی برجھا ان کان یضر بالناس) بنظر او جلب فان کان یطیرھا فوق السطح مطلقا علی عورات المسلمین ویکسر زجاجات الناس برمیة تلک الحمامات عزر ومنع اشد المنع فان لم یمتنع ذبحھا المحتسب) واما للاستئناس فمباح اھ باختصار۔	اور مکروہ ہے (مکروہ ہے بند رکھنا کبوتروں کا، اگرچہ ان کے برجوں میں ہو (اگر لوگوں کو ضرر ہوتا ہو) اگر یہ ضرر بوجہ نظر کے ہو، یا دوسروں کے کبوتر کھینچنے سے۔ پس اگر چھت پر اڑاتا ہو جس سے مسلمان عورتوں کی بے پردگی ہوتی ہو اور کبوتروں کی کنکریاں پھینکے لوگوں کے شیشے ٹوٹتے ہوں تو اڑانے والے پر تعزیر کی جائے گی اور سختی سے منع کیا جائیگا اگر نہ رکے تو اُن انہیں ذبح کر دے اگر اڑانے کے لیے نہ ہوں بلکہ صرف کبوتروں کے ساتھ اُنس کی وجہ سے تو یہ مباح ہے۔ اھ باختصار۔

صحیح بخاری وغیرہ میں عبداللہ بن عمر اور صحیح ابن حبان میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ

عنہم سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

دخلت النار مرأۃ فی ھرۃ ربطھا	ایک عورت دوزخ میں گئی ایک بلی کے
فلم تطعمھا تاکل من	سبب کہ اسے باندھ رکھا تھا نہ آپ کھلادیا
خشاش الارض۔	نہ چھوڑا کہ زمین کے چوہے وغیرہ کھالیتی۔

ابن حبان کی حدیث میں ہے فھی تنھش قبلھا و دبرھا۔ (وہ بلی دوزخ میں اس عورت پر مسلط کی گئی ہے کہ اس کا آگا پیچھا دانتوں سے نوچ رہی ہے)

ایک حدیث میں حکم ہے کہ جو جانور پالو دن میں ستر بار اسے دانہ پانی دکھاؤ۔ نہ کہ گھنٹوں پہروں بھوکا پیاسا رکھو اور نیچے آنا چاہے تو آنے نہ دو۔ علماء فرماتے ہیں جانور پر ظلم کافر ذمی پر ظلم سے سخت تر ہے اور کافر ذمی پر ظلم مسلمان پر ظلم سے اشد ہے۔ کما فی دُرّالمختار وغیرہ۔ اور اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الظلم ظلمات یوم القیمۃ۔	ظلم ظلمتیں ہوگا قیامت کے دن

اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ۔	سن لو! اللہ کی لعنت ہے ظلم کرنے والوں پر

کتا پالنا حرام ہے۔ جس گھر میں کتا ہو اس میں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا۔ روز اس شخص کی نیکیاں گھٹتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لاتدخل الملئکۃ بیتا فیہ	فرشتے نہیں آتے اس گھر میں جس میں
کلب ولاصورۃ (رواہ احمد)	کتا یا تصویر ہو۔

والشیخان والترمذی والنسائی وابن ماجۃ عن ابی طلحۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم:

من اقتنی کلبا الا کلب ماشیۃ	جو کتا پالے مگر گلے کا کتا یا شکاری روز اس
اوضاریا نقص من عملہ کل یوم	کی نیکیوں سے دو قیراط کم ہوں (ان قیراطوں
قیراطان۔ رواہ احمد و	کی مقدار اللہ و رسول جانیں جل جلالہ و
الشیخان والترمذی و	صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

النسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

تو صرف دو قسم کے کتے اجازت میں رہے: ایک شکاری جسے کھانے یا دوا وغیرہ منافع صحیحہ کے لیے شکار کی حاجت ہو، نہ شکار تفریح کہ وہ خود حرام ہے۔ دوسرا وہ کتا جو گلے یا کھیتی یا گھر کی حفاظت کے لیے پالا جائے۔ جہاں حفاظت کی سچی حاجت ہو۔ ورنہ اگر مکان میں کچھ نہیں کہ چور لیں۔ یا مکان محفوظ جگہ ہے کہ چور کا اندیشہ نہیں۔ غرض جہاں یہ اپنے دل سے خوب جانتا ہو کہ حفاظت کا بہانہ ہے۔ اصل میں کتے کا شوق ہے وہاں جائز نہیں۔ آخر آس پاس کے گھر والے بھی اپنی حفاظت ضروری سمجھتے ہیں، اگر بے کتے کے حفاظت نہ ہوتی تو وہ بھی پالتے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں حیلے نہ نکالے کہ وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتـــــــــــــــــــــــبہ

بمحمدن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ۔ کتے کا پکڑا ہوا شکار

۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کتے کا پکڑا ہوا شکار مسلمان کھا سکتا ہے یا نہیں؟ ایک خرگوش کو کتے نے اس طرح پکڑا ہے کہ اُس کے دانت خرگوش کے جسم میں پیوستہ ہو گئے ہیں اور بہت سا جسم اس کا چبا ڈالا ہے کہ خرگوش کے جسم میں خون جاری ہے۔ ابھی جان باقی ہے۔ پس اس کو ذبح کر کے کھا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب اگر مسلمان یا کتابی عاقل نے کہ احرام میں نہ ہو بسم اللہ کہہ کر تعلیم یافتہ کتے کو جو شکار کر کے مالک کے لیے چھوڑ دیا کرے، خود نہ کھانے لگے، غیر حرم کے حلال جانور وحشی پر جو اپنے پروں یا پاؤں کی طاقت سے اپنے بچاؤ پر قادر تھا چھوڑا اور کتا اس کے چھوڑنے سے سیدھا شکار پر گیا، یا اس کے پکڑنے کی تدبیریں مصروف ہوا، بیچ میں اور طرف مشغول یا غافل ہو گیا اور اس نے شکار کو زخمی کر کے مار ڈالا، یا ایسا مجروح کر دیا کہ اس میں اتنی

ہی حیات باقی ہے جتنی مذبوح میں ہوتی ہے کہ کچھ دیر تڑپ کر ٹھنڈا ہو جائے گا[۱۲] اور
کتے کے چھوڑنے میں کوئی کافر، مجوسی یا بت پرست یا ملحد یا مرتد جیسے آج کل کے اکثر
نصاریٰ اور رافضی، اور عام نیچری وغیرہ ہم خلاصہ یہ کہ مسلمان یا کتابی کے سوا کوئی شریک
نہ تھا۔ نہ شکار[۱۳] کے قتل میں کتے کی شرکت کسی دوسرے کتے ناتعلیم یافتہ یا سگ نیچری یا اور کسی
ننے جانور کی جس کا شکار ناجائز ہو اور چھوڑنے[۱۴] والا چھوڑنے کے وقت سے شکار پانے
تک اسی طرف متوجہ رہا بیچ میں کسی دوسرے کام مشغول نہ ہوا تو وہ جانور بے ذبح حلال
ہو گیا اور ان چودہ شرطوں سے ایک بھی کمی ہو اور جانور بے ذبح مر جائے تو حرام ہو جائے
گا۔ ورنہ حرم کا شکار تو ذبح سے بھی حلال نہیں ہوتا۔ باقی صورتوں میں ذبح شرعی سے حلال
ہو جائے گا۔ تنویر الابصار و در مختار و رد المحتار میں ہے۔

(الصید مباح بخمسة عشر	شکار پندرہ شرطوں کے ساتھ مباح ہے پانچ
شرطا) خمسة فی الصائد و	شرطیں شکاری میں ہوں گی وہ یہ ہیں کہ (۱)
هو ان یکون من اهل الذکاة و	شکاری ذبح کا اہل ہو (۲) شکاری جانور
ان یوجد منه الارسال وان	اسی نے چھوڑا ہو (۳) اور اس کے اس
لایشارکه فی الارسال من	فعل میں کوئی ایسا آدمی شریک نہ ہو جس کا
لایحل صیده وان لایترك	شکار حلال نہ ہو (۴) جان بوجھ کر بسم اللہ
التسمیة عامدا وان لایشتغل	ترک نہ کی ہو (۵) شکاری جانور چھوڑنے کے
بین الارسال والاخذ بعمل	بعد سے شکار پکڑنے تک کسی اور فعل میں
اٰخر وخمسة فی الکلب ان	مشغول نہ ہوا ہو اور پانچ شرطیں کتے میں
یکون معلما وان یذهب	ہیں (۱) کتا سیکھا ہوا ہو (۲) اور چھوڑنے
علی سنن الارسال وان لایشارکه	کے بعد سیدھا شکار ہی کی طرف گیا ہو
فی الاخذ مالایحل صیده وان	(۳) شکار پکڑنے میں کوئی ایسا کتا شریک
یقتله جرحا وان لایاکل منه	نہ ہوا ہو جس کا شکار حلال نہ ہو (۴) شکار
وخمسة فی الصید ان لایکون	کو زخمی کر کے قتل کرے (۵) اس سے کتا

من الحشرات وان لا یکون عن نبات الماء الا السمك وان یمنع نفسه بجناحیه او قوائمه وان لا یکون مقتوتا بنابه او بمخلبه وان یموت بهذا قبل ان یصل الی ذبحه اھ۔ قلت ومعنی قوله ان یموت ای حقیقة او حکما بان لا یبقی فیه حیاة فوق المذبوح کما نص علیه فی الدر وصححه المحشی۔

خود ذکھائے پانچ شرطیں شکار میں ہیں۔ (۱) حشرات الارض میں سے نہ ہو (۲) مچھلی کے علاوہ کوئی اور آبی جانور نہ ہو (۳) وہ جانور اپنے پروں یا پاؤں کی طاقت سے اپنا بچاؤ کر سکتا ہو (۴) وہ جانور اپنے پنجے یا کیلے کے ساتھ غذا حاصل نہ کرتا ہو (۵) اور شکاری کے ذبح کرنے سے پہلے ہی مرگیا ہو اھ میں نے کہا ہے قول اس کا کہ مر جائے یعنی حقیقۃً مر جائے یا حکماً یعنی اس میں اتنی ہی زندگی باقی ہو جتنی مذبوح جانور میں ہوتی ہے۔ جیسا کہ دُر میں اس کی تصریح ہے محشی نے اسے ترجیح دی ہے۔

انہیں میں ہے:۔

شرط کون الذابح مسلما حلالا خارج الحرم ان کان صیدا فصید الحرم لا تحله الذکاة مطلقا او کتابیا ولو مجنونا اھ در ملخصا والمراد به المعتوه کما فی العنایة عن النهایة لان المجنون لا قصد له ولا نیة لان التسمیة شرط بالنص وهی بالقصد وصحة القصد بما ذکرنا یعنی قوله اذا کان یعقل التسمیة والذبیحة

شرط ذبح کرنیوالا مسلمان غیر محرم اور شکار حرم کے باہر ہو۔ پس حرم کے شکار کا ذبح کرنا جائز نہیں مطلقاً اگرچہ ذبح کرنیوالا کتابی یا مجنون ہو اھ۔ دُر ملخصاً۔ مجنون سے مراد ضعیف العقل ہے۔ جیسا کہ عنایہ میں ہے نہایہ سے۔ کیونکہ مجنون کا تو قصد اور نیت ہی نہیں ہوتی چونکہ بسم اللہ پڑھنا ذبح کے لیے نص (آیت) سے شرط ہے اور وہ قصد کے ساتھ ہو سکتی ہے اور صحت قصد کیسا تھ وہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے یعنی قول اس کا وقت سمجھتا ہو بسم اللہ اور

ویضبط اھ ش ذبح کر پاؤ رکھا ہو۔

ان سب شرائط کے ساتھ جس خرگوش کو کتے نے مارا مطلقاً حلال ہے اور اگر ہنوز مذبوح سے زیادہ زندگی باقی ہے تو بعد ذبح حلال ہے۔ اس کے دانت جسم میں پیوستہ ہو جاتا وجہ ممانعت نہیں ہو سکتا۔ قرآن عظیم نے اس کا شکار حلال فرمایا اور شکار بے زخمی کیے نہ ہوگا اور زخمی جبھی ہوگا کہ اس کے دانت اس کے جسم کو شق کر کے اندر داخل ہوں اور یہ خیال کہ اس صورت میں اس کا لعاب کہ ناپاک ہے شکار کے بدن کو نجس کرے گا دو وجہ سے غلط ہے اولاً شکار حالت غضب میں ہوتا ہے اور غضب کے وقت اس کا لعاب خشک ہو جاتا ہے۔

ولذا فرق جمع من العلماء	اور اسی لیے علماء کی ایک جماعت نے فرق بتایا ہے
فی اخذہ طرف الثوب	کتے کے پیار اور غضب سے کپڑا پکڑنے میں پیار
ملاطفا فینجس او غضبان	سے کپڑا پکڑا تو ناپاک ہوگا اور غصہ سے پکڑا
فلا۔	پاک رہے گا۔

ثانیاً اگر لعاب لگا بھی تو آخر جسم سے خون بھی نکلے گا، وہ کب پاک ہے؟ جب اس سے طہارت حاصل ہو گی اس سے بھی ہو جائے گی۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبـــــــــــــــــہ

محمدن المصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

مسئلہ [16] نمازی کے آگے سے گزرنا

۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت اس صورت میں کہ نمازی کے آگے سے نکلنے والا گناہ گار ہوتا ہے یا نہیں؟ اور اس کی نماز میں تو کوئی خلل واقع نہیں ہوتا؟ اور نمازی کے آگے سے کس قدر دور تک گزرنا نہ چاہیے؟

الجواب نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ نکلنے والا گنہگار ہوتا ہے۔ نماز اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں پڑھتا ہو تو صرف موضع سجود تک نکلنے کی اجازت نہیں۔ اس سے باہر نکل سکتا ہے۔ موضع سجود کے یہ معنی کہ آدمی جب قیام میں اہل خشوع و خضوع کی طرح اپنی نگاہ خاص جائے

سجود پر یعنی جہاں سجدہ میں اس کی پیشانی ہوگی تو نگاہ کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے روک نہ ہو تو جہاں جما ہے وہاں سے کچھ آگے بڑھتی ہے۔ جہاں تک آگے بڑھ جائے وہ سب موضع سجود ہے۔ اس کے اندر نکلنا حرام ہے اور اس سے باہر جائز۔ درمختار میں ہے۔

مرورا فی الصحراء او فی مسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح او مرورہ بین یدیہ الی حائط القبلۃ فی بیت ومسجد صغیر فانہ کبقعۃ واحدۃ۔

گزرنا گزرنے والے کا جنگل میں یا بڑی مسجد میں اس کے سجدہ کی جگہ سے اصح میں اور یہ کہ گزرنا اس کا نمازی کے آگے سے قبلہ کی سمت والی دیوار تک گھر میں اور چھوٹی مسجد میں کیونکہ وہ ایک ہی جگہ ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

قولہ بموضع سجودہ ای من موضع قدمہ الی موضع سجودہ کما فی الدرر وھذا مع القیود التی بعدہ انما ھو للاثم والا فالفساد منتف مطلقا قولہ فی الاصح صححہ التمرتاشی وصاحب البدائع واختارہ فخر الاسلام ورجحہ فی النہایۃ والفتح انہ قدر ما یقع بصرہ علی المار لو صلی بخشوع ای رامیا ببصرہ الی موضع سجودہ اھ مختصرا۔

اس کا کہنا بموضع سجودہ یعنی اس کے قدموں کی جگہ سے لے کر سجدہ کی جگہ تک درر میں ہے یہ اور اس کے بعد والی قیود صرف گزرنے والے کا گناہ ظاہر کرنے کے لیے ہیں۔ رہی نماز تو وہ مطلقاً فاسد نہیں ہوتی اس کا قول اصح میں ہے صحیح کہا ہے اس کو تمرتاشی اور صاحب بدائع نے اور پسند کیا اس کو فخر الاسلام نے اور ترجیح دی اس کو نہایہ اور فتح القدیر میں نمازی کے آگے سے گزرنے مقدار یہ بیان کی ہے کہ جہاں تک نمازی کی نگاہ گزرنے والے پر پڑے اگر خشوع کے ساتھ نماز پڑھے یعنی اپنی نگاہ جائے سجدہ پر رکھنے والا ہو۔ اھ مختصراً۔

منحۃ الخالق میں تجنیس سے ہے:

الصحیح مقدار منتہی بصرہ

صحیح مقدار حد نگاہ کی یہ ہے کہ نمازی اور جائے

وھو موضع سجودۃ قال ابونصر مقدار ما بین الصف الاول و بین مقام الامام وھٰذا اعین الاول ولکن لعبارۃ اخری وقیما قرانا علی شیخنا منھاج الائمۃ رحمہ اللّٰہ تعالیٰ ان یمر بحیث یقع بصرہ وھو یصلی صلوٰۃ الخاشعین وھٰذہ العبارۃ اوضح۔

سجدہ ہے۔ ابونصر نے کہا ہے اس کی مقدار اتنی مسافت ہے جتنی کہ امام اور صف اول کے درمیان ہوتی ہے اور یہ بعینہٖ پہلی بات ہے لیکن عبارت اور ہے یہ ہے کہ جو پڑھی ہم نے اپنے شیخ منہاج الائمہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ کہ گزرے جہاں کہ نمازی کی نگاہ پڑتی ہو جبکہ وہ خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو۔ یہ عبارت پہلی سے زیادہ واضح ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں۔

فانظر کیف جعل الکل قولاً واحداً وانما الاختلاف فی العبارۃ لافی المعنی۔

پس دیکھ کس طرح کلام کیا ہے ان تمام نے جیسا اور اختلاف صرف عبارت میں ہے معنی میں نہیں۔

نیز ردالمختار میں ہے:۔

(قولہ فی بیت) ظاھرہ ولو کبیرا فی القھستانی وینبغی ان یدخل فیہ ای فی حکم المسجد الصغیر الدار والبیت۔

(اس کا یہ کہنا کہ گھر میں) اس کا ظاہر تو یہ ہے کہ گھر اگرچہ بڑا ہو۔ قہستانی میں ہے اور لائق ہے کہ داخل ہوں چھوٹی مسجد میں حویلی اور گھر۔

رہا یہ کہ مسجد صغیر و کبیر میں کیا فرق ہے؟ فاضل قہستانی نے لکھا کہ چھوٹی مسجد وہ کہ چالیس گز مکسر سے کم ہو:

فی ردالمحتار مسجد صغیر ھو اقل من ستین ذراعا وقیل من اربعین وھو المختار کما اشار الیہ فی الجواھر۔

ردالمختار میں ہے چھوٹی مسجد وہ ہے جو ساٹھ گز سے کم ہو اور کہا گیا ہے چالیس سے کم اور یہی مختار ہے جیسا کہ اشارہ کیا اس کی طرف جواہر میں ہے۔

اقول یہاں گز سے گز مساحت مراد ہونا چاہیے۔

لانہ الالیق بالممسوحات کما قال الامام قاضی خاں فی الماء فھھنا ھو المتعین بالاولی۔

کیونکہ وہی زیادہ لائق ہے پیمائش کردہ چیزوں کے ساتھ جیسا کہ کہا ہے قاضی خاں نے پانی کے بارہ میں۔ بس یہاں بطریق اولیٰ یہی متعین ہے۔

اور گز مساحت ہمارے اس گز سے کہ اڑتالیس انگل یعنی تین فٹ کا ہے ایک گز دو گرہ اور دو تہائی گرہ ہے۔ کما بیناہ فی بعض فتاونا۔ تو اس گز سے چالیس گز مکسر ہمارے گز سے چون گز سات گرہ اور گرہ کا نواں حصہ ہوا۔ کما لایخفی علی الحاسب۔ تو اس زعم علامہ پر ہمارے گز سے چون گز سات گرہ مکسر مسجد صغیر ہوتی اور ساڑھے چون گز مکسر مسجد کبیر یہ ہے وہ کہ انہوں نے لکھا اور علامہ شامی نے ان کا اتباع کیا۔

اقول۔ مگر یہ شبہ ہے کہ فاضل مذکور کو عبارت جواہر سے گزرا عبارت جواہر الفتاوےٰ دربارۂ دار ہے، نہ دربارۂ مسجد۔ مسجد کبیر صرف وہ ہے جس میں مثل صحرا اتصال صفوف شرط ہے۔ جیسے مسجد خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر ہے۔ باقی تمام مساجد اگرچہ دس ہزار گز مکسر ہوں مسجد صغیر ہیں اور ان میں دیوار قبلہ تک بلا حائل مرور ناجائز۔

کما بیناہ فی فتاونا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبـــــــــــــــــــــــہ

محمدن المصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

مسئلہ سلام کے جواب کا جائز طریقہ

۲۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص ایک جگہ بیٹھے ہیں اور ایک شخص نے آکر کہا السلام علیکم۔ اس کے جواب میں انہوں نے جواب دیا "آداب عرض" یا "تسلیمات" یا "بندگی" یا ایک شخص نے اپنا ہاتھ ماتھے تک اٹھا دیا اور منہ سے کچھ جواب نہ دیا۔ پس فرض کفایہ

اشخاص مذکورہ کے ذمہ سے اس صورت میں اُٹھ گیا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب نہ، اور سب گناہ گار رہے۔ جب تک ان میں کوئی وعلیکم السلام یا وعلیک یا السلام علیکم نہ کہے۔ کہ الفاظ مذکورہ: بندگی، آداب تسلیمات وغیرہ الفاظ سلام سے نہیں اور صرف ہاتھ اُٹھا دینا کوئی چیز نہیں جب تک اس کے ساتھ کوئی لفظ سلام نہ ہو۔ ردالمحتار میں ظہیریہ سے ہے:

لفظ السلام فی المواضع کلها السلام علیکم و بالتنوین و بدون هذین کما یقول الجهال لایکون سلاما اھ اقول فلا یکون جوابا لان جواب السلام لیس الا بالسلام اما وحدہ او بزیادۃ الرحمۃ والبرکات لقوله تعالٰی اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ومعلوم ان ما اخترعوا من الالفاظ او الاجتزاء بالایماء اما ان یکون تحیۃ اولا علی الثانی عدم براءۃ الذمۃ ظاهر لان المامور به التحیۃ وعلی الاول لیس عین السلام وهو ظاهر ولا احسن منه فان المخترع لایمکن ان یکون احسن من الموارد فخرج عن کلا الوجهین وبقی الواجب الکفائی علی کل عین۔

سلام کا لفظ تمام مواضع میں السلام علیکم یا ساتھ تنوین کے اور ان دونوں کے علاوہ جیسے جاہل کہتے ہیں سلام نہ ہوگا۔ میں کہتا ہوں پس جواب نہ ہوگا کیونکہ جواب سلام کا یا تو اکیلے سلام کے ساتھ ہوگا یا ساتھ زیادتی رحمت اور برکات کے بوجہ فرمان خداوندی کہ اور جب تم کو سلام کیا جائے تو تم سلام کا بہترین رحمت اور برکت کے ساتھ دو یا اسی لوٹا دو اور یہ بات معلوم ہے کہ جو ان لوگوں نے اختراع کیے ہیں، الفاظ ہوں یا اشارات یا تو یہ سلام ہوں گے یا نہ ہوں گے۔ بصورت ثانی بری الذمہ نہ ہونا ظاہر ہے کیونکہ مامور حکم سلام کا ہے اور بصورت اول یہ اختراعات نہ تو عین سلام ہیں اور نہ اس سے اچھے کیونکہ من گھڑت وارد فی الشرع سے اچھے نہیں ہو سکتے۔ پس دونوں وجہوں سے خارج ہوگیا، اور وجوب کفایہ ہر ایک کے ذمہ میں باقی رہا۔

مرقاۃ شریف میں ہے:

قد صح بالاحادیث المتواترة معنی ان السلام باللفظ سنة وجوابه واجب کذلك۔

احادیث متواتر المعنی کے ساتھ صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ سلام ساتھ لفظ کے سنت ہے اور جواب اس کا اسی طرح علیکم السلام کہنا واجب ہے۔

حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منا من تشبه بغیرنا لاتشبهوا بالیهود ولا بالنصاری فان تسلیم الیهود الاشارة بالاصابع و تسلیم النصاری الاشارة بالاکف رواه الترمذی عن عبد الله ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما وقال اسناده ضعیفه قال العلامة القاری لعل وجهه انه عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده وقد تقدم الخلاف فیه وان المعتمد ان سنده حسن لاسیما وقد اسنده السیوطی فی الجامع الصغیر الی ابن عمرو فارتفع النزاع وزال الاشکال اھ۔

ہمارے گروہ سے نہیں جو ہمارے غیروں کی شکل بنائے، یہود و نصاریٰ سے مشابہت پیدا نہ کرو، یہود کا سلام انگلی سے اشارہ ہے اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلی سے اشارہ۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور کہا ہے اسناد اس کی ضعیف ہے۔ کہا ہے علامہ علی قاری نے شاید وجہ اس کی تحقیق وہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ہے اور تحقیق اس بارہ میں اختلاف پہلے گزر چکا ہے اور اس بارہ میں قابل اعتماد بات یہ ہے کہ یہ سند حسن ہے خصوصاً جبکہ سیوطی نے جامع صغیر میں یہ حدیث ابن عمرو کی سند سے بیان کی ہے پس اختلاف اٹھ گیا اور اشکال زائل ہو گیا اھ۔

اقول رحم الله مولانا القاری انما احاله الامام السیوطی علی ت یعنی الترمذی فبم یرتفع النزاع ویزول الاشکال ثم لیس

میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ علی قاری پر رحم کرے سیوطی نے تو اس حدیث کا حوالہ یعنی ترمذی سے دیا ہے پس زیادہ کیا جھگڑا اٹھ گیا اور اشکال دور ہوا پھر نہیں تضعیف ترمذی کی جیسا گمان

تضعیف الترمذی لماظن فان
الجمهور ومنهم الترمذی علی
الاحتجاج بعمرو بن شعیب و
بروایة عن ابیه عن جده بل الوجه
انه من روایة ابن لهیعة انه یقول
الترمذی حدثنا قتیبة نا ابن لهیعة
عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن
جده ان رسول الله صلی الله تعالی
علیه وسلم قال فذکره قال الترمذی
هذا حدیث اسناده ضعیف
وروی ابن المبارک هذا الحدیث
عن ابن لهیعة فلم یرفعه اه
وقد قال فی کتاب النکاح باب ما
جاء فی من یتزوج المرأة ثم
یطلقها قبل ان یدخل بها الحدیث
رواه بعین السند هذا حدیث
لا یصح ابن لهیعة یضعف فی
الحدیث اه مختصرا وکذا ضعفه
فی غیر هذا المحل فالیه یشیر
لههنا نعم الاظهر عندی ان
حدیث ابن لهیعة لا ینزل عن
الحسن وقد صرح المناوی فی
التیسیر ان حدیثه حسن۔

کیا اس نے کیونکہ جمہور علماء جن میں
ترمذی بھی شامل ہیں اس بات پر ہیں کہ عمرو
بن شعیب عن ابیہ عن جدہ تحقیق فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے احتجاج
جائز ہے۔ بلکہ وجہ ضعف یہ ہے کہ وہ
روایت ابن لہیعہ سے ہے۔ ترمذی فرماتے
ہیں حدیث بیان کی ہم سے قتیبہ بن لہیعہ نے
من عمرو بن شعیب من ابیہ من جدہ بے شک
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پس ذکر
کیا اس کو۔ ترمذی نے کہا ہے اس حدیث کی
سند ضعیف ہے اور روایت کیا ابن مبارک
نے اس حدیث کو ابن لہیعہ سے پس اس کا
رفع نہیں کیا اھ اور تحقیق کہا ہے کتاب النکاح
میں باب اس کا جو آیا اس بارے میں جو نکاح
کرے عورت سے پھر طلاق دے اس کو پہلے دخول
صحبت سے پہلے اس کے واسطے اس حدیث کو
بعینہٖ اسی سند سے روایت کی ہے یہ حدیث
صحیح نہیں ہے۔ ابن لہیعہ حدیث میں ضعیف کیا گیا
ہے اور اسی طرح اسے کئی جگہوں پر اس کے
علاوہ بھی ضعیف کیا ہے پس اسی کی طرف یہاں
اشارہ کرتے ہیں۔ ہاں اظہر میرے نزدیک یہ اظہر ہے
کہ ابن لہیعہ کی حدیث حسن سے کم درجہ نہیں اور مناوی
نے تیسیر میں تصریح کی ہے اس کے حسن کے ساتھ

ہاں لفظ سلام کے ساتھ ہاتھ کا اشارہ بھی ہو تو مضائقہ نہیں :۔

اخرج الترمذی قال حدثنا سوید نا عبد اللہ بن المبارک نا عبد الحمید بھرام انہ سمع شھر ابن خوشب یقول سمعت اسماء بنت یزید تحدث ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مر فی المسجد یوما وعصبۃ من النساء قعود فالوی بیدہ بالتسلیم و اشار عبد الحمید بیدہ ھٰذا حدیث حسن الخ قال الامام النووی وھو محمول علی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمع بین اللفظ والاشارۃ ویدل علی ھذا ان ابا داؤد روی ھٰذا الحدیث و قال فی روایۃ فسلم علینا اھ قال العلامۃ القاری بعد نقلہ قلت علی تقدیر عدم تلفظہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بالسلام لامحذور فیہ لانہ ما شرع السلام علی من مر علی جماعۃ من النسوان وان ما عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مما تقدم من اسلام المصرح

حدیث بیان کی ترمذی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سوید نے ان سے عبد اللہ بن مبارک نے ان سے عبد الحمید بہرام نے تحقیق انہوں نے سنا شہر بن خوشب سے وہ فرماتے ہیں میں نے اسماء بنت یزید کو یہ حدیث بیان کرتے سُنا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک دن مسجد سے گزرے اور عورتوں کا ایک گروہ بیٹھا تھا پس آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے سلام کیا اور عبد الحمید نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ یہ حدیث حسن ہے الخ۔ امام نووی نے کہا یہ حدیث محمول ہے اس پر کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لفظ اور اشارہ کو جمع فرمایا اور اس بات کی دلیل ہے کہ ابو داؤد نے یہ حدیث روایت کی اس میں یہ بھی ہے پس سلام کیا جناب نبی علیہ السلام نے۔ علامہ علی قاری نے اس کے نقل کرنے کے بعد کہا ہے میں نے کہا ہے بر تقدیر عدم تلفظ بالسلام کے بھی کوئی اعتراض نہیں کیونکہ عورتوں کی جماعت پر گزرنے والے پر عورتوں کو سلام کرنا شروع ہی نہیں باقی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلام کرنا تو یہ جناب کے خصوصیات میں سے ہے پس

فهو من خصوصياته عليه الصلوة والسلام فله ان يسلم وان لا يسلم وان يشير ولا يشير على انه قد يراد بالاشارة مجرد التواضع من غير قصد سلامٍ.

اقول مبنى كله على انه لم يرد سلام ولا ظهر فرق بين ما ذكر ولا وما زاد في الصلوة سوى انه ذكر فيها للاشارة محملا وهو التواضع وهذه شاهدة الواقعة سيدتنا اسماء رضي الله تعالى عنها شاهدة بانه صلى الله تعالى عليه وسلم فان لم نحمل على التلفظ لزم ان تكون نفس الاشارة تسليما وهو معلوم الانتفاء من الشرع فوجب الحمل على الجمع تامل لعل لكلامه محملا يستحسنه والله سبحنه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم.

آپ کو اختیار تھا کہ سلام کرتے یا نہ کرتے اشارہ کرتے یا نہ کرتے۔ علاوہ ازیں بعض دفعہ اشارہ سے ارادۂ سلام کا نہیں ہوتا بلکہ محض تواضع مراد ہوتی ہے آخر تک۔

میں کہتا ہوں اس تمام تقریر کا دارومدار اس بات پر ہے کہ سلام وارد نہیں ہوا اور ان کے پہلے بیان میں اور لفظ علاوہ کے بعد کے بیان میں کوئی خاص فرق نہیں سوائے اس بات کے کہ اس میں اشارہ کا ایک محمل بیان کر دیا ہے یعنی تواضع اور اس واقعہ کی حضرت اسماء رضی اللہ تعالٰی عنہا گواہی دیتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام کیا ہے۔ پس اگر اس کو تلفظ سلام پر محمل نہ کریں تو پھر اشارہ کو سلام ماننا پڑے گا اور اشارہ کا سلام نہ ہونا شرع میں ثابت ہو چکا ہے۔ پس واجب ہے محمل کرنا اس کا اوپر جمع بین الاشارہ و التلفظ کے۔ غور کر شاید ان کے کلام کا ایسا محمل ہے جسے میں نہیں سمجھ سکا۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ
عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

مسئلہ ۱۸ مزامیر کے ساتھ قوالی

۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

بعالی خدمت امام اہل سنت مجدد دین وملت معروض کہ آج میں جس وقت آپ سے رخصت ہوا اور واسطے نماز مغرب کے مسجد میں گیا۔ بعد نماز مغرب کے ایک میرے دوست نے کہا چلو ایک جگہ عرس ہے میں چلا گیا۔ وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں بہت سے لوگ جمع ہیں اور قوالی اس طریقہ سے ہو رہی ہے کہ ایک ڈھول دو سارنگی بج رہی ہیں اور چند قوال پیران پیر دستگیر کی شان میں اشعار کہہ رہے ہیں اور رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعت کے اشعار اور اولیاء اللہ کی شان میں اشعار گا رہے ہیں اور ڈھول سارنگیاں بج رہی ہیں۔ یہ باجے شریعت میں قطعی حرام ہیں۔ کیا اس فعل سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور اولیاء اللہ خوش ہوتے ہوں گے؟ اور یہ حاضرین جلسہ گنہگار ہوئے یا نہیں؟ اور ایسی قوالی جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کس طرح کی؟

الجواب ایسی قوالی حرام ہے۔ حاضرین سب گناہگار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے، یا اس کے اور قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو نہیں، بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ، اور سب حاضرین کے برابر جدا اور ایسا عرس کرنے والے پر اپنا گناہ الگ اور قوالوں کے برابر جدا، اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ۔ وجہ یہ کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا، ان کے لیے اس گناہ کا سامان پھیلایا اور قوالوں نے انہیں سنایا۔ اگر وہ سامان نہ کرتا یہ ڈھول سارنگی نہ سناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے۔ اس لیے ان سب کا گناہ ان دونوں پر ہوا۔ پھر قوالوں کے اس گناہ کا باعث وہ عرس کرنے والا ہوا، وہ نہ کرتا نہ بلاتا تو یہ کیونکر آتے بجاتے۔ لہٰذا قوالوں کا بھی گناہ اس بلانے والے پر ہوا:

کما قالوا فی سائل قوی ذی مرۃ — جیسے کہا ہے فقہاء نے اس سائل کے بارہ

سوی ان الاخذ والمعطی اثمان	ہیں جو طاقت و تندرست ہو کر ایسا خیرات
لانھم لو لم یعطوا لما فعلوا فکان	لینے والا اور ایسے کو دیتے والا دونوں گنہگار
العطاء ھو الباعث لھم علی	ہیں کیونکہ دینے والے اگر نہ دیں تو وہ
الاسترسال فی التکدی و السؤال	بھی یہ گداگری کا مذموم کاروبار نہ کریں پس ان
وھذا کلہ ظاھر علی من عرف	کی عطا ان کی گداگری کا باعث بنی اور یہ سب
القواعد الکریمۃ الشرعیۃ، و	قواعد شرعیہ جاننے والے پر ظاہر ہے، اور
باللہ التوفیق۔	اللہ تعالے کے ساتھ ہی ہے توفیق۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا الی ھدی کان لہ من	جو کسی امر ہدایت کی طرف بلائے جتنے اس کا
الاجر مثل اجور من یتبعہ لا	اتباع کریں ان سب کی برابر ثواب پائے
ینقص ذلک من اجورھم	اور اس سے ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ آئے
شیئا ومن دعا الی ضلالۃ کان	اور جو کسی امر ضلالت کی طرف بلائے جتنے
علیہ من الاثم مثل اثام من	اس کے بلانے پر چلیں ان سب کے برابر
تبعہ لا ینقص ذلک من	اس پر گناہ ہو اور اس سے ان کے گناہوں
اثامھم شیئا۔	میں کچھ تخفیف راہ نہ پائے۔

رواہ الائمۃ احمد ومسلم والاربعۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

باجوں کی حرمت میں احادیث کثیر وارد ہیں۔ ازاں جملہ اجل واعلیٰ حدیث صحیح بخاری شریف ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لیکونن فی امتی اقوام یستحلون الحر و	ضرور میری امت میں وہ لوگ ہونے والے
الحریر والخمر والمعازف حدیث صحیح	ہیں جو حلال ٹھہرائیں گے عورتوں کی شرمگاہ
جلیل متصل وقد اخرجہ ایضا احمد	یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو

وابوداؤد وابن ماجۃ والاسمٰعیلی وابونعیم باسانید صحیحۃ لا مطعن فیھا وصححہ جماعۃ اٰخرون من الائمۃ کما قالہ بعض الحفاظ قالہ الامام ابن حجر فی کف الرعاع۔

بعض جہال بدمست یا نیم مُلا شہرت پرست یا جھوٹے صوفی باد بدست کہ احادیث صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہ پیش کرتے ہیں انہیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف، متعین کے آگے محتمل، محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے۔ پھر کہاں حکایت فعل، پھر کہاں نجرم کجا صحیح ہر طرح یہی واجب العمل، اسی کو ترجیح۔ مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے۔ کاش گناہ کرتے اور گناہ جانتے اقرار لاتے۔ یہ ڈھٹائی اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی ٹالیں۔ اپنے لیے حرام کو حلال بنالیں پھر اسی پر بس نہیں، بلکہ معاذ اللہ اس کی تہمت محبوبانِ خدا اکابر سلسلۂ عالیہ چشت قدست اسرارھم کے سر دھرتے ہیں۔ نہ خدا سے خوف نہ بندوں سے شرم کرتے ہیں۔ حالانکہ خود حضور محبوب الٰہی سیدی ومولائی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم وعنا بہم فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں:

"مزامیر حرام است" (مزامیر حرام ہے)

مولانا فخر الدین زرادی خلیفہ حضور سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور کے زمانہ مبارکہ میں خود حضور کے حکم احکم سے مسئلہ سماع میں رسالہ "کشف القناع عن اصول السماع" تحریر فرمایا۔ اس میں صاف ارشاد فرمادیا کہ:

اما سماع مشائخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم فبری عن ھذہ التھمۃ وھو مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرۃ من کمال صنعۃ اللہ تعالیٰ۔	ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سماع اس مزامیر کے بہتان سے بری ہے وہ صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمال صنعت الٰہی سے خبر دیتے ہیں۔

للہ انصاف! اس امام جلیل خاندان عالی چشت کا یہ ارشاد مقبول ہوگا یا آج کل کے مدعیان خامکار کی تہمت بے بنیاد، ظاہرۃ الفساد۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سیدی مولانا محمد بن مبارک بن محمد علوی کرمانی مرید حضور پرنور شیخ العالم فرید الحق و الدین گنج شکر وخلیفہ حضور سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کتاب مستطاب سیر الاولیاء

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز می فرمود کہ چند ایں چیز می باید تا سماع مباح می شود۔ مسمع و مستمع و مسموع و آلہ سماع مسمع یعنی گویندہ مردِ تمام باشد، کودک نباشد و عورت نباشد، مستمع آنکہ می شنود از یادِ حق خالی نباشد و مسموع آنچہ بگویند فحش و مسخرگی نباشد و آلہ سماع مزامیر ست چوں چنگ و رباب و مثل آں۔ می باید کہ درمیان نباشد ایں چنیں سماع حلال ست

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ چند شرائط ہوں تو سماع مباح ہوگا۔ کچھ شرطیں سنانے والے میں، کچھ سننے والے میں، کچھ اس کلام میں جو سنائی جائے۔ کچھ آلہ سماع میں یعنی سنانے والا کامل مرد ہو، چھوٹا لڑکا نہ ہو اور عورت نہ ہو۔ سننے والا یادِ خدا سے غافل نہ ہو اور جو کلام پڑھی جائے فحش اور مسخرانہ انداز کی نہ ہو اور آلات سماع یعنی مزامیر جیسے سارنگی اور رباب وغیرہ۔ چاہیے کہ ان چیزوں میں سے کوئی موجود نہ ہو۔ اس طرح کا سماع حلال ہے

مسلمانو! یہ فتویٰ ہے سرورِ سردارِ سلسلہ عالیہ چشت حضرت سلطان اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ کیا اس کے بعد بھی مفتریوں کو منہ دکھانے کی گنجائش ہے؟

نیز سیر الاولیاء شریف میں ہے۔

یکے بخدمت حضرت سلطان المشائخ عرض داشت کہ دریں روزہا بعضے از درویشان آستانہ دار در مجمعے کہ چنگ و رباب مزامیر بود رقص کردند۔ فرمود نیکو نکردہ اند آنچہ نامشروع ست ناپسندیدہ است۔ بعد ازاں یکے گفت چوں ایں طائفہ ازاں مقام بیروں آمدند بایشاں گفتند کہ شما چہ کردید و در آں مجمع مزامیر بود سماع چگونہ شنیدید و رقص کردید

ایک آدمی نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی ان ایام میں بعض آستانہ دار درویشوں نے ایسے مجمع میں جہاں چنگ و رباب اور دیگر مزامیر تھے رقص کیا۔ فرمایا انھوں نے اچھا کام نہیں کیا جو چیز شرع میں ناجائز ہے ناپسندیدہ ہے اس کے بعد ایک نے کہا جب یہ جماعت اس کے مقام سے باہر آئی، لوگوں نے ان سے کہا کہ تم نے سماع کیوں سنا اور کیوں رقص کیا وہاں تو مزامیر تھے

ایشاں جواب دادند کہ ما چناں مستغرق
سماع بودیم کہ ندانستیم کہ اینجا مزامیر
است یا نہ۔ حضرت سلطان المشائخ
فرمود ایں جواب ہم چیزے نیست ایں
سخن در ہمہ معصیتہا بیاید

تم نے سماع کس طرح سنا اور رقص کیا انہوں نے
جواب دیا کہ ہم اس طرح سماع میں مستغرق تھے
کہ ہمیں یہ معلوم ہی نہیں ہوا کہ یہاں مزامیر ہیں
یا نہیں سلطان المشائخ نے فرمایا یہ جواب کچھ نہیں
اس طرح تو تمام گناہوں کے متعلق کہہ سکتے ہیں

مسلمانو! کیسا صاف ارشاد ہے کہ مزامیر ناجائز ہیں اور اس عذر کا کہ ہمیں استغراق کے باعث مزامیر کی خبر نہ ہوئی۔ کیا مثبت جواب عطا فرمایا کہ ایسا حیلہ ہر گناہ میں چل سکتا ہے۔ شراب پیے اور کہہ دے شدت استغراق کے باعث ہمیں خبر نہ ہوئی کہ شراب ہے یا پانی۔ زنا کرے اور کہہ دے غلبۂ حال کے سبب ہمیں تمیز نہ ہوئی کہ جورو ہے یا بیگانی۔ اسی میں ہے:

حضرت سلطان المشائخ فرمود من منع
کردہ ام کہ مزامیر و محرمات درمیان نباشد
و دریں باب بسیار غلو کرد تا بحدیکہ
گفت اگر امام را سہو افتد مرد تسبیح اعلام
کند و زن سبحان اللہ نگوید زیرا کہ نشاید
آواز آں شنودن پس پشت دست بر
کف دست زند و کف دست بر
کف دست نزند کہ آں بلہو می ماند تا
ایں غایت از ملاہی و امثال آں پرہیز
آمدہ است۔ پس در سماع بطریق اولیٰ
کہ ازیں بابت نباشد یعنی در منع و شک
چندیں احتیاط آمدہ است پس در سماع
مزامیر بطریق اولیٰ منع است اھ باختصار

حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا میں نے
منع کر رکھا ہے کہ مزامیر اور دیگر محرمات درمیان
میں نہ ہوں اور اس بات میں آپ نے بہت
مبالغہ کیا۔ یہاں تک کہ فرمایا اگر امام نماز میں
بھول جائے مرد تو سبحان اللہ کہہ کر امام کو
مطلع کرے اور عورت سبحان اللہ نہ کہے کیونکہ
اس کو اپنی آواز سنانا نہ چاہیے۔ پس ایک ہاتھ
کی ہتھیلی دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر نہ
مارے کہ اس طرح یہ کھیل ہوگا بلکہ ہاتھ
کی پشت دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر مارے
جب یہاں تک لہو و لعب کی چیزوں اور ان
کی طرح چیزوں سے پرہیز آئی ہے تو
سماع میں مزامیر بطریق اولیٰ منع ہیں۔

مسلمانو! جو ائمہ طریقت اس درجہ احتیاط فرمائیں کہ تالی کی صورت کو ممنوع بتائیں، وہ اور

معاذ اللہ مزا ہمبر کی تہمت، للہ انصاف، کیسا خبط بے ربط ہے۔ اللہ اتباع شیطان بچائے اور ان سچے محبوبانِ خدا کا سچا اتباع عطا فرمائے۔ آمین الٰہ الحق آمین۔ بجاہم عندک آمین۔ والحمد للہ رب العالمین۔ کلام یہاں طول ہے اور انصاف دوست کو اسی قدر کافی ہے۔ واللہ الہادی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتـــــــــــــــــــــــــــــــبہ

بمحمدن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۰۱ انگوٹھے چومنا

۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ چومنا ناخنوں کا وقت لینے نام پاک محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جیسے کہ اذان یا خطبہ میں جس وقت نام پاک آنحضرت کا آتا ہے چومتے ہیں از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب اذان میں نام اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سن کر ناخن چوم کر آنکھوں سے لگانے کو علماء نے مستحب فرمایا۔ رد المحتار میں ہے۔

یستحب ان یقال عند سماع الاولیٰ	یعنی مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار
من الشہادۃ صلی اللہ علیک یا	اشہد ان محمدا رسول اللہ سنے
رسول اللہ وعند الثانیۃ منہا قرت	صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کہے
عینی بک یا رسول اللہ ثم یقول	اور جب دوبارہ سُنے قرت عینی بک
اللّٰھم متعنی بالسمع والبصر بعد	یا رسول اللہ۔ یعنی میری آنکھ حضور سے
وضع ظفری الابھامین علی العینین	ٹھنڈی ہوئی یا رسول اللہ پھر کہے اللھم متعنی
فانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکون	بالسمع والبصر الٰہی، مجھے شنوائی اور
قائدا لہ الی الجنۃ۔ کذا فی کنز	بینائی سے بہرہ مند فرما اور یہ کہنا انگوٹھوں کے
العباد اھ قہستانی ونحوہ فی	ناخن آنکھوں پر رکھنے کے بعد ہو، نبی صلی اللہ علیہ

الفتاوی الصوفیہ۔ وسلم اپنی رکاب اقدس میں لے جنت میں

لے جائیں گے۔ ایسا ہی کنز العباد میں ہے۔ یہ مضمون جامع الرموز علامہ قہستانی کا ہے

اور اسی کے مانند فتاوی صوفیہ میں ہے۔

فقیر نے اس مسئلہ میں ایک مبسوط کتاب "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" لکھی جس

نے مانعین کے تمام شبہات بحمد اللہ تعالیٰ دفع کیے اور علوم حدیث کے متعلق بکثرت افادے

دیے مگر خطبے میں نہ چاہیے کہ وہاں محض خموشی کا حکم ہے۔

کما بیناہ فی فتاوٰنا واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتـــــــــــبہ

محمد ن المصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۰ مزارات اولیاء کی تعظیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چراغ جلانا مزارات اولیائے

کرام پر اور روشنی کرنا بزرگان دین کی قبور پر جائز ہے یا نہیں؟ اور چادریں چڑھانا بزرگ

زیارتوں پر مع باجہ کے جیسا کہ آج کل فی زمانہ دستور ہے کہ ہر جمعرات کو چراغ جلاتے ہیں

چادریں رنگین سبز سرخ مع باجہ کے لاتے اور چڑھاتے ہیں اور جو اشیاء کہ شیرینی یا چاول

وغیرہ لاتے ہیں، ان کی قبروں پر رکھ کر فاتحہ دیتے ہیں۔ پس یہ ازروئے قرآن و حدیث

درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب اقول وباللہ التوفیق، اصل یہ ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما الاعمال بالنیات۔ اور جو کام دینی فائدے اور

دنیوی نفع جائز دونوں سے خالی ہو عبث ہے اور عبث خود مکروہ ہے۔ اس میں مال صرف کرنا

اسراف ہے اور اسراف حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب المسرفین۔

اور مسلمانوں کو نفع پہنچانا بلاشبہ محبوب شارع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ تم میں جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی مسلمان

فلینفعه. رواہ مسلم عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ — کو نفع پہنچا سکے تو ضرور پہنچائے۔

اور معظمات دینی کی تعظیم قطعاً مطلوب ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب ○ — جو خدا کے شعاروں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ:

ومن یعظم حرمت اللہ فذالک خیرلہ عند ربہ۔ — جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اس کے رب کے یہاں

اور قبور اولیائے کرام وعباد اللہ الصالحین بلکہ عام مقابر مومنین ضرور مستحق ادب وتکریم ہیں، ولہٰذا ان پر بیٹھنا ممنوع، چلنا ممنوع، پاؤں رکھنا ممنوع یہاں تک کہ ان سے تکیہ لگانا ممنوع۔
امام احمد وحاکم وطبرانی مسند مستدرک کبیر میں عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حسن راوی

رانی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جالسا علی قبر فقال یا صاحب القبر انزل من القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک۔ — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا۔ فرمایا او قبر والے! قبر پر سے اتر آ۔ نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے۔

امام احمد کی روایت یوں ہے:

رانی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متکئا علی قبر فقال لا تؤذ صاحب ھذا القبر اولا تؤذہ۔ — مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر پر تکیہ لگائے دیکھا۔ فرمایا اس قبر والے کو ایذا نہ دے یا فرمایا اسے نہ ستا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان امشی علی جمرۃ او سیف اوا خصف نعلی برجلی احب الیّ — یہ کہ میں آگ یا تلوار پر چلوں یا اپنا جوتا اپنے پاؤں سے گانٹھوں مجھے اس سے زیادہ

من ان امشی علی قبر مسلم۔ — پسند ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر چلوں۔

رواہ ابن ماجۃ عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند جید۔

یہ پانچ اصول شرعیہ ہیں۔ مسائل مسئولہ کی صور مختلفہ کے احکام انہیں اصول پر مبنی ہیں تو
پر چراغ جلانے سے اگر اس کے معنی حقیقی مراد ہیں یعنی خاص قبر پر چراغ رکھنا تو مطلقاً ممنوع ہے
اور اولیائے کرام کے مزارات ہیں اور زیادہ ناجائز ہے کہ اس میں بے ادبی و گستاخی اور
احق میت میں تصرف و دست اندازی ہے۔ قنیہ وغیرہا میں امام علا ترجمانی سے ہے: با
ثم یوطا القبور لان سقف القبر حق المیت۔ حدیث والمتخذین علیہا المساجد
والسرج۔ کی حقیقت یہی ہے۔ علی القبر۔ کے حقیقی معنی یہی ہیں کہ خاص قبر پر ہو۔ وہذا
کنار قبر میں مسجد بنانا ہرگز ممنوع نہیں، بلکہ مزار بندہ صالح سے تبرک مقصود ہو تو محمود ہے۔
مجمع بحار الانوار میں ہے:

من اتخذ مسجدا فی جوار صالح	یعنی جو کسی نیک بندے کے قرب مزار میں
او صلی فی مقبرۃ قاصدا بہ	مسجد بنائے یا مقبرہ میں اس ارادہ سے نماز
الاستظہار بروحہ او وصول	پڑھے کہ میت کی روح سے استمداد کرے یا اپنی
اثر من اثار او تہ الیہ لا التوجہ	عبادت کا اثر برکات اس تک پہنچانا چاہے
نحوہ والتعظیم لہ فلا حرج فیہ	نہ یہ کہ نماز میں اس کی طرف منہ کرے یا نماز سے اس کی
الا یری ان مرقد اسمٰعیل علیہ	تعظیم کا قصد رکھے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں
الصلوۃ والسلام فی الحجر المسجد	کیا نہیں دیکھتے کہ سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام
الحرام والصلوۃ فیہ	کا مزار پاک خود مسجد الحرام شریف میں حطیم مبارک
افضل۔	میں ہے پھر اس میں نماز تمام مساجد سے افضل ہے۔

یہ اس تقدیر پر ہے کہ حدیث مذکور کی صحت مان لی جائے۔ والا فقیہ باذام ضعیف
وان حسنہ الترمذی فقد عرف رحمہ اللہ تعالیٰ بالتساھل فیہ کما
بیناہ فی مدارج طبقات الحدیث۔
اور اگر قبر سے جدا روشن کریں اور وہاں نہ کوئی مسجد ہے نہ کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت

وغیرہ کے لیے بیٹھا ہے، نہ وہ قبر سر راہ واقع ہے، نہ کسی معظم ولی اللہ یا عالم دین کا مزار ہے۔ غرض کسی منفعت و مصلحت کی امید نہیں تو ایسا چراغ جلانا ممنوع ہے کہ جب مطلقاً فائدے سے خالی ہوا اسراف ہوا اور بحکم اصل دوم ناجائز ٹھیرا، خصوصاً جبکہ اس کے ساتھ یہ جاہلانہ زعم اعتقاد بھی فاسد ہوا، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور اگر وہاں مسجد ہے، یا تالیانِ قرآن یا ذاکرانِ رحمٰن کے لیے روشن کریں، یا قبر سر راہ ہو اور نیت یہ کی جائے کہ گزرنے والے دیکھیں اور سلام و ایصال ثواب سے خود بھی نفع پائیں اور میت کو بھی فائدہ پہنچائیں۔

یا وہ مزار ولی یا عالم دین کا ہے روشنی سے نگاہ عوام میں اس کا ادب و اجلال پیدا کرنا مقصود ہے تو ہرگز ممنوع نہیں۔ بلکہ بحکم چار اصول باقیہ مذکورہ مستحب و مندوب ہے۔ بشرطیکہ حد افراط پر نہ ہو۔ مجمع البحار میں ہے:

ان كان ثم مسجد او غيره ينتفع	اگر مزار کے قریب مسجد وغیرہ کوئی ایسی چیز ہو جس میں
فيه للتلاوة والذكر فلا بأس	اس چراغ سے نفع ہوتا ہو تلاوت اور ذکر
بالسراج فيه۔	کے لیے تو چراغ جلانے میں کوئی حرج نہیں

امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

هذا كله اذا خلا من فائدة واما	یعنی قبور میں شمعیں روشن کرنے کی ممانعت
اذا كان موضع القبور مسجدا	صرف اس حالت میں ہے کہ نفع سے بالکل
او على طريق او كان هناك احد	خالی ہو ورنہ اگر موضع قبور میں مسجد ہو یا قبر
جالس او كان قبر ولي من الاولياء	راہ گزر پر ہے یا وہاں کوئی بیٹھا ہے یا کسی
او عالم من المحققين تعظيما	ولی یا عالم محقق کا مزار ہے اس کی روح
لروحه المشرقة على تراب جسده	مبارک کی اس کی خاک بدن پر اس طرح پرتو
كاشراق الشمس على الارض اعلاما	ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر اس کی تعظیم کیلئے
للناس انه ولي ليتبركوا به	شمعیں روشن کریں تاکہ لوگ جانیں کہ یہ ولی اللہ
ويدعوا الله تعالى عنده	کا مزار ہے اس سے برکت حاصل کریں اور
فيستجاب لهم فهو امر	اس کے پاس اللہ عزوجل سے دعا مانگیں کہ ان

جائز لمنع منہ والاعمال بالنیات۔ | کی دعا قبول ہو تو یہ جائز بات ہے جس سے اصلاً ممانعت نہیں اور کام نیتوں پر ہے

فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ طوالع النور فی حکم السرج علی القبور میں اس مسئلہ کو روشن تر لکھا و باللہ التوفیق۔ انہیں اصول سے مزارات اولیائے کرام پر چادر ڈالنے کا بھی جواز ثابت ہے۔ عوام میں قبور عامہ مسلمین کی حرمت باقی نہ رہی، آنکھوں دیکھا ہے کہ بے تکلف نا پاک جوتے پہنے قبور مسلمین پر دوڑے پھرتے ہیں اور دل میں خیال بھی نہیں آتا کہ یہ کسی عزیز کی خاک زیر پا ہے یا کبھی ہمیں بھی یونہی خاک میں سونا ہے اور بار ہا دیکھا کہ جہاں قبروں پر بیٹھ کر جوا کھیلتے۔ فحش بکتے، قہقہے لگاتے ہیں اور بعض کی یہ جرأت کہ معاذ اللہ مسلمان کی قبر پر پیشاب کرنے میں باک نہیں رکھتے۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

لہٰذا دردمندان دین نے ادھر مزارات اولیائے کرام کو ان جرأتوں سے محفوظ رکھنے، ادھر جاہلوں کو ان کے ساتھ گستاخی کی آفت عظیم سے بچانے کے لیے مصلحت و حاجت شرعیہ سمجھ کر مزارات طیبہ عام قبور سے ممتاز رہیں تا کہ عوام کی نظر میں ہیبت و عظمت پیدا ہو اور بلیا کانہ بتاؤ کر کے ہلاکت میں پڑنے سے باز رہیں۔ اس سے کم حاجت کے باعث علماء نے مصحف شریف کو سونے وغیرہ سے مزین کرنا مستحسن سمجھا ہے کہ ظاہر ہے اسی ظاہری زینت سے جھکتے ہیں اور غور کیجئے تو پوشش کعبہ معظمہ میں بھی ایک بڑی حکمت یہی ہے۔ تو یہاں کہ نہ فقط قلت تعظیم بلکہ معاذ اللہ ان شاید بے حرمتوں کا اندیشہ تھا۔ چادر ڈالنے، روشنی کرنے، امتیاز دینے قلوب عوام میں وقعت لانے کی سخت حاجت ہوئی۔ اب اس سے منع کرنے والے یا تو سخت کج فہم و جاہل اور حالت زمانہ سے نرے غافل ہیں، یا وہی بے ادب محروم ہیں جن کے قلوب میں عظمت اولیاء سے خار ہے والعیاذ باللہ رب العالمین۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے رسالہ مذکورہ میں ان مسائل کو آیۂ کریمہ ذٰلک ادنیٰ ان یعرفن فلا یؤذین سے استنباط کیا ہے۔ وللہ الحمد سیدی علامہ محمد ابن عابدین شامی تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں کشف النور عن اصحاب القبور تصنیف امام علامہ سیدی نابلسی قدس سرہ و نفعنا اللہ ببرکاتہ سے نقل فرماتے ہیں۔

لکن نحن الاٰن نقول ان کان القصد | لیکن ہم اس وقت میں یہ کہتے ہیں کہ اگر مقصد

بذلك التعظيم فى اعين العامة
حتى لا يحتقر واصاحب هذا
القبر الذى وضعت عليه الثياب
والعمائم لجلب الخشوع والادب
ولقلوب الغافلين الزائرين لان
قلوبهم نافرة عند الحضور فى
التادب بين يدى اولياء الله تعالى
المدفونين فى تلك القبور كما
ذكرنا من حضور روحانيتهم
المباركة عند قبورهم فهو امر
جائز لا ينبغى النهى عنه لان الاعمال
بالنيات ولكل امرئ مانوى۔

مقصود عوام کی نگاہ میں مزارات اولیاء کی تعظیم
پیدا کرنی ہوتا کہ جس مزار پر کپڑے اور عمامے
رکھے دیکھیں مزار ولی جان کر اس کی تحقیر سے
باز رہیں اور تاکہ زیارت کرنے والے غافلوں
کے دلوں میں خشوع و ادب آئے کہ مزارات
اولیاء کے حضور حاضری میں ان کے دل ادب
کے لیے نرم نہیں ہوتے اور ہم بیان کر چکے
ہیں کہ مزارات کے پاس اولیائے کرام کی
روحیں حاضر ہوتی ہیں تو اس نیت سے چادر
ڈالنا امر جائز ہے جس سے ممانعت نہ چاہیے
اس لیے کہ اعمال نیتوں پر ہیں اور ہر شخص کو
وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہے۔

چادروں کے سبز و سرخ ہونے میں بھی حرج نہیں بلکہ ریشمی ہونا بھی روا کہ وہ پہننا نہیں۔ باجے ناجائز ہیں، اور جب چادر موجود ہو اور وہ ہنوز پرانی یا خراب نہ ہوئی کہ بدلنے کی حاجت ہو تو بیکار چادر چڑھانا فضول ہے۔ بلکہ جو دام اس میں صرف کریں ولی اللہ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے لیے محتاج کو دیں۔ ہاں جہاں معمول ہو کہ چڑھائی ہوئی چادر جب حاجت سے زائد ہو، خدام، مساکین حاجت مند لے لیتے ہیں، اور اس نیت سے ڈالے تو مضائقہ نہیں کہ یہ بھی تصدق ہو گیا۔

[illegible] کا کھانا قبروں پر رکھنا تو ویسا ہی منع ہے جیسا چراغ قبر پر رکھ کر جلانا اور اگر قبر سے جدا ہو تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبـــــــــــــه
محمد بن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ[۲۱] ناموں کی حرمت

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۰ھ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض شخص اس طرح نام رکھتے ہیں۔ تاج الدین، محی الدین۔ نظام الدین، علی جان، محمد جان، محمد نبی، محمد یٰسین، محمد طٰہٰ۔ غفور الدین، غلام علی، غلام حسین، غلام غوث، غلام جیلانی۔ ہدایت علی۔

پس اس طرح کے نام رکھنا جائز ہیں یا نہیں؟ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے اپنے فتاویٰ میں ہدایت علی نام رکھنا ناجائز بتایا ہے۔ اس میں حق کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بے شمار درودیں۔ یہ الفاظ کریمہ حضور ہی پر صادق اور حضور ہی کو زیبا ہیں، افضل صلوات اللہ واجل تسلیمات اللہ علیہ وعلیٰ آلہ۔ دوسرے کے یہ نام رکھنا حرام ہیں کہ ان میں حقیقۃً ادعائے نبوت نہ ہونا مسلم ورنہ خالص کفر ہوتا۔ مگر صورت ادعا ضرور ہے اور وہ بھی یقیناً حرام ومحظور ہے اور یہ کہ اعلام میں معنی اول ملحوظ نہیں ہوتے، نہ شرعاً مسلم نہ عرفاً مقبول۔

معنی اول مراد نہ ہونے میں شک نہیں مگر نظر سے محض ساقط ہونا بھی غلط ہے احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکثرت اسماء جن کے معنی اصلی کے لحاظ سے کوئی برائی تھی تبدیل فرمادیے۔ جامع ترمذی میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یغیر الاسم القبیح۔	نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ برے نام کو بدل دیتے تھے۔

سنن ابو داود میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاصی وعزیز وعتلہ وشیطان وحکم وغراب وحباب وشہاب نام تبدیل فرمادیے۔ قال ترکت اسانیدھا للاختصار۔

اصرم کا نام بدل کر زرعہ رکھا، رواہ عن اسامۃ بن اخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عاصیہ کا نام جمیلہ رکھا، رواہ مسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

برّہ کا نام زینب رکھا اور فرمایا:

لا تزکوا انفسکم اللہ اعلم باھل البر منکم ۔ رواہ مسلم عن زینب بنت ابی سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اپنی جانوں کو آپ اچھا نہ بتاؤ۔ خدا خوب جانتا ہے کہ تم میں نکوکار کون ہے۔

وبرہ کے معنی تھے زن نیکوکار۔ اسے خودستائی بتا کر تبدیل فرمایا اور ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالے علیہ وسلم :

انکم تدعون یوم القیمۃ باسمائکم واسماء آبائکم فاحسنوا اسمائکم ۔ رواہ احمد وابوداؤد عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ بسند جید۔

بے شک تم روز قیامت اپنے اور اپنے والدوں کے نام سے پکارے جاؤ گے تو اپنے نام اچھے رکھو۔

اگر اصلی معنی بالکل ساقط النظر ہیں تو فلانا نام اچھا فلاں برا ہونے کے کیا معنی اور تبدیل کی کیا وجہ اور خودستائی کہاں بستی پر دلالت کرتے ہیں سب یکساں لھذا انہیں لوگوں سے پوچھ دیکھیے، کیا اپنی اولاد کا نام شیطان ملعون، رافضی خبیث، خوک وغیرہ رکھنا گوارا کریں گے؟ ہرگز نہیں۔ تو قطعاً معنی اصلی کی طرف لحاظ باقی ہے۔ پھر کس منہ سے اپنے آپ اور اپنی اولاد کو نبی کہتے کہلواتے ہیں۔ کیا کوئی مسلمان اپنا یا اپنے بیٹے کا رسول اللہ، خاتم النبیین یا سید المرسلین نام رکھنا روا رکھے گا؟ حاشا وکلا۔ پھر محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد کیونکر روا ہو گیا؟ یہاں تک کہ بعض خدا ناترسوں کا نام نبی اللہ سنا ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ کیا رسالت وختم نبوت کا ادعا حرام ہے اور نری نبوت کا حلال؟ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے ناموں کو تبدیل کر دیں ؎

ہیچ پسند دخرد جاں فروز
تاج نہے برسر کفش دوز

عجب نہیں کہ ایسی علیل تاویل، ذلیل تخیل والے شدہ شدہ اللہ یا رب العالمین نام رکھنے لگیں کہ آخر علم میں اصلی معنی تو ملحوظ نہیں۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

یونہی نبی جان نام رکھنا نامناسب ہے۔ اگر جان ایک کلمہ جداگانہ بتطر محبت زیادہ کیا ہوا جانیں جیسا کہ غالب یہی ہے جب تو ظاہر کہ ظاہر ادعائے نبوت ہوا اور

اگر ترکیب مقلوب سمجھیں یعنی جان نبی، تو یہ تزکیہ و خودستائی میں برہ سے ہزار درجہ زائد ہوا۔ نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے اسے پسند نہ فرمایا، یہ کیونکر پسند ہو سکتا ہے؟ یہاں تبدیل میں کچھ بہت حرج بھی نہیں۔ ایک ہ بڑھانے میں گناہ سے بچ جائے گا اور اچھا خاصہ جائز نام پائے گا۔ محمد نبیہ، احمد نبیہ، نبیہ احمد، نبیہ جان کہا اور لکھا کیجئے۔ نبیہ بمعنی بیدار و ہوشیار ہے۔

یونہی یٰسٓ وطٰہٰ نام رکھنا منع ہے کہ وہ اسمائے الٰہیہ و اسمائے مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسے نام ہیں جن کے معنی معلوم نہیں۔ کیا عجب کہ ان کے معنی وہ ہوں جو غیر خدا و رسول میں صادق نہ آسکیں، تو ان سے احتراز لازم۔ جس طرح نامعلوم المعنی رقیہ منتر جائز نہیں ہوتا کہ مبادا کسی شرک وضلال پر مشتمل ہو۔ امام ابوبکر ابن العربی کتاب احکام القرآن میں فرماتے ہیں:

روی اشھب عن مالک لا یتسمی احمد یٰسین لانہ اسم اللہ تعالیٰ وھو کلام بدیع وذٰلک ان العبد یجوز لہ ان یسمی باسم الرب اذا کان فیہ معنی منہ کعالم وقادر وانما منع مالک من التسمیۃ بھذا الاسم لانہ من الاسماء التی لا یدری ما معناھا فربما کان ذٰلک معنی ینفرد بہ الرب تعالیٰ فلا ینبغی ان یقدم علیہ من لا یعرف لما فیہ من الخطر تاقتفی النظر المنع منہ۔	اشہب نے مالک سے روایت کیا کوئی آدمی یٰسین نام نہ رکھے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور وہ بدیع کلام ہے۔ بندے کے لیے جائز ہے کہ اللہ کے ناموں سے وہ نام رکھے جن کے معنی اس کے اندر بھی پائے جائیں۔ جیسے عالم قادر اور مالک نے اس نام سے منع اس لیے کیا ہے کہ یہ ایسے ناموں سے ہے جن کے معانی معلوم نہیں ہیں۔ غالباً اسکا معنی ایسا ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ منفرد ہے۔ پس جسکا معنی پہنچانا نہ ہو اس کو اس پر اقدام نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ اس میں خطرہ ہے پس اس کے نظری ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے نام رکھے۔

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی حنفی مصری نسیم الریاض شرح شفا سے امام قاضی عیاض ہیں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں: وھو کلام نفیس۔ فقیر نے اس کے حاشیہ پر لکھا:

قد کان ظھر لی المنع عنہ لعین ھذا المعنی لکن نظرا الی انہ اسم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولا ندری معناہ فلعل لہ معنی لا یصح فی غیرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و لعل ھذا اولی وما تقدم لان کونہ اسم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اظھر واشھر فلا یکون لہ معنی ینفرد بہ الرب عزوجل واللہ تعالیٰ اعلم۔

ترجمہ: یٰسین کے معنی مخصوص ہونے کی وجہ سے میرے نزدیک یہ نام نہ رکھا جائے۔ لیکن اس میں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یہ نام صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ہے اور ہم اس کے معنی نہیں جانتے تو حضور کے سوا بھی کسی کا یہ نام رکھنا جائز نہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ نام صرف اللہ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی ہے مگر کسی اور کے لیے جائز نہیں۔

بعینہ یہی حال اسم 'طٰہٰ' کا ہے۔ والبیان البیان والدلیل الدلیل۔ لفظ پاک محمد ان میں شامل کردینا ممانعت کی تلافی نہ کرے گا کسی کا نام رسول اللہ نہ رکھا محمد رسول اللہ رکھا، یہ کب حلال ہوسکتا ہے؟ وھذا کلہ ظاھر جدا۔

یونہی غفور الدین بھی سخت قبیح و شنیع ہے۔ غفور کے معنی مٹانے والا، چھپانے والا۔ اللہ عزوجل غفور ذنوب ہے یعنی اپنی رحمت سے اپنے بندوں کے ذنوب مٹاتا، عیوب چھپاتا ہے، تو غفور الدین کے معنی ہوئے دین کا مٹانے والا۔ یہ ایسا ہوا جیسے شیطان نام رکھنا جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل فرمادیا۔ ہاں دین پوش، تقیہ کوش۔ یہ ایسا ہوا جیسے رافضی نام رکھنا۔ بہرحال شدید شناعت پر مشتمل ہے۔ اس سے تو عاصیہ نام بہت ہلکا تھا۔ جسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تغیر فرمایا کہ معاصی کا عرفاً اطلاق اعمال تک ہے اور دین پوشی کی بلالت وعقائد پر۔ والعیاذ باللہ رب العلمین حدیث میں ہے الفال موکل بالمنطق۔ بعض برے ناموں کی تبدیل کا یہی منشا تھا کما ارشدالیہ غیر ما حدیث

مولانا علی قاری مرقاۃ میں نقل فرماتے ہیں :

ان الاسماء تنزل من السماء۔ نام آسمان سے اترتے ہیں۔

یعنی غالباً اسم و مسمٰی میں کوئی مناسبت غیب سے ملحوظ ہوتی ہے۔ اہل تجربہ نے کہا ہے

ع مزن فال بد کارد حال بد

اللھم احفظنا وارحمنا۔ فقیر نے بچشم خود ایسے قبیح ناموں کا سخت برا اثر پڑتے دیکھا بھلے چنگے سنی صورت کو آخر عمر میں دین پرشش، ناحق کوشش ہوتے پایا ہے۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔ اللھم یا قدیر یا رحمٰن یا رحیم یا عزیز یا غفور صل وسلم وبارک علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وثبتنا علی دینک الحق الذی ارتضیتہ لانبیائک ورسلک وملائکتک حتی نلقاک بہ وعافنا من البلاء والبلوی والفتن ماظھر منھا وما بطن وصل وسلم وبارک علی سیدنا محمد وآلہ اجمعین وارحم عجزنا وفاقتنا بھم یا ارحم الراحمین امین۔ والصلوٰۃ والسلام علی الشفیع الکریم وآلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین امین۔

اور ایک سخت آفت یہ ہوتی ہے۔ کہ ایسے قبیح نام والے اپنے نام کے ساتھ حسب رواج نام پاک محمد ملاکر لکھتے کہتے اور اسی کی اور دل سے طمع رکھتے ہیں۔ اگر کوئی خالی ان کا نام بے اقدس لکھے تو گویا اپنی حقارت جانتے اور آدھا نام لینا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ایسے برے معنی کے ساتھ اس نام پاک کا ملانا خود اس نام کریم کے ساتھ گستاخی ہے۔ یہ نکتہ ہمیشہ یاد رہے کہ ان امور کی طرف اسی کو التفات و تنبہ عطا فرماتے ہیں جسے ایمان و ادب سے حصہ وافیہ بخشتے ہیں۔ وللہ الحمد۔

اسی بنا پر فقیر کبھی جائز نہیں رکھتا کہ کلب علی، کلب حسن، کلب حسین، غلام علی، غلام حسن غلام حسین، غلام جیلانی وامثال ذلک اسماء کے ساتھ نام پاک ملاکر کہا جائے۔

اللھم ارزقنا حسن الادب ونجنا من مورثات الغضب امین۔

نظام الدین، محی الدین، تاج الدین اور اسی طرح وہ تمام نام جن میں مسمٰی کا معظم فی الدین بلکہ معظم علی الدین ہونا نکلے۔ جیسے شمس الدین، بدر الدین، نور الدین، فخر الدین، شمس الاسلام،

(٣) والی اجل الدین عن عزہ بھم
واعلم ان الذنب فیہ کبیر،
ونقل عن الامام النووی انہ
کان یکرہ من اللقبۃ محی الدین و
ویقول لا اجعل من دعانی بہ فی
حل ومال الی ذلک العارف باللہ
تعالی الشیخ سنان فی کتابہ
تبیین المحارم واقام الطامۃ
الکبری علی المتین بمثل ذالک
وانہ من التزکیۃ المنہی عنہا فی
القرآن ومن الکذب قال ونظیرہ
مایقال للمدرسین بالترکی
افندی وسلطا تم ونحوہ۔ ثم
قال فان قیل ھذہ مجازات
صارت کالاعلام فخرجت
عن التزکیۃ فی الجواب ان ھذا
یردہ مایشاھد من انہ اذا نودی
باسمہ العلم وجد علی من نادا ہ
بہ فعلوان التزکیۃ باقیۃ الخ

دین میں القاب اس کے مددگاروں کے ۔ یہ
وہ لوگ ہیں جو بُرائیوں کی رعایت میں گرتے
ہیں اور تحقیق دین کی موت ان جیسے لوگوں نے
ساتھ اس کی عزت میں ہے، اور جان لے کر
اس میں ان کا بڑا گناہ ہے۔
اور امام نوویؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ محی الدین
کے ساتھ اپنے ملقب ہونے کو ناپسند فرماتے
تھے اور فرماتے تھے جو شخص مجھے اس
لقب کے ساتھ پکارے گا میں اسے معاف نہیں
کروں گا اور اس کی طرف مائل ہوئے شیخ سنان عارف
باللہ اپنی کتاب تبیین المحارم اور اتمام الطامۃ الکبری علی
المتین میں مثل اس کے اور یہ کہ تحقیق یہ وہ تزکیہ
ہے جس سے قرآن مجید میں منع کیا گیا ہے اور
جھوٹ سے ہے اور کہا مثل اس کے وہ جو
کہا جاتا ہے واسطے مدرسین کے ترکی میں
آفندی وسلطانم اور اس کی مثل پھر کہا ہے
پس اگر کہا جائے یہ مجازات ہیں جو نام ہو
کی طرح ہو گئے ہیں پس تزکیہ سے نکل گئے تو
جواب یہ ہے کہ ہمارا مشاہدہ اس بات کو
رد کرتا ہے کیونکہ اگر ان اشخاص اگر ان کے اسماء اعلام سے پکارا جائے تو پکارنے والے
پر لوگ غصہ کریں گے۔ پس معلوم ہوا کہ تزکیہ کے لیے باقی ہے الخ

سترہ نام کہ سائل نے پوچھے ان میں سے یہی دس ناجائز و ممنوع ہیں۔ باقی سات میں حرج
نہیں۔ علی جان، محمد جان کا جواز تو ظاہر ہے کہ اصل نام علی و محمد ہے اور جان بنظر محبت زیادہ

اور حدیث سے ثابت کہ محبوبان خدا انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کے اسمائے طیبہ پر نام رکھنا مستحب ہے جبکہ ان کے مخصوصات سے نہ ہو۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تسموا باسماء الانبیاء۔ انبیاء کے ناموں پر نام رکھو۔

رواہ البخاری فی الادب المفرد وابو داؤد والنسائی عن ابی وھب الجشمی ولہ تتمتہ والبخاری فی التاریخ بلفظ سموا عن عبد اللہ بن جراد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونہ تتمتہ اخریٰ۔

اور محمد و احمد ناموں کے فضائل میں تو احادیث کثیرہ عظیمہ جلیلہ وارد ہیں:

حدیث ۱۔ صحیحین و مسند احمد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں حضرت انس۔

حدیث ۲۔ صحیحین و ابن ماجہ میں حضرت جابر۔

حدیث ۳۔ معجم کبیر طبرانی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی۔ میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔

حدیث ۴۔ ابن عساکر و حافظ حسین بن احمد بن عبد اللہ بن بکیر حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من ولد لہ مولود فسماہ محمدا حبالی وتبرکا باسمی کان ھو ومولودہ فی الجنۃ۔ جس کے لڑکا پیدا ہو اور وہ میری محبت اور میرے نام پاک سے تبرک کے لیے اس کا نام محمد رکھے وہ اور اس کا لڑکا دونوں بہشت میں جائیں۔

امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی فرماتے ہیں:

ھذا امثل حدیث ورد فی ھذا الباب واسنادہ حسن۔ جس قدر حدیثیں اس باب میں آئیں یہ سب میں بہتر ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

ونازعہ تلمیذہ الشامی بمارد ہ العلامۃ الزرقانی فراجعہ۔

حدیث ۵۔ حافظ ابو طاہر سلفی و حافظ ابن بکیر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں

رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں روز قیامت دو شخص حضرت عزت کے حضو
کھڑے کیے جائیں گے۔ حکم ہوگا انہیں جنت میں لے جاؤ۔ عرض کریں گے الٰہی! ہم کس عمل
پر جنت کے قابل ہوئے ہم نے تو کوئی کام جنت کا نہ کیا۔ رب عزوجل فرمائے گا۔

ادخلا الجنۃ فانی اٰلیت علی نفسی ان — جنت میں جاؤ کہ میں نے حلف فرمایا ہے کہ

لا یدخل النار من اسمہ احمد ولا محمد۔ — جس کا نام احمد یا محمد ہو وہ دوزخ میں نہ جائیگا۔

یعنی جب کہ مومن ہو اور مومن عرف قرآن وحدیث اور صحابہ میں اسی کو کہتے ہیں جو سنی
صحیح العقیدہ ہو کما نص علیہ الائمۃ فی التوضیح وغیرہ۔ ورنہ بد مذہبوں کے لیے تو حدیثیں
یہ ارشاد فرماتی ہیں کہ وہ جہنم کے کتے ہیں، ان کا کوئی عمل قبول نہیں۔ بد مذہب اگر حجر اسود اور
مقام ابراہیم کے درمیان مظلوم قتل کیا جائے اور اپنے اس مارے جانے پر صابر وطالب
ثواب رہے جب بھی اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے اور اسے جہنم میں ڈالے
یہ حدیثیں دار قطنی وابن ماجہ بیہقی وابن الجوزی وغیرہم نے حضرت ابو امامہ وحذیفہ وانس
رضی اللہ تعالے عنہم سے روایت کیں اور فقیر نے اپنے فتاویٰ میں متعدد جگہ لکھیں۔ تو محمد بن
عبد الوہاب نجدی گمراہوں کے لیے ان حدیثوں میں اصلاً بشارت نہیں، نہ کہ سید احمد خاں کی
طرح کفار جس کا مسلک کفر قطعی کہ کافر پر تو جنت کی ہوا تک یقیناً حرام ہے۔

حدیث ۶: ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں حضرت نبیط بن شریط رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

قال اللہ تعالیٰ وعزتی وجلالی — رب عزوجل نے مجھ سے فرمایا مجھے اپنے

لاعذبت احدا اتسمی باسمك — عزت وجلال کی قسم جس کا نام تمہارے

فی النار۔ — نام پر ہوگا اسے دوزخ کا عذاب دوں گا

حدیث ۷: حافظ ابن بکیر امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالے وجہہ سے راوی کہ رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

حدیث ۸: دیلمی مسند الفردوس میں موقوفاً راوی کہ مولیٰ علی فرماتے ہیں۔

حدیث ۹: ابن عدی کامل اور ابو سعید نقاش بسند صحیح اپنے معجم شیوخ میں راوی کہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ما اطعم طعام علی مائدۃ ولا	جس دسترخوان پر لوگ بیٹھ کر کھانا کھائیں
جلس علیھا و فیھا اسمی الا وقد	اور ان میں کوئی محمد نام کا ہو وہ لوگ ہر
سوا کل یوم مرتین ۔	روز دو بار مقدس کیے جائیں ۔

حاصل یہ کہ جس گھر میں ان پاک ناموں کا کوئی شخص ہو، دن میں دو بار اس مکان میں رحمت الٰہی کا نزول ہو۔ ولہذا حدیث امیر المومنین کے لفظ یہ ہیں :

ما من مائدۃ وضعت فحضر علیھا من اسمہٗ احمد او محمد الا قدس اللہ ذٰلک المنزل کل یوم مرتین ۔

حدیث ۱۰ : ابن سعد بقات میں عثمان عمری سے مرسلا راوی ۔ رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ما ضر احدکم لوکان فی بیتہ	تم میں کسی کا کیا نقصان ہے اگر اس کے
محمد و محمدان وثلثۃ ۔	گھر میں ایک محمد یا دو محمد یا تین محمد ہوں۔

ولہذا فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اپنے سب بیٹوں بھتیجوں کا عقیقے میں صرف محمد نام رکھا۔ پھر نام اقدس کے حفظ آداب اور باہم تمیز کے لیے عرف جدا مقرر کیے۔ بحمد اللہ تعالٰی فقیر کے یہاں پانچ محمد اب موجود ہیں، سلمھم اللہ تعالٰی وعافاھم والی مدارج الکمال رقاھم۔ اور پانچ سے زائد اپنی راہ گئے۔ جعلھم اللہ لنا اجرا و ذخرا و فرطا برحمتہ وبعزۃ اسم محمد عندہ امین ۔

حدیث ۱۱ : طرائفی وابن الجوزی امیر المومنین مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنی سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ما اجتمع قوم قط فی مشورۃ	جب کوئی قوم کسی مشورے کیلئے جمع ہوں
وفیھم رجل اسمہ محمد لم	اور ان میں کوئی شخص محمد نام کا ہو اور اسے اپنے
یدخلوہ فی مشورتھم الا لم	مشورے میں شریک نہ کریں ان کیلئے
یبارک لھم فیہ ۔	اس مشورے میں برکت نہ رکھی جائے گی ۔

حدیث ۱۲: طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من ولد له ثلثة اولاد فلم یسم احدا منهم محمدا فقد جهل۔

جس کے تین بیٹے پیدا ہوں اور وہ ان میں کسی کا نام محمد نہ رکھے ضرور جاہل ہے۔

حدیث ۱۳: حاکم و خطیب تاریخ اور دیلمی مسند میں امیر المؤمنین مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

اذا سمیتم الولد محمدا فاکرموه واوسعوا له فی المجلس ولا تقبحوا له وجها۔

جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کی عزت کرو اور مجلس میں اس کیلئے جگہ کشادہ کرو اور اسے برائی کی طرف نسبت نہ کرو یا اس پر برائی کی دعا نہ کرو۔

حدیث ۱۴: بزار مسند میں حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا سمیتم محمدا فلا تضربوه ولا تحرموه۔

جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اسے نہ مارو نہ محروم کرو۔

حدیث ۱۵: فتاوٰی امام شمس الدین سخاوی میں ہے ابو شعیب حرانی نے امام عطا (تابعی جلیل الشان استاذ امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہما) سے روایت کی ہے:

من اراد ان یکون حمل زوجته ذکرا فلیضع یده علی بطنها ویقل ان کان ذکرا فقد سمیته محمدا فانه یکون ذکرا۔

جو چاہے کہ اس کی عورت کے حمل میں لڑکا ہو اسے چاہیے اپنا ہاتھ عورت کے پیٹ پر رکھ کر کہے ان کان ذکرا فقد سمیته محمدا (اگر لڑکا ہے تو میں نے اس کا نام محمد رکھا) ان شاء اللہ العزیز لڑکا ہی ہوگا

امام مالک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں:

ما كان فی اهل بيت اسم محمد الاكثرت بركته ۔	جس گھر والوں میں کوئی محمد نام کا ہوتا ہے اس گھر کی برکت زیادہ ہوتی ہے ۔

ذكره المناوی فی شرح التيسير تحت الحديث اعلا شرو الزرقانی فی شرح المواهب

بہتو یہی ہے کہ صرف محمد یا احمد نام رکھے ۔ اس کے ساتھ جان وغیرہ اور کوئی لفظ نہ ملائے کہ فضائل تنہا انہیں اسمائے مبارکہ کے وارد ہوئے ہیں ۔

غلام علی ، غلام حسین ، غلام غوث ، غلام جیلانی اور ان کے امثال تمام جن میں اسمائے محبوبان خدا کی طرف اضافت لفظ غلام سے ہو سب کا جواز بھی قطعاً بدیہی ہے ۔ فقیر غفر اللہ تعالےٰ نے اپنے فتاویٰ میں ان ناموں پر ایک فتویٰ قدرے مفصل لکھا اور قرآن و حدیث اور خود پیشوایان وہابیہ کے اقوال سے ان کا جواز ثابت کیا ۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے ۔

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ٥	ان پر ان کے غلام گشت کرتے ہوں گے گویا وہ موتی ہیں محفوظ رکھے ہوئے ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لا يقولن احدكم عبدی كلكم عبيد الله ولكن ليقل غلامی هذا مختصر رواه مسلم عن ابی هريرة رضی	ہرگز تم میں کوئی اپنے مملوک کو یوں نہ کہے کہ میرا بندہ ، تم سب خدا کے بندے ہو ، ہاں یوں کہے کہ میرا غلام ۔

وہابیہ کے شرک ہمیشہ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ خود قرآن و حدیث میں بھرے ہوتے ہیں ۔ خدا اور رسول دوستوں کے حکم شرک سے محفوظ نہیں ۔ والعیاذ باللہ رب العلمین ۔ مزہ یہ ہے کہ لفظ غلام کی اسمائے الٰہیہ جل وعلا کی طرف اضافت خود ممنوع ہے ۔ اللہ کا غلام نہ کہا جائے گا کہ غلام کے معنی حقیقی پسر ہیں ۔ ولہذا عبید کو شفقۃً عربی میں غلام ، اردو میں چھوکرا کہتے ہیں ۔ سیدی علامہ عارف باللہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں :

(ولكن ليقل غلامی وجاريتی وفتائی وفتاتی) مراعاة لجانب الادب فی حق الله تعالیٰ لانه يقال عبد الله وامة الله ولا يقال غلام الله وجارته الله ولا فتی

اللہ ولا فتاة اللہ اھ باختصار -

سبحان اللہ! یہ عجب شرک ہے جو خود حضرت عزت کے لیے روا نہیں، بلکہ اس کے غیر ہی کے لیے خاص ہے۔ مگر ہے یہ کہ وہابیہ کے دین فاسد میں محبوبان خدا کا نام ذرا اعزاز و تکریم کی نگاہ سے آیا اور شرک نے منہ پھیلایا۔ پھر چاہے وہ بات خدا کے لیے خاص ہو نا درکنار خدا کے لیے جائز بلکہ متصور ہی نہ ہو۔ آخر نہ دیکھا کہ ان کے پیشوا نے تقویۃ الایمان میں قبر پر شامیانہ کھڑا کرنا، مورچھل جھلنا شرک بتا دیا اور اُسے صاف صاف ان باتوں میں جو خدا نے اپنی تعظیم کے لیے خاص کی ہیں گنا دیا یعنی اس کے معبود نے کہہ دیا ہے کہ میری ہی قبر پر شامیانہ کھڑا کرنا، میری ہی قبر پر مورچھل جھلنا۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ آخر نہ سنا کہ ان کے طائفہ غیر مقلدان کے اب نئے پیشوا صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی آنجہانی اپنے رسالہ کلمۃ الحق میں لکھ گئے ؎

چو غلام آفتابم ہم از آفتاب گویم

خدا کی شان، غلام محمد، غلام علی، غلام حسن، غلام غوث تو معاذ اللہ شرک و حرام اور غلام آفتاب ہونا یوں جائز و بے ملام۔ حالانکہ ترجمہ کیجئے تو جیسا فارسی میں غلام آفتاب ویسا ہی عربی میں مشرکین عرب کا نام عبد شمس، ہندی میں کفار ہنود کا نام سورج داس۔ زبانیں مختلف ہیں اور حاصل ایک۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ہدایت علی کا جواز بھی ویسا ہی ظاہر و باہر جس میں اصلاً عدم جواز کی بو نہیں۔ وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰے کہ محبوبان خدا کے نام سے جلتے ہیں، آج تک ان کے کبرا نے بھی اس میں کلام نہ کیا۔ البتہ مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی کے مجموعہ فتاوی جلد اول طبع اول ۲۶۲ میں اس نام پر اعتراض دیکھا گیا اول کلام میں تو صرف خلاف اولی ٹھیرایا تھا، آخر میں ناجائز و گناہ قرار دے دیا۔ حالانکہ یہ محض غلط ہے۔ اس کا خلاصہ عبارت یہ ہے -

استفتاء

کسے نام خود ہدایت علی می داشت	کسی شخص کا نام ہدایت علی تھا۔ شرکی نام ہونے کے
بایہام اسمائے شرکیہ تبدیل نمود و ہدایت العلی	وہم کی بناء پر تبدیل کیا اور ہدایت العلی رکھ لیا۔ ایک

نماد. شخصے بر آں معترض شد کہ لفظ ہدایت
مشترک است بین معنیین ارائۃ الطریق و ایصال
الی المطلوب و ہٰکذا لفظ علی بغیر الف و لام مشترک
است بین اسمائے الٰہیہ و حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ
مجیب گفت دریں صورت تائید من ست، چہ
ہر گاہ لفظ ہدایت و علی مشترک شد بین معنیین
پس چہار احتمال می شود یکے ازاں از ہدایت
معنی اول و از علی اللہ جل شانہٗ۔ دوم از ہدایت
معنی ثانی و از علی اللہ جل جلالہٗ، سوم از ہدایت
معنی اول و از علی حضرت علی اللہ وجہہ۔
چہارم از ہدایت معنی ثانی و از علی حضرت علی۔
پس سہ احتمال اول خالی از ممانعت شرعیہ
بستند۔ البتہ رابع خالی از ممنوعیت نیست
چہ در جملہ اسمائے شرکیہ مفہوم می شود، پس
ہر اسم کہ دائرہ شود بین اسمائے شرکیہ و عدمہ
احتراز ازاں لابدی ست بلکہ واجب و اگر
کسے بر اسم متنازع فیہ قیاس نمودہ بہ
عبد اللہ شرک ثابت کند یا یا علی گفتن
ممانعت نماید، قیاس او صحیح ست یا نہ
بینوا توجروا۔

ھو المصوب:

لفظ علی کہ از اسمائے الٰہیہ ست
عن لام بداں زائد می شود برائے تعظیم چنانکہ

شخص نے اس پر اعتراض کیا کہ لفظ ہدایت مشترک
درمیان دو معنوں کے ہے۔ ایک کے معنی ہیں راہ دکھانا
اور دوسرے کے معنی ہیں مطلوب تک پہنچانا اور اسی
طرح لفظ علی بغیر الف لام کے مشترک ہے درمیان
اسماء الٰہیہ کے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے
مجیب نے کہا اس صورت میں میری تائید ہے کیونکہ جب
لفظ ہدایت اور علی دو معنوں میں مشترک ہوئے پس چار
احتمالات بنتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہدایت سے
مراد معنی اول ہو اور علی سے جل شانہٗ، دوسرا
یہ کہ ہدایت سے مراد معنی ثانی اور علی سے مراد اللہ
جل شانہٗ، تیسرا یہ کہ ہدایت سے مراد معنی اول
اور علی سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ چوتھا
یہ کہ ہدایت سے مراد معنی اول اور علی سے مراد حضرت
علی کرم اللہ وجہہٗ۔ پس پہلے تین احتمالات ممانعت
شرعیہ سے خالی ہیں۔ البتہ چوتھا احتمال ممنوعیت
سے خالی نہیں کیونکہ یہ اسماء شرکیہ کے زمرہ سے
معلوم ہوتا ہے۔ پس جو اسم واقع ہو درمیان شرکیہ
اور غیر شرکیہ کے اس سے بچنا ضروری ہے۔ بلکہ بچنا
واجب ہے۔ اگر کوئی آدمی اسم متنازع فیہ پر
قیاس کرتا ہوا عبد اللہ پر شرک ثابت کرے یا علی
کہنے سے روکے تو کیا اس کا قیاس صحیح ہے یا نہ؟
بیان کرو، اجر دیے جاؤ گے۔
وہی ہے سیدھی راہ دکھانے والا۔

والفضل والنعمان وغیرہ بر لفظ علی کہ از اسمائے
مرتضیٰ ست لام داخل نمی شود۔ بناءً علیہ
ہدایت العلی اولیٰ ست از ہدایت علی چہ در
اولیٰ اشتباہ اضافت ہدایت بسوئے علی
مرتضیٰ نیست و در صورت ثانیہ بسبب اشتراک
لفظ ہدایت بحسب استعمال و اشتراک لفظ
علی اشتباہ امر ممنوع موجود و در اسامی از
ہمچو اسم کہ ایہام مضمون غیر مشروع سازد
احتراز لازم۔ بہمیں سبب علماء از تسمیہ
عبدالنبی وغیرہ منع ساختہ اند واما در عبداللہ
وغیرہ پس ایہام از امر غیر مشروع نیست
وہمچنیں در یا علی ہرگاہ مقصود ندائے پروردگار
باشد نزاعی نیست۔

حررہٗ ابوالحسنات عبدالحی

لفظ علی جو کہ اسمائے الٰہیہ سے ہے اس پر تعظیم کے
لیے الف لام زائد ہوتا ہے جیسا کہ الفضل اور النعمان
وغیرہ لفظ علی جبکہ حضرت مرتضیٰ کا نام ہو اس پر
الف لام داخل نہیں ہوتا۔ اس بنا پر ہدایت العلی نام
رکھنا بہتر ہے۔ کیونکہ ہدایت العلی نام رکھنے میں اشتباہ
اضافت ہدایت کا حضرت مرتضیٰ کی طرف نہیں ہے
اور ہدایت علی نام رکھنے میں بسبب اشتراک لفظ
ہدایت کے باعتبار استعمال کے اور بوجہ اشتراک لفظ
علی کے امر ممنوع کا اشتباہ موجود ہے اور ناموں میں
ایسے نام جن سے ایہام مضمون غیر مشروع کا ہو، بچنا
لازم ہے۔ اسی لیے علماء نے عبدالنبی وغیرہ نام رکھنے
سے منع کیا ہے لیکن عبداللہ وغیرہ پس ان میں غیر مشروع
کا ایہام نہیں اور اسی طرح یا علی کہنا جبکہ اس سے
مقصود ندائے پروردگار ہو کوئی نزاع نہیں۔

اقول یہ جواب سخت عجب عجاب ہے۔ یتساوک ھذا لا بل یساوی ھذا۔
اس تمام کلام مختل النظام کا مبنیٰ ہی سرے سے باد رہوا ہے: ممنوع ایہام ہے
نہ مجرد احتمال ولو ضعیفا بعیدا۔ ایہام و احتمال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایہام میں
تبادر درکار ہے، ذہن اس معنی ممنوع کی طرف سبقت کرے نہ یہ کہ شقوق محتملہ عقلیہ میں
کوئی شق معنی ممنوع کی بھی نکل سکے۔ تلخیص میں ہے۔

الایہام ان یطلق لفظ لہ معنیان
قریب وبعید ویراد بالبعید۔

ایہام یہ ہے کہ ایک لفظ بولا جائے جس کے
دو معنی ہوں۔ قریب اور بعید اور مراد بعید معنی ہو

علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف کتاب التعریفات میں فرماتے ہیں:

الایہام ویقال لہ التخییل

ایہام (وہم) کو تخییل (خیال) کہتے۔ وہ یہ ہے کہ کوئی

ایضا وھو ان یذکر لفظ لہ معنیان
قریب وغریب فاذا سمعہ الانسان
سبق الی فھمہ القریب ومراد
المتکلم الغریب واکثر المتشابہات
من ھذا الجنس ومنہ قولہ تعالیٰ
والسموٰت مطویٰت بیمینہ ۔

لفظ ذکر کیا جائے جس کے دو معانی ہوں۔
ایک قریب الفہم، ایک بعید من الفہم، پس
جس وقت انسان اس لفظ کو سنے اس کے
فہم کی طرف قریب معنی سبقت کرے اور
مراد متکلم کی معنی بعید ہو اور اکثر متشابہات
اسی قسم سے ہیں اور اسی قسم سے ہے فرمان
اللہ تعالیٰ کا اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہیں ۔

مجرد احتمال اگر موجب منع ہو تو عالم میں کم کوئی کلام منع وطعن سے خالی رہے گا۔ زید آگیا
اٹھا بیٹھا عمرو نے کھایا پیا۔ کہا سنا۔ مجیب صاحب نے سوال دیکھا۔ جواب لکھا وغیرہ وغیرہ
سب افعال اختیاریہ کی اسناد دو معنی کو محتمل۔ ایک یہ کہ زید و عمرو و مجیب نے اپنی قدرت
ذاتیہ مستقلہ تامہ سے یہ افعال کیے۔ دوسرے قدرت عطائیہ ناقصہ قاصرہ سے اول قطعاً
اجماعاً باطل ہے۔ فاضل مجیب نے بھی عمر بھر اپنے محاورات روزانہ میں ایسے ایہامات
شرک برتے اور ان کی تصانیف میں ہزار در ہزار ایسے شرک بالا یہام بھرے ہوں گے۔
جانے دیجیے! نماز میں وتعالیٰ جدک تو شاید آپ بھی پڑھتے ہوں گے ۔ جدّ
کے دوسرے مشہور معروف بلکہ مشہور تر معنی یہاں کیسے صریح شدید کفر ہیں۔ عجب کہ اتنے
بڑے کفر کا ایہام جان کر اسے نام نہ مانا تو بات وہی ہے کہ ایہام میں تبادر و سبقت و
اقربیت درکار ہے اور وہی ممنوع ہے۔ نہ مجرد احتمال۔ یہ قاعدہ واجب الحفظ ہے
کہ آج کل بہت جہلا ایہام و احتمال میں فرق نہ کرکے دھوکے غلط میں پڑتے ہیں۔

ثانیاً ایسی ہی خنہ تراشیاں ہیں تو صرف ہدایت علی پر کیوں الزام رکھیے مولیٰ علی
کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے نام پاک علی کو اس سے سخت تر شنیع کہیے۔ وہاں تو چار احتمالوں سے
ایک میں تو آپ کو شرک نظر آیا تھا۔ یہاں برابر کا معاملہ نصفا نصف کا حصہ ہے علی کے دو
معنی ہیں علو ذاتی کہ بالذات للذات متعالی من الاضافات ہو۔ دوسرا اضافی کہ خلق کے
بیچ ہے۔ اول کا اثبات قطعاً شرک۔ تو علی ہی ایہام شرک میں ہدایت علی سے دونا ٹھہرے گا۔

ولا یقول بہ جاھل فضلا عن فاضل۔

ثالثا، ایک علی ہی کیا، جس قدر اسمائے مشترک فی اللفظ بین الخالق والمخلوق ہیں، جیسے رشید وحمید وجمیل وجلیل وکریم وعلیم ورحیم وحلیم۔ وغیرہ۔ سب کا اطلاق عباد پر ویسا ہی ایہام شرک ہوگا جو ہدایت علی کے ایہام سے دوچند رہے گا۔ حالانکہ خود حضرت عزت نے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں کسی کو ایک کسی کو دو نام اپنے اسمائے حسنیٰ سے عطا فرمائے اور حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اسمائے طیبہ میں تو ساٹھ سے زیادہ آئے کما فصلہ العماء فی المواھب وغیرھا۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنا نام پاک حاشر بتایا۔ صحابہ وتابعین وائمہ دین میں کتنے اکابر کا نام مالک تھا۔ ان کے ایہاموں کو کیجیے۔ درمختار وغیرہ معتمدات میں تصریح کی کہ ایسے نام جائز ہیں اور عباد کے حق میں دوسرے معنی مراد لیے جائیں گے، نہ وہ جو حضرت حق کے لیے۔ جاز التسمیۃ بعلی ورشید وغیرھما من الاسماء المشترکۃ ویراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق اللہ تعالیٰ۔ کیوں نہیں کہتے کہ ایسے نام بوجہ اشتراک ناجائز ہیں کہ دوسرے معنی شرک کا احتمال باقی ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

رابعًا، سائل نے اپنی جہالت سے صرف عبداللہ میں شرک سے سوال کیا تھا۔ حضرت مجیب نے اپنی بنالت سے وغیرہ بھی بڑھا دیا کہ اپنے نام نامی کو ایہام شرک سے بچالیں مگر جناب کی دلیل سلامت ہے تو اس ایہام سے سلامت بخیر ہے۔

عبدالحی میں دو جز ہیں اور دونوں کے دو دو معنی۔ ایک عبد مقابل الٰہ، دوم مقابل آقا۔ قال اللہ تعالےٰ:

وانکحوا الایامیٰ منکم والصّٰلحین من عبادکم وامائکم۔

دیکھو، حق سبحانہ، تعالےٰ نے ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرمایا۔ یونہی ایک حی اسم الٰہی کہ حیات ذاتیہ ازلیہ ابدیہ واجبہ سے شعر، اور دوسرا اس وتو، زید وعمرو سب پر صادق۔ جس سے آیہ کریمہ تخرج الحی من المیت۔ وغیرہ مظہر۔ اب اگر عبد بمعنی اول اور حی بمعنی دوم لیجیے قطعاً شرک ہے۔ وہی چار صورتیں ہیں اور وہی ایک صورت پر شرک موجود۔ پھر

عبدالحی ایہام شرک سے کیونکر محفوظ؟ اس سے بھی احتراز لازم تھا۔

بعینہٖ یہی تقریر مولوی عبدالحلیم صاحب کے نام میں جاری ہوگی۔ ملاحظہ ہو کہ یہ تشقیق و تدقیق کہاں تک پہنچی؟ نسأل اللہ السلامۃ۔

فقیر کے نزدیک ظاہرًا یہ پھڑکتی ہوئی برہان حضرت مجیب کو جناب سائل کے فیض سے پہنچی۔ سائل نے ذکر کی۔ مجیب نے بے غور کے قبول کرلی۔ ورنہ ان کا ذہن شاید ایسی دلیل ذلیل علیل کلیل کی طرف ہرگز نہ جاتا۔ جس سے خود ان کا نام نامی بھی عادم الجواز و الاحتراز قرار پایا۔

خامسًا، یاعلی کو فرمایا جاتا ہے کہ جب مقصود ندائی معبود تو نزاع مفقود۔ جی کیا وجہ یہاں بھی صاف دوسرا احتمال موجود۔ اپنا قصد نہ ہونا ایہام و احتمال کا نافی کب ہوسکتا ہے ایہام تو کہتے ہی وہاں ہیں جہاں وہ معنی موہم مراد متکلم نہ ہوں تلخیص و تعریفات کی عبارتیں ابھی سن چکے اور اگر قصد پر مدار و اعتماد ہے تو ہدایت علی پر کیا ایراد ہے؟ وہاں کب معنی شرک مقصود و مراد ہے۔

سادسًا، علی پر الف لام لانا کب ایسے عالمگیر ایہام شرک سے نجات دے گا۔ علی علمًا پر لام نہ آنا سہی صفتًا پر تو قطعًا آسکتا ہے اور وہ یقینًا صفات مشترکہ سے ہے تو احتمال اب بھی قائم اور احتراز لازم۔ بلکہ سراجیہ و تاتارخانیہ و منح الغفار وغیرہ سے تو ظاہر کہ العلی باللام نام رکھنا بھی روا ہے۔ ردالمحتار میں ہے:۔

فی التاتارخانیۃ عن السراجیۃ التسمیۃ باسم یوجد فی کتاب اللہ تعالٰی کالعلی والکبیر والرشید والبدیع جائزۃ الخ ومثلہ فی المنح عنہا وظاہرہ الجواز ولو معرفا بال۔	تاتارخانیہ اور سراجیہ میں ہے نام رکھنا اس نام کے ساتھ جو کتاب اللہ میں پائے جاتے ہیں جیسے علی، کبیر، رشید، بدیع جائز ہیں۔ الخ اور اس کی مثل منح میں سراجیہ سے نقل کیا ہے اور ظاہر اس کا جواز ہے اگرچہ معرف بالف لام ہی ہو۔

سابعًا، جب گفتگو احتمال پر چل رہی ہے تو معینین ایصال الی المطلوب و ارادت

طریق میں تفرقہ باطل۔ ایصال وارادت دونوں دو معنی خلق وتسبب پر مشتمل بمعنی خلق دونوں مختص بحضرت احدیت ہیں۔ کیا ارادت بمعنی خلق رویت غیر سے ممکن ہے اور بمعنی تسبب دونوں غیر کے لیے حاصل ہیں؟ کیا انبیاء سے ایصال بمعنی سببیت فی الوصول نہیں ہوتا۔ فطاح التفرقة وصاح الشقشقة۔ ہاں یوں کہتے کہ ادھر علی مشترک۔ ادھر ہدایت خلق وتسبب دونوں میں مستعمل، یوں چار احتمال ہوئے۔ مگر اب یہ مصیبت پیش آئے گی کہ جس طرح ہدایت بمعنی خلق غیر خدا کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی یونہی محض تسبب حضرت عزت جل جلالہ کی طرف نسبت نہیں پاسکتی۔ ورنہ معاذ اللہ اصل خالق ومعطی دوسرا ٹھیرے گا اور اللہ عزوجل صرف سبب وواسطہ وسیلہ، اس کا پایہ شرک سے بھی اونچا جائے گا کہ وہاں تو تسویہ تھا، یہاں اللہ سبحانہٗ پر تفضیل دنیا قرار پائے گا۔ علی پر لام لاکر اول کا علاج کرلیا، اس دوم کا کہ اس سے بھی سخت تر ہے۔ علاج کدھر سے آئے گا؟ اب ایک نیا لام گھڑ کر ہدایت پر داخل کیجیے کہ وہ معنی خلق میں متعین ہو جائے اور احتمال تسبب اٹھ کر ایہام شرک وبدتر از شرک راہ نہ پائے۔

ثامنًا، ایک ہدایت کیا جتنے افعال مشترکہ الاطلاق ہیں سب میں اسی آفت کا سامنا ہوگا۔ جیسے احسان وانعام، اذلال واکرام، تعلیم وافہام، تعذیب وایلام، عطاومنع، اضرار ونفع، قہر وقتل، نصب وعزل وغیرہ کہ مخلوق کی طرف نسبت کیجئے تو معنی خلق موہم شرک اور خالق کی طرف تو معنی تسبب مشعر کفر بہرحال مفر کدھر اگر کہیے خالق عزوجل کی طرف نسبت ہی دلیل کافی ہے کہ معنی خلق مراد ہیں، ہم کہیں گے مخلوق کی جانب اضافت ہی برہان وافی ہے کہ معنی تسبب مقصود ہیں۔ وللہذا علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ امثال انبت الربیع البقل وحکم علی الدھر، میں قائل کا موحد ہونا ہی قرینہ شافی ہے کہ اسناد مجاز عقلی ہے۔

تاسعًا، آپ نے (باآنکہ اسمائے الٰہیہ توقیفیہ ہیں اور خصوصًا آپ بہت جگہ صرف نہ وارد ہوتے، نہ منقول ہونے کو حجت ممانعت جانتے ہیں) حق سبحانہٗ کا نیا نام مصوب ایجاد فرمایا، ہر جواب کی ابتدا ہوالمصوب سے ہوتی ہے، یہ کب احتمال شنیع سے خالی ہے۔ تصویب جس طرح ٹھیک بتانے کو کہتے ہیں یونہی سرجھکانے کو اور مثلًا جو سرجھکائے بیٹھا ہوا سے مصوب اور دونوں معنی حقیقی ہیں تو آپ کے طور پر اس کلمہ میں ایہام تجسیم ہے اور

تجسیم کفر و ضلال عظیم ہے۔

عاشرًا، جب مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی طرف اضافت ہدایت کا اشتباہ امر ممنوع کا اشتباہ اور موجب لزوم احتراز ہے تو بالقصد اس جناب ہدایت مآب کی طرف اضافت ہدایت کس درجہ سخت ممنوع و مفترض الاحتراز ہوگی۔ یہاں مولیٰ علی کو ہادی کہنا حرام ہو گیا۔ حالانکہ یہ احادیث صریحہ و اجماع جمیع ائمہ اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے۔ شاید یہ عذر کیجئے کہ ہدایت بمعنی خلق کا اشتباہ موجب منع تھا۔ اس معنی پر اضافت قصدیہ ضرور حرام بلکہ ضلال تام ہے نہ بمعنی تسبب کہ جائز معمول اہل اسلام ہے مگر یہ وہی عذر معمول ہے جس کا رد گزر چکا۔ کیا مولا علی کی طرف اضافت کا اصلاً قصد ہی نہ ہو اس وقت تو بوجہ اشتراک معنی مولیٰ علی کی جانب ہدایت بمعنی خلق کی اضافت کا اشتباہ ہوتا ہے اور جب بالقصد خود حضرت مولیٰ علی ہی کی طرف اضافت مراد ہو تو اب وہ اشتراک معنی جاتا رہتا اور اشتباہ راہ نہیں پاتا۔ اگر مانع اشتباہ مخلوق کا اس معنی کے لیے صالح نہ ہونا ہے تو صورت عدم قصد میں کیوں مانع نہیں اور اگر باوصف عدم صلوح اشتباہ قائم رہتا ہے تو صورت قصد میں کیوں واقع نہیں۔

حادی عشر، نہ صرف امیر المومنین علی بلکہ انبیائے کرام و رسل عظام و خود حضور پُر نور سید الانام علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کسی کی طرف اضافت ہدایت اصلاً روا نہ رہے گی۔ کہ بوجہ احتمال معنی دوم ایہام شرک ہے۔ اب مصطفیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ہادی کہنا بھی حرام ہو گیا اور یہ قرآن عظیم و صحاح احادیث و اجماع امت بلکہ ضروریات دین کے خلاف ہے۔

ثانی عشر، خود جناب مجیب نے اپنے فتاویٰ جلد سوم صفحہ۹ے میں اس لزوم احتراز کا رد صریح فرما دیا۔ ادعائے ایہام کا فیصلہ یوں دیا۔ فرماتے ہیں:

سوال : عبد النبی یا مانند آں نام نہادن درست ست یا نہ؟

جواب : اگر اعتقاد ایں معنی ست کہ ایں کس کہ عبد النبی نام دارد بندۂ نبی ست عین شرک است۔ و اگر عبد بمعنی غلام مملوک ست آنہم خلاف واقع ست۔

واگر مجازاً عبد بمعنی مطیع و منقاد گرفته شود، مضائقہ ندارد لیکن خلاف اولیٰ ست روی

مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم قال لایقولن احدکم عبدی و امتی. کلکم عباد اللہ کل نساءک

اماء اللہ ولکن لیقل غلامی وجاریتی وفتائی وفتاتی۔ انتہیٰ۔

ترجمہ: عبدالنبی یا اس کے مثل نام رکھنا صحیح ہیں یا نہیں اگر اعتقاد اس معنی سے یہ ہے کہ یہ عبدالنبی نام رکھنے والا نبی کا بندہ ہے تو شرک عینی ہے اور اگر عبد غلام مملوک کے معنی میں ہے تو اس پر اختلاف واقع ہے۔ اگر مجازاً عبد بمعنی فرمانبردار لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن بہتر نہیں ہے

اقول: قطع نظر اس سے کہ یہ جواب بھی بوجوہ مخدوش ہے۔ اولاً عبد و بندہ میں سوائے اختلاف زبان کے کوئی فرق نہیں، ایک دوسرے کا پورا ترجمہ ہے عبد و بندہ دونوں عربی و عجمی، دونوں زبانوں میں اللہ و خدا، مولیٰ و آقا دونوں کے مقابل بولے جاتے ہیں تو عبد بمعنی اور چشمہ مقصود ہو تو صحیح۔

حضرت مولوی قدس سرہٗ المعنوی مثنوی شریف میں حدیث شراے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں خرید لیا اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے ہمیں شریک نہ کیا۔ اس پر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی ؎

گفت ما دو بندگان کوئے تو   کردش آزاد ہم بر روئے تو

ترجمہ: عرض کیا میں آپ کے کوچہ کے غلاموں میں ہوں میں نے اس کو آپ کے رخ انور پر آزاد کر دیا لاجرم جو تفصیل عبد میں ہے وہی بندہ میں۔

ثانیاً، عبد بمعنی بندہ و بمعنی مملوک میں یہ تفرقہ کہ اول شرک اور ثانی خلاف واقع ہے۔ محض بے اصل و ضائع ہے مملوک بھی ملک ذاتی حقیقی و ملک عطائی مجازی دونوں کو مشتمل اور اول میں قطعاً شرک حاصل اور بندہ بھی مقابل خدا و خواجہ دونوں مستعمل اور ثانی سے یقیناً شرک زائل۔

ثالثاً، آپ نے تو عبد بمعنی مملوک کو خلاف واقع یعنی کذب ٹھہرا کر اس ارادہ کو

شرک سے اکبر گناہ مانا مگر ائمہ دین و اولیائے معتمدین و علمائے مستندین قدس اللہ تعالٰے اسرارہم اجمعین اس اعتقاد کو کمال ایمان مانتے اور اس سے خالی کو حلاوت ایمان سے بے بہرہ جانتے ہیں۔ حضرت امام اجل عارف باللہ سیدی سہل بن عبد اللہ تستری رضی اللہ تعالٰے عنہ پھر امام اجل قاضی عیاض شفا شریف پھر امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں نقلاً و تذکیراً۔ پھر علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض، پھر علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی شرح مواہب میں شرحاً و تفسیراً فرماتے ہیں:

من لم یر ولایۃ الرسول علیہ	جو ہر حال میں نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو
فی جمیع احوالہ ولم یر نفسہ	اپنا والی اور اپنے آپ کو حضور کا مملوک نہ
فی ملکہ لا یذوق حلاوۃ	جانے وہ سنت نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
سنتہ	کی حلاوت سے اصلاً خبردار نہ ہوگا۔

رابعاً، مولانا عبد العزیز صاحب تحفۂ اثنا عشریہ میں نقل فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ و تعالٰے زبور شریف میں فرماتا ہے:

یا احمد فاضت الرحمۃ علی	اے احمد! تیرے لبوں پر رحمت نے جوش مارا
شفتیك من اجل ذٰلك ابارك	میں اس لیے تجھے برکت دیتا ہوں۔ تو اپنی
علیك فتقلد السیف فان	تلوار حمائل کر کہ تیری چمک اور تیری تعریف
بہاءك وحمدك الغالب	ہی غالب ہے۔ سب امتیں تیرے قدموں میں
الی قولہ الامم یخرون تحتك	گریں گی۔ سچی کتاب لایا اللہ برکت وپاکی کے
کتاب حق جاء اللہ بہ من	ساتھ مکہ کے پہاڑ سے۔ بھر گئی زمین احمد کی
الیمن والتقدیس من جبل فاران	حمد اور اس کی پاکی بولنے سے۔ احمد مالک
وامتلأت الارض من تحمید	ہوا ساری زمین اور تمام امتوں کی گردنوں کا
احمد وتقدیسہ وملك الارض	(صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم)
ورقاب الامم۔	

کیا زبور پاک کے ارشاد کو بھی معاذ اللہ خلاف واقع کہا جائے گا۔

خامساً ، امام احمد مسند میں بطریق ابی معشر البراء ثنی صدقۃ بن طیسلۃ ثنی معن بن ثعلبۃ المازنی والحی بعد ثنی الاعشی المازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن احمد زوائد المسند میں بطریق عوف بن کہمس بن الحسن عن صدقۃ بن طیسلۃ الخ ۔ اور امام جعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں بطریق ابی معشر المذکور نحو روایۃ احمد سنداً و متناً ۔ اور ابن خثیمہ و ابن شاہین بھذا الطریق و بغیرہ اور بغوی و ابن السکن و ابن ابی عاصم بطریق الجنید بن امین بن ذروۃ بن نضلۃ ابن طریف بن بھصل الحرمازی عن ابیہ عن جدہ نضلہ ۔ حضرت اعشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ یہ خدمت اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اپنے بعض اقارب کی ایک فریاد لے کر حاضر ہوئے اور اپنی منظوم عرضی مسامع قدسیہ پر عرض کی جس کی ابتدا اس مصرع سے تھی ۔

یا مالک الناس و دیان العرب

اے تمام آدمیوں کے مالک اور اے عرب کے جزا و سزا دینے والے

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی فریاد سن کر رفع شکایت فرمادی ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک شخص کا مالک کہنا آپ کے گمان میں معاذ اللہ کذب تھا تو تمام آدمیوں کا مالک بتانا ۔ یا مالک الناس ۔ کہہ کر حضور کو ندا کرنا عیاذاً باللہ سنکھوں مہاسنکھوں کذب کا مجموعہ ہوگا ۔ حالانکہ یہ حدیث جلیل شہادت دے رہی ہے کہ صحابی نے حضور کو مالک تمام بشر کہا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقبول و مقرر رکھا ۔

سادساً ، بات یہ ہے کہ آپ کے خیال شریف میں مالک و مملوک کے یہی معنی تھے کہ زید عمرو کو تانبے کے کچھ ٹکوں یا چاندی کے چند ٹکڑوں پر خریدے ۔ جبھی تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مالکیت کو خلاف واقع فرمادیا ۔ حالانکہ یہ مالکیت سخت پوچ لچر ، محض بے وقعت بے قدر ہے کہ جان و رکنار گوشت پوست پر بھی پوری نہیں ۔ سچی کامل مالکیت وہ ہے کہ جان و جسم سب کو محیط اور جن و بشر سب کو شامل ہے ۔ یعنی اولیٰ بالتصرف

ہونا کہ اس کے حضور کسی کو اپنی جان کا بھی اصلاً اختیار نہ ہو۔ یہ مالکیت حقہ صادقہ محیطہ شاملہ تامہ کاملہ حضور پر نور مالک الناس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بخلافت کبرائے حضرت کبریا عزّ و علا تمام جہان پر حاصل ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ ۔	نبی زیادہ مالک و مختار ہے تمام اہل ایمان کا خود ان کی جانوں سے ۔

وقال اللہ تبارک وتعالیٰ :

ما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرة من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا ۰	(کوئی حق نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو جب حکم کردیں اللہ و رسول کسی بات کا کہ انہیں کچھ اختیار رہے اپنی جانوں کا اور جو حکم نہ مانے اللہ و رسول کا تو وہ صریح گمراہ ہوا ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

انا اولی بالمؤمنین من انفسھم۔ رواہ احمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجة عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

اگر یہ معنی مالکیت جناب مجیب کے خیال میں ہوتے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مالکیت کو خلاف واقع نہ جانتے اور خود اپنی جان اور سارے جہان کو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملک مانتے اور اس سے زائد مرتبہ حق حقائق ہے۔ جس کے سننے کو گوش شنوا سمجھنے کو دل بینا درکار ہے ۔

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ۰ ۔

وفوق کل ذی علم علیم ۰

ولا یلقٰھا الا الذین صبروا ولا یلقٰھا الا ذو حظ عظیم ۰

حدیث صحیح مسلم محض بے محل مذکور ہوئی۔ حدیث میں تعلیم تواضع و نفی تکبر و آقاؤں کو ارشاد ہے کہ اپنے غلاموں کو عبد نہ کہو۔ نہ یہ کہ غلام بھی اپنے کو مولیٰ کا عبد یا دوسرے ان کو ان کے عبد نہ کہیں۔ یہ ہے قرآن کہ ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرمارہا

ہے۔ آیت عنقریب گزری۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس علی المسلم فی عبدہ ولا فرسہ صدقۃ۔ رواہ احمد، والستۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	مسلمان پر اپنے عبد اور اپنے گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں۔

فقہ کا محاورۂ عامہ و ائمہ صدر اول سے آج تک مستمرہ ہے:

اعتق عبدہ دبر عبدہ۔

خود مولوی مجیب صاحب اپنے رسالہ لفع المفتی مسائل متعلقہ جمعہ میں فرماتے ہیں:

ان اذن المولی عبدہ لہا یتخیر۔ وہیں ہے: وللمولی منع عبدہ۔

عجب ہے کہ زید وعمرو بلکہ کسی کافر ومشرک کے غلام کو اس کا عبد کہنے پر حدیث وارد نہ ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کو ان کا عبد کہنے پر معترض ہو۔

اور سنیے تو سہی! امام ابو حذیفہ اسحاق بن بشیر فتوح الشام اور حسن بن بشران اپنے فوائد میں ابن شہاب زہری وغیرہ ائمہ تابعین سے راوی کہ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں بر سر منبر فرمایا:۔

قد کنت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فکنت عبدہ وخادمہ۔	میں حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھا۔ تو میں حضور کا عبد تھا۔ حضور کا بندہ حضور کا خدمتی تھا۔

نیز ابن بشران امالی اور ابو احمد دہقان جزء حدیثی اور ابن عساکر تاریخ دمشق اور لالکائی کتاب السنۃ میں افضل التابعین سیدنا سعید بن المسیب بن حزن رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی جب امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے۔ منبر اطہر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا۔ حمد و درود کے بعد کہا:

ایھا الناس، انی قد علمت انکم کنتم تؤنسون منی شدۃ وغلظۃ وذلک انی کنت مع رسول اللہ	لوگو! میں جانتا ہوں کہ تم مجھ میں سختی و درشتی پاتے تھے اور اس کا سبب یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کنت عبدہ وخادمہ۔ — تھا اور میں حضور کا عبد حضور کا بندہ اور حضور کا خدمت گار تھا۔ الحدیث

اب تو ظاہر ہوا کہ حدیث مسلم کو اس محل سے اصلاً تعلق نہیں۔ ذرا وہابی صاحب بھی اتنا سن رکھیں کہ یہ حدیث نفیس جس میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آپ کو عبد النبی، عبد الرسول، عبد المصطفیٰ کہہ رہے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مجمع عام زیر منبر حاضر ہے۔ سب سنتے اور قبول کر رہے ہیں۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے بھی ازالۃ الخفا میں بحوالہ ابو حذیفہ و کتاب مستطاب الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ میں استناداً ذکر کی اور مقرر رکھی۔ امیر المومنین کو جس طرح بجرم ترویج تراویح معاذ اللہ گمراہ بدعتی لکھ دیا، یہاں عیاذاً باللہ مشرک کہہ دیجیے اور آپ کے اصول مذہب نامہذب پر ضرور کہنا پڑے گا۔ مگر صاحبو! ذرا سوچ سمجھ کر کہ شاہ ولی اللہ صاحب کا دامن بھی اسی پتھر کے تلے دبا ہے ؎

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر!

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

خیر: بات دور پہنچی۔ لفظ عبد و بندہ کی تحقیق تام و تفصیل احکام فقیر کی کتاب مجیر معظم شرح اکسیر اعظم میں ملاحظہ ہو۔ یہاں یہ گزارش کرنی ہے کہ مولوی مجیب صاحب کے اس فتوے نے اس ادعائے ایہام کا کام تمام کر دیا۔

عبد النبی میں جناب کے نزدیک تین احتمال تھے، ایک شرک، ایک کذب، ایک صحیح۔ تو ناجائز احتمال جائز سے دو دونے تھے۔ بایں ہمہ اس کا حکم صرف خلاف اولیٰ فرمایا جو ممانعت و کراہت تحریمی درکنار، کراہت تنزیہی کو بھی مستلزم نہیں۔ ہر مستحب کا ترک خلاف اولیٰ ہے۔ مگر مطلقاً مکروہ تنزیہی نہیں۔ ردالمحتار میں بحر الرائق سے ہے:

لا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لا بد لھا من دلیل خاص۔

اسی میں تحریر الاصول سے ہے:

خلاف اولٰی مالیس فیہ صیغۃ نہی کترک صلٰوۃ الضحٰی بخلاف المکروہ تنزیہا۔

تو ہدایت علی جس میں چار احتمالوں سے صرف ایک باطل ہے۔ یعنی جائز احتمالات ناجائز سے تگنے ہیں، یہ کس طرح خلاف اولٰی درکنار مکروہ تنزیہی سے بھی گزر کر لازم الاحتراز ہو گیا؟ اربعہ کے حساب سے تو اسے خلاف اولٰی کا نصف بھی نہ ہونا چاہیے تھا بلکہ صرف ۳/۸ یعنی مباح مساوی الطرفین سے اگر سیر بھر دوری پر خلاف اولٰی کہا جائے تو ہدایت علی میں صرف ڈیڑھ پاؤ ہو گی۔ اس لیے کہ ۳/۴ : ۱ :: ۱/۲ مجہول پس ۱/۲ × ۳/۴ = ۳/۸ خیر! یہ حساب تو ایک تطییب قلوب ناظرین تھا۔ حق یہ ہے کہ ہدایت علی میں اصلاً کوئی وجہ کراہت تنزیہی کی بھی نہیں، لزوم احتراز تو بڑی چیز ہے اور فی الواقع ہر ادنیٰ عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ عبدالنبی سے ہدایت علی کو نسبت ہی کیا ہے۔ جب وہ صرف خلاف اولٰی ہے تو اسے خلاف اولٰی کہنا بھی محض بیجا ہے۔ کلام یہاں کثیر ہے اور جس قدر مذکور ہوا طالب حق کیلئے کافی۔ واللہ یقول الحق ویھدی السبیل۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ

کتبـــــــــــہ

محمد ن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

مسئلہ ۲۲ موسم سرما اور گرما میں زوال کا وقت

محرم الحرام ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ موسم سرما میں زوال کس وقت ہوتا ہے اور موسم گرما میں کس وقت؟ اگر موسم سرما میں زوال بحساب قمری بارہ بجے سے بیشتر ہوتا ہے تو بارہ بجے سے پہلے جو شخص نماز ظہر پڑھے گا اس کی نماز ہو گی یا نہیں؟ جواب مدلل ارقام فرمایئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب دھوپ گھڑی سے تو ایسا ہی ہے کہ زوال ہمیشہ ٹھیک بارہ بجے ہوتا ہے نہ کبھی

پیشتر ہوتا ہے نہ بعد مگر گھڑیوں کے اعتبار سے وقت بلدی صرف چار دن ۱۹ اپریل، ۱۵ جون، یکم ستمبر، ۲۵ دسمبر کے سوا کسی دن ٹھیک بارہ زوال نہیں ہوتا۔ گھڑیوں کی چال روزانہ ایک سی ہوتی ہے اور آفتاب کی چال کبھی ایک سی نہیں۔ اوج ۴ جولائی سے حضیض ۲ جنوری تک تیز ہوتی ہے کہ ہر روز پہلے دن سے زیادہ قوس قطع کرتا ہے اور روزانہ زیادت بھی یکساں نہیں بلکہ آئندہ زیادت سے زیادہ ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ حضیض پر اگر غایت سرعت پر پہنچتا ہے۔ پھر حضیض ۲ جنوری سے اوج ۴ جولائی تک چال سست ہوتی ہے کہ ہر روز پہلے دن سے کم قوس قطع کرتا ہے اور روزانہ کمی بھی ایک سی نہیں بلکہ ہر آئندہ کمی پہلی کمی سے کم ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اوج پر پہنچ کر نہایت درنگ ہو جاتا ہے۔ پھر وہی دورہ آغاز پاتا ہے اور اب اس سبب سے کہ ہندوستان میں عام طور پر ریلوے وقت رائج ہے یہ چار دن بھی برابری کے باقی نہ رہے۔ بلکہ بلاد شرقیہ میں بقدر تفاوت طولین تمام تعدیلات ناقص ہوں گی اور بلاد غربیہ میں تمامی تعدیلات اسی قدر بڑھ جائیں گی مثلاً بریلی کے لیے اگر خاص شہر کا وقت دیا جائے تو بلاشبہ یہی چاروں برابری کے ہوں گے۔ جن میں زوال جیبی گھڑی اور دھوپ گھڑی دونوں سے ٹھیک ۱۲ بجے ہوگا اور اگر ریلوے سے وقت دیا جائے تو بقدر تفاوت طولین ۱۲ سیکنڈ ۱۲ منٹ ہے تمامی تعدیلات زائد ہو جائیں گی۔ تو اب چار دن برابری کے جن میں دونوں وقتوں سے زوال ٹھیک ۱۲ بجے تھا ۱۲ سیکنڈ ۱۲ منٹ ۱۲ ت پر ہوگا۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

تعمیم نفع کے لیے ایک جدول نصف النہار حقیقی وشروع وقت ظہر بریلی بحذف سیکنڈ کہ ایک زمانہ کے لیے کارآمد ہو، ریلوے وقت سے دیا جاتا ہے کہ اس وقت وہی رائج ہے ان وقتوں سے اگر ۱۲ منٹ کم کر دیں تو اصلی وقت بریلی کا ہوگا۔

جدول نصف النہار حقیقی و شروع وقت ظہر بریلی

تاریخ	وقت گھنٹہ منٹ	تاریخ	وقت گھنٹہ منٹ	تاریخ	وقت گھنٹہ منٹ	تاریخ	وقت گھنٹہ منٹ	تاریخ	وقت گھنٹہ منٹ	تاریخ	وقت گھنٹہ منٹ
یکم جنوری	۱۲ ۱۵	۷ مارچ	۱۲ ۲۳	۲۹ اپریل	۱۲ ۹	۱۹ اگست	۱۲ ۱۶	۲۷ ستمبر	۱۲ ۳	۶ دسمبر	۱۲ ۳
۲	۱۲ ۱۶	۱۱	۱۲ ۲۲	۸ مئی	۱۲ ۸	۲۱	۱۲ ۱۵	۳۰	۱۲ ۲	۹	۱۲ ۴
۴	۱۲ ۱۷	۱۵	۱۲ ۲۱	۲۴	۱۲ ۹	۲۵	۱۲ ۱۴	۳ اکتوبر	۱۲ ۱	۱۱	۱۲ ۵
۶	۱۲ ۱۸	۱۹	۱۲ ۲۰	۲ جون	۱۲ ۱۰	۲۸	۱۲ ۱۳	۷	۱۲ -	۱۳	۱۲ ۶
۹	۱۲ ۱۹	۲۲	۱۲ ۱۹	۸	۱۲ ۱۱	یکم ستمبر	۱۲ ۱۲	۱۰	۱۱ ۵۹	۱۵	۱۲ ۷
۱۱	۱۲ ۲۰	۲۵	۱۲ ۱۸	۱۳	۱۲ ۱۲	۲	۱۲ ۱۲	۱۴	۱۱ ۵۸	۱۷	۱۲ ۸
۱۴	۱۲ ۲۱	۲۹	۱۲ ۱۷	۱۵	۱۲ ۱۲	۴	۱۲ ۱۱	۱۸	۱۱ ۵۷	۱۹	۱۲ ۹
۱۶	۱۲ ۲۲	یکم اپریل	۱۲ ۱۶	۱۸	۱۲ ۱۳	۷	۱۲ ۱۰	۲۴	۱۱ ۵۶	۲۱	۱۲ ۱۰
۱۹	۱۲ ۲۳	۴	۱۲ ۱۵	۲۳	۱۲ ۱۴	۱۰	۱۲ ۹	۵ نومبر	۱۱ ۵۷	۲۳	۱۲ ۱۱
۲۳	۱۲ ۲۴	۸	۱۲ ۱۴	۲۷	۱۲ ۱۵	۱۳	۱۲ ۸	۲۱	۱۱ ۵۸	۲۵	۱۲ ۱۲
۲۷	۱۲ ۲۵	۱۱	۱۲ ۱۳	۲ جولائی	۱۲ ۱۶	۱۶	۱۲ ۷	۲۵	۱۱ ۵۹	۲۶	۱۲ ۱۲
یکم فروری	۱۲ ۲۶	۱۵	۱۲ ۱۳	۸	۱۲ ۱۷	۱۹	۱۲ ۶	۲۸	۱۲ ۰	۲۷	۱۲ ۱۳
۲۵	۱۲ ۲۵	۱۹	۱۲ ۱۱	۱۵	۱۲ ۱۸	۲۱	۱۲ ۵	یکم دسمبر	۱۲ ۱	۲۹	۱۲ ۱۴
۳ مارچ	۱۲ ۲۴	۲۳	۱۲ ۱۰	۹ اگست	۱۲ ۱۷	۲۴	۱۲ ۴	۴	۱۲ ۲	۳۱	۱۲ ۱۵

رامپور و دیگر بلاد کے لیے بھی یہ نقشہ بحسب زیادتی یا کمی وقت بریلی موافق نقشہ جات رمضان المبارک معدل کر لینے سے ایک زمانہ تک کے لیے ابتدائی وقت ظہر معلوم کرنے کا ایک اعلیٰ درجہ کا آلہ ہوگا۔ نماز ظہر میں گھڑیوں کے ۱۲ بجے کا کچھ اعتبار نہیں اگر نصف النہار کے بعد نماز پڑھی ،

ہو گئی اور قبل پڑھنے سے نماز نہ ہوگی۔ ۲۸ر نومبر کو بریلی میں ریلوے ٹائم سے ٹھیک ۱۲ بجے نصف النہار ہے۔ پھر بعد کو ہوا کرے گا یہاں تک کہ یکم فروری کو ۱۲ بج کر ۲۶ منٹ پر ہو کر گھٹنا شروع ہوگا حتیٰ کہ ۸؍ مئی کو ۱۲ بج کر ۸ منٹ پر ہوگا۔ پھر بڑھنا شروع ہوگا یہاں تک کہ ۵ر جولائی کو ۱۲ بج کر ۱۸ منٹ پر ہوگا۔ پھر گھٹتے گھٹتے ۷ر اکتوبر کو ٹھیک ۱۲ بجے ہو کر گھٹتا رہا یہاں تک کہ ۱۲ بجے سے پہلے وقت ہو جائے گا یہاں تک کہ ۴؍ ۲ اکتوبر کو منتہائے نقصان ۱۱ بج کر ۵۶ منٹ پر آ کر بڑھنا شروع ہوگا اور ۲۸ر نومبر کو پھر ٹھیک ۱۲ بجے زوال ہوگا۔ تو ۷ر اکتوبر سے ۲۸ر نومبر تک جس شخص نے ٹھیک ۱۲ بجے یا کچھ پہلے مگر نصف النہار کے بعد نماز پڑھ لی، نماز ہو گئی۔ ہاں جس نے وقت سے پہلے پڑھی اس کی نہ ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبـــــــــــــــــــــہ

بمحمدن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۲۔ ایمان اور کمال ایمان

۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایمان کی تعریف کیا ہے اور ایمان کامل کیسے ہوتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الاجواب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر بات میں سچا جاننا، حضور کی حقانیت کو صدق دل سے ماننا ایمان ہے، جو اس کا مقر ہے اسے مسلمان جانیں گے جبکہ اس کے کسی قول یا فعل یا حال میں اللہ و رسول کا انکار یا تکذیب یا توہین نہ پائی جائے اور جس کے دل میں اللہ و رسول جل وعلا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علاقہ تمام علاقوں پر غالب ہو، اللہ و رسول کے محبوبوں سے محبت رکھے۔ اگرچہ اپنے دشمن ہوں اور اللہ و رسول کے مخالفوں بدگوں سے عداوت رکھے، اگرچہ اپنے جگر کے ٹکڑے ہوں۔ جو کچھ دے اللہ کے لیے دے۔ جو کچھ روکے اللہ کے لیے روکے۔ اس کا ایمان کامل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبـــــــــــــــــــــہ

بمحمدن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۴ حضرت امیر معاویہ کے بارے میں عقیدہ

جمادی الاولیٰ ۱۳۲۷ھ

علمائے اہل سنت و جماعت کی خدمت میں گذارش ہے کہ آج کل اکثر سنی فرقہ باطلہ کی صحبت میں رہ کر چند مسائل سے بدعقیدہ ہو گئے ہیں، اگرچہ حضور کی تصانیف کثیرہ میں ہر قسم کے مسائل موجود ہیں لیکن احقر کی نگاہ سے یہ مسئلہ نہیں گزرا اس واسطے اس کی زیادہ ضرورت ہوئی کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت زید کہتا ہے کہ وہ لالچی شخص تھے۔ یعنی انہوں نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور آل رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یعنی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑکر ان کی خلافت لے لی اور ہزارہا صحابہ کو شہید کیا۔

بکر کہتا ہے کہ میں ان کو خطا پر جانتا ہوں کہ ان کو امیر نہ کہنا چاہیے۔

عمرو کا قول یہ ہے کہ وہ اجلہ صحابہ میں سے ہیں۔ ان کی توہین کرنا گمراہی ہے۔

ایک اور شخص جو اپنے آپ کو سنی المذہب کہتا اور کچھ علم بھی رکھتا ہے (حق یہ ہے کہ وہ نرا جاہل ہے) وہ کہتا ہے کہ سب صحابہ اور خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (نعوذ باللہ منہا) لالچی تھے۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعش مبارک رکھی تھی اور وہ اپنے اپنے خلیفہ ہونے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔

ان چاروں شخصوں کی نسبت کیا حکم ہے؟ اور ان کو سنت جماعت کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور حضور کا اس مسئلہ میں کیا مذہب ہے؟ جواب مدلل عام فہم ارقام فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب اللہ عزوجل نے سورہ حدید میں صحابہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں۔ ایک وہ کہ قبل فتح مکہ مشرف بایمان ہو گئے راہ خدا میں مال خرچ کیا، جہاد کیا۔ دوسرے وہ کہ بعد۔ پھر فرما دیا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى، دونوں فریق سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ان کو فرماتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا وَهُمْ فِيْ مَا	وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔ اس کی بھنک تک نہ سنیں گے اور وہ اپنی

اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۝	جی چاہی چیزوں میں ہمیشہ رہیں گے۔
لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ	قیامت کی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین
وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا یَوْمُكُمُ	نہ کرے گی، فرشتے ان کا استقبال کریں گے
الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝	یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ جس کا تم سے وعدہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے۔ تو جو کسی صحابی پر طعنہ کرے، اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کاذبہ میں ارشاد الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہل اسلام کا کام نہیں۔ رب عزوجل نے اسی آیت میں اس کا منہ بھی بند فرما دیا کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھلائی کا وعدہ کر کے ساتھ ہی ارشاد فرما دیا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ "اور اللہ کو خوب خبر ہے جو کچھ تم کرو گے"۔ بایں ہمہ میں تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا۔ اس کے بعد جو کوئی بکے، اپنا سر کھائے خود جہنم میں جائے۔ علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں۔

ومن یکون یطعن فی معاویۃ!

فذالک من کلاب الھاویۃ

"جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں سے ایک کتا ہے"۔

ان چار شخصوں میں عمرو کا قول سچا ہے، زید و بکر جھوٹے ہیں، اور چوتھا شخص سب سے بدتر خبیث رافضی تبرائی ہے امام کا مقرر کرنا ہر مہم سے زیادہ اہم ہے۔ تمام انتظام دین و دنیا اسی سے متعلق ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جنازۂ انور اگر قیامت تک رکھا رہتا اصلاً کوئی خلل محتمل نہ تھا۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام طاہرہ بگڑتے نہیں۔ سیدنا حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد انتقال ایک سال کھڑے رہے، سال بھر بعد دفن ہوئے۔ جنازۂ مبارکہ حجرۂ ام المومنین صدیقہ میں تھا جہاں اب مزار انور ہے اس سے باہر لے جانا نہ تھا۔ چھوٹا سا حجرہ اور تمام صحابہ کو اس نماز اقدس سے مشرف ہونا ایک ایک جماعت آتی اور پڑھتی اور باہر جاتی۔ دوسری آتی۔ یوں یہ سلسلہ تیسرے دن ختم ہوا۔ اگر تین برس میں ختم ہوتا جنازۂ اقدس تین برس یوں ہی رکھا رہتا تھا کہ اس وجہ سے تاخیر دفن اقدس ضروری تھا۔

ابلیس کے نزدیک یہ اگر لالچ کے سبب تھا تو سب سے سخت تر الزام امیرالمومنین مولیٰ علی پر ہے۔ یہ تو لالچی نہ تھے اور کفن دفن کا کام گھر والوں سے ہی متعلق ہوتا ہے۔ یہ کیوں تین دن ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔ انھوں نے رسول کا یہ کام کیا ہوتا پچھلی خدمت بجا لائے ہوتے تو معلوم ہوا کہ اعتراض ملعون ہے اور جنازہ انور کا جلد دفن نہ کرنا ہی مصلحت دینی تھا جس پر علی مرتضیٰ اور سب صحابہ نے اجماع کیا۔ مگر ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید بہ نگاہش ہنر!

یہ خبثا خذلہم اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کو ایذا نہیں دیتے بلکہ اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ حدیث میں ہے۔

من اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ فیوشک اللہ ان یاخذہ۔	جس نے میرے صحابہ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی۔ اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو

قریب ہے کہ اللہ اسے گرفتار کرے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتــــــــــــــــــــبہ

محمد ن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۵ ۔ پیشگی رقم دینا

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ۔ کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ زید کچھ روپیہ دہقانوں کو فصل سے پہلے اس شرط پہ تقسیم کر دیتا ہے کہ جس وقت روپیہ دیا اُس وقت گندم خواہ کوئی غلہ ۱۰ مار کا تھا اور اس نے ۴ مار فی روپیہ نرخ ٹھیرا کر روپیہ دے دیا۔ اب فصل پر خواہ کوئی نرخ کم و بیش ۴ مار سے فروخت ہو لیکن وہ فی روپیہ ۴ مار کے حساب سے غلہ لے لیگا۔ بکر کہتا ہے کہ تو نے سود لیا۔ کیونکہ نرخ سے زیادہ ٹھیرا لیا۔

یہ صورت بیع سلم کی ہے۔ اگر اس کے سب شرائط پائے گئے تو بلاشبہ جائز ہے

اور کسی طرح سود نہیں اگرچہ دس سیر کی جگہ دس من قرار دے۔ ہاں اگر جبر ہے تو حرام ہے اگر دس سیر کی جگہ سیر ہی بھر لے۔ بقولہ تعالیٰ الا ان تکون تجارۃ عن تراض۔ اور اگر بیع رضامندی سے ہوئی مگر کوئی شرط رہ گئی۔ مثلاً غلہ کی جنس یا نوع یا صفت یا وزن کی تعیین نہ ہوئی، یا وہ چیز ٹھیری جو اس وقت سے وقت وعدہ تک ہر وقت بازار میں موجود نہ رہے گی۔ یا میعاد مجہول رکھی۔ یا اسی جلسہ میں روپیہ تمام وکمال ادا نہ کر دیا تو ضرور حرام و سود ہے اگرچہ نرخ بازار سے کچھ زیادہ نہ ٹھیرا اور اگر خریدم و فروختم کا مضمون درمیان نہ آیا مثلاً اس نے کہا کہ ۱۲ سیر لیں گے۔ اس نے کہا دوں گا۔ تو یہ نہ سود، نہ حرام، نہ اس کے لیے کسی شرط کی حاجت نہ اسے اس پر مطالبہ پہنچے اس کی خوشی پہ ہے چاہے دے یا نہ دے کہ یہ سرے سے بیع ہی نہ ہوئی، نرا وعدہ ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۔ بیع غلہ کی وہ صورتیں جو سود ہیں

۱۹ رجادی الآخر ۱۳۲۷ھ۔

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے دس روپیہ اس شرط پر مانگے کہ میں فصل پر گندم ۱۵ مار کے دوں گا اور خالد نے بکر سے دس روپیہ اس شرط پر مانگے کہ جو نرخ بازار فصل پر ہوگا اسی نرخ سے دس روپیہ کے گندم دوں گا۔ بکر نے کہا کہ میرے پاس اس وقت روپیہ نہیں ہے۔ تم دونوں شخص دس دس روپیہ کے گندم جو اس وقت دس سیر کا نرخ ہے لے جاؤ۔ دونوں شخص رضامندی سے گندم حسب شرائط بالا لے گئے اور فروخت کر کے دس دس روپیہ اپنے صرف میں لائے۔ اب زید کو فصل پر فی روپیہ ۱۵ مار گندم حسب وعدہ اور خالد کو فی روپیہ ۱۲ مار گندم نرخ بازار دینا ہوئے۔ یہ بیع جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر بکر خالد کو حسب شرائط بالا یعنی جو فصل پر نرخ ہوگا دوں گا، دیتا تو جائز ہوتا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الاجواب یہ صورت حرام قطعی اور خاص سود ہے۔ ڈھائی من گیہوں جو اس نے دیے ان سے زیادہ لینا حرام حرام اور اگر روپیہ دیتا تو اس میں دو صورتیں تھیں۔ روپیہ قرض دیتا اور یہ شرط ٹھیرالیتا کہ ادا کے وقت گیہوں دینا تو شرط باطل تھی زید و خالد پر صرف اتنا ادا کرنا تھا اور اگر گیہوں کی خریداری کرتا اور روپیہ پیشگی دیتا تو یہ صورت بیع سلم کی تھی اگر

اس کے شرائط پائے جاتے جائز ہوتی ورنہ حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبـــہ

محمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ۲۷۔ شہر سے ایک سے زائد جگہ پر جمعہ

اشعبان المعظم ۱۳۲۰ھ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر میں بہت جگہ نماز جمعہ ہوتی ہے تو ہر وہ مسجد جس میں جمعہ ہوتا ہے جامع مسجد ہے اور جامع مسجد کی فضیلت رکھتی ہے یا وہی ایک مسجد جو متصل قلعہ کے جامع مسجد مشہور ہے؟ اور شہر میں بہت جگہ جمعہ ہونے میں کچھ ممانعت تو نہیں ہے؟ اور جمعہ میں کم از کم کتنے آدمی ہوں جو جمعہ ہو سکے؟ اور زیادہ ثواب شہر کی کس مسجد میں ہے؟

بینوا توجروا۔

الجواب جامع مسجد وہی ایک ہے۔ شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہونے کی ممانعت نہیں۔ جمعہ کے لیے کم سے کم امام کے سوا تین آدمی ہوں۔ مگر جمعہ و عیدین کا امام ہر شخص نہیں ہو سکتا۔ وہی ہو گا جو سلطانِ اسلام ہو یا اس کا نائب یا اس کا ماذون، اور ان میں کوئی نہ ہو تو بضرورت جسے عام نمازی امام جمعہ مقرر کر لیں۔ جمعہ کا زیادہ ثواب جامع مسجد میں ہے۔ مگر جبکہ دوسری مسجد کا امام وافضل ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبـــہ

محمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ۲۸۔ طلاق کی قسمیں

۱۵ شعبان المعظم ۱۳۲۰ھ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طلاق کی کتنی قسمیں ہیں اور ہر ایک کی تعریف کیا ہے؟ اور وہ کون کون لفظ ہیں جن سے طلاق ہو جاتی ہے؟ اور پھر اس کو اپنے نکاح میں کیسے لا سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب طلاق تین قسم ہے: رجعی۔ بائن۔ مغلظہ۔ رجعی وہ جس سے عورت فی الحال نکاح سے نہیں نکلتی۔ عدت کے اندر اگر شوہر رجعت کرے وہ بدستور اس کی زوجہ رہے گی۔ ہاں عدت گزر جائے اور رجعت نہ کرے تو اس وقت نکاح سے نکلے گی پھر بھی برضائے خود نکاح کر سکتے ہیں۔

بائن وہ جس سے عورت فی الفور نکاح سے نکل جاتی ہے۔ ہاں برضائے خود نکاح کر سکتے ہیں۔ عدت کے اندر خواہ بعد۔

مغلظہ وہ کہ عورت فوراً نکاح سے نکل بھی گئی اور اب کبھی ان دونوں کا نکاح نہیں ہو سکتا جب تک حلالہ نہ ہو۔ یہ تین طلاقوں سے ہوتا ہے۔ خواہ ایک ساتھ دی ہوں خواہ برسوں کے فاصلہ سے۔

رجعی دی ہوں یا بائن۔ یا بعض رجعی بعض بائن، طلاق کے سیکڑوں لفظ ہیں بعض سے رجعی پڑتی ہے بعض سے بائن بعض سے مغلظہ۔ رجعی و بائن کے تقریباً دو سو لفظ ہم نے اپنے فتاوے میں ذکر کیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبہ

محمد رسول المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۷۹۔ نصابِ زکوٰۃ ۲۷ شعبان ۱۳۳۷ھ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حلیہ مرسلین مسائل ذیل میں:

(۱) صاحبِ نصاب رائج الوقت کے کتنے روپیہ سے ہو سکتا ہے؟

(۲) کیا نوٹ اور روپیہ کا ایک ہی حکم ہے؟ نوٹ تو چاندی سونے سے علیحدہ کاغذ ہے۔

(۳) فیصدی زکوٰۃ کا کیا دینا ہوتا ہے؟

(۴) جس شخص کے پاس روپیہ نہ ہو اور سونے چاندی کا زیور روزمرہ پہننے کا بقدر نصاب ہو کیا اس کو اس زیور میں سے زکوٰۃ دینا ہوگی؟

(۵) جس روپیہ میں سے زکوٰۃ پہلے سال دے دی اور باقی روپیہ بدستور دوسرے سال

تک رکھا رہا۔ اب دوسرے سال آنے پر کیا پھر اسی روپیہ میں سے جس میں پہلے سال زکوٰۃ دے چکا ہے، دینا ہوگی؟

(۶) فطرہ کے گندم بریلی کے وزن سے فی کس کتنے ہونے چاہئیں؟

(۷) جو شخص روزہ رکھے یا نہ رکھے، بالغ یا نابالغ، سب کا فطرہ دینا واجب ہے؟ جو شخص بوجہ ضعیفی کے روزہ نہ رکھ سکے اس کو فی روزہ کتنی خوراک مسکین کو دینا ہوگی؟ وہ مسکین روزہ دار ہو یا غیر روزہ دار؟ بینوا توجروا۔

الجواب (۱) نصاب انگریزی رائج روپوں سے چھپن روپے ہے۔

(۲) نوٹ اور روپیہ کا ایک حکم نہیں ہو سکتا۔ روپیہ چاندی ہے کہ پیدائشی ثمن ہے اور نوٹ کاغذ ہے، اصطلاحی ثمن ہے۔ تو جب تک چلے اس کا حکم پیسوں کے مثل ہے کہ وہ بھی اصطلاحی ثمن ہیں۔

(۳) زکوٰۃ ہر نصاب وخمس نصاب پر چالیسواں حصہ ہے اور مذہب صاحبین پر نہایت آسان حساب اور فقراء کے لیے نافع یہ ہے کہ فیصدی ڈھائی روپے۔

(۴) بے شک۔

(۵) دس برس رکھا رہے ہر سال زکوٰۃ واجب ہوگی جب تک نصاب سے کم نہ رہ جائے۔ یہ اس لیے کہ جب پہلے سال کی زکوٰۃ نہ دی، دوسرے سال اس قدر کا مدیون ہے تو اتنا کم کر کے باقی پر زکوٰۃ ہوگی۔ تیسرے سال اگلے دونوں برسوں کی زکوٰۃ اس پر دین ہے تو مجموعہ کم کر کے باقی پر ہوگی۔ یونہی اگلے سب برسوں کی زکوٰۃ منہا کر کے جو بچے اگر خود یا اس کے اور مال زکوٰۃ سے مل کر نصاب ہے تو زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں۔

(۶) اٹھنی بھر اوپر پونے دو سیر۔

(۷) اپنا صدقہ واجب ہے اور اپنی نابالغ اولاد کا اگرچہ ایک ہی دن کی ہو اور بالغ اولاد یا زوجہ صاحب نصاب ہوں تو ان کا صدقہ ان پر ہے۔ نہ ہوں تو کسی پر نہیں۔ غرض اس سے کسی حال اس کا مطالبہ نہیں۔ ہاں ان کے اذن سے ان کی طرف سے دیدے۔ تو احسان ہے۔

(۸) فی روزہ دو ہی اٹھنی بھر اور پونے دو سیر گیہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبـــــــــــہ

محمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۰ مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا

۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ کیا فرماتے ہیں اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ آج کل عموماً بہت لوگ مساجد میں دنیوی باتیں کرتے بلکہ بعض بے باک تو قہقہہ آپس میں دل لگی کرتے ہیں اور مسجد کا کوئی ادب نہیں سمجھتے کہ یہ خانہ خدا ہے ان کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور مسجد میں باتیں کرنے کی مذمت اور خاموش رہنے کی بھلائی مع حدیث شریف بیان فرمائی جائے تاکہ ایسے لوگ عبرت حاصل کریں۔

الجواب مسجد میں دنیا کی بات نیکیوں کو ایسا کھاتی ہے جیسا آگ لکڑی کو اور مسجد میں ہنسنا قبر میں اندھیرے لاتا ہے۔ اس کی حدیثیں بارہا بیان ہوئیں مگر کون سنتا ہے۔ اللہ ہدایت دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبـــــــــــہ

محمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۱ حرام روپے کو نیک کام میں خرچ کرنا

۶ شوال ۱۳۳۶ھ کیا قول ہے علمائے حقانی کا مسئلہ ذیل میں کہ ناجائز روپیہ یعنی سود و شراب و رشوت وغیرہ اگر نیک کام مسجد، مدرسہ، چاہ نیاز، فاتحہ، عرس وغیرہ میں لگایا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص اس مسجد میں نماز، مدرسہ میں علم اور چاہ کا پانی اور فاتحہ عرس کا کھانا کھائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر اسی روپیہ کو خیرات کیا جائے اور امید ثواب رکھی جائے تو کیا حکم ہے؟ ایسے روپیہ کو کسی شرعی حیلہ سے جائز کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور وہ حیلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حرام روپیہ کسی کام میں لگانا جائز نہیں۔ نیک کام ہوں یا اور، سوا اس کے
کہ جس سے لیا اسے واپس دے۔ یا فقیروں پر تصدق کر دے، بغیر اس کے کوئی حیلہ اس کے
پاک کرنے کا نہیں۔ اسے خیرات کر کے جیسا پاک مال پر ثواب ملتا ہے اس کی امید رکھے تو سخت
حرام ہے بلکہ فقہاء نے کفر لکھا ہے۔ ہاں جو شرع نے حکم دیا کہ حقدار نہ ملے تو فقیروں پر تصدق
کر دے۔ اس حکم کو مانا تو اس پر ثواب کی امید کر سکتا ہے۔ مسجد مدرسہ وغیرہ میں بعینہ روپ
نہیں لگایا جاتا بلکہ اس سے اشیاء خریدتے ہیں۔ خریداری میں اگر یہ نہ ہوا ہو کہ حرام دکھا کر کہا کہ اس
کے بدلے فلاں چیز دے۔ اس نے دی۔ اس قیمت میں زرحرام دیا، تو جو چیز خریدیں و
خبیث نہیں ہوتی۔ اس صورت میں فاتحہ وعرس کا کھانا جائز ہے اور اکثر یہی صورت ہو
ہے۔ مسجد میں نماز، مدرسہ میں تحصیل علم جائز ہے اور کوئیں کا پانی تو ہر طرح جائز ہے اگرچہ اس
میں وہ نادر صورت پائی گئی ہو، کہ خباثت آئی تو اینٹوں مسالہ میں، نہ کہ زمین کے پانی میں۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبہ

محمد ن المصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۲ محصول چنگی کی ملازمت

۱۱ر شوال ۱۳۲۷ھ۔ کیا حکم ہے اہل شریعت کا کہ ملازمت چنگی کی جائز ہے یا نہیں؟ اور
حاکم وقت کہ اس کا روپیہ تحصیل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یہ روپیہ رعایا سے تحصیل کرنا رعایا ہی کی
آسائش کے واسطے روشنی سڑک وغیرہ کے کام میں لگا دیتے ہیں اور چنگی کا محصول چرانا جائز ہے یا نہیں؟
بینوا توجروا۔

الجواب نیک نیت سے۔ چنگی کی نوکری تحصیل وصول کی جائز ہے۔ نص علیہ فی الدر
وغیرہ من الاسفار الخ چوری یعنی دوسرے کا مال معصوم بے اس کے اذن کے اس سے
چھپا کر ناحق لینا کسی کو بھی جائز نہیں اور جائز نوکری میں نوکر کا خلاف قرارداد کرنا غدر ہے
اور غدر مطلقاً حرام ہے نیز کسی قانونی جرم کا ارتکاب کر کے اپنے آپ کو بلا وجہ ذلت

وبلا کے لیے پیش کرنا شرعاً بھی جرم ہے کما استفید من القرآن المجید والحدیث۔
رہا کر حکام وقت کو اس کا تحصیلنا شرعاً کیسا ہے؟ نہ حکام کو اس بحث ہے نہ سائل حاکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

مکتـــــــــــــــــــــــــــــــــــــبہ
محمد بن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۲۔ کفار کی قسمیں ۲۴ شوال ۱۳۳۷ھ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کفار کتنے قسم کے ہوتے ہیں۔ ہر ایک کی تعریف کیا ہے؟ اور صحبت کون سے کفار کی سب سے زیادہ مضر ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب اللہ عزوجل ہر قسم کے کفر وکفار سے بچائے، کافر دو قسم ہیں: اصلی و مرتد۔
اصلی وہ جو شروع سے کافر اور کلمۂ اسلام کا منکر ہے۔ یہ دو قسم ہے: مجاہر و منافق
مجاہر وہ کہ علی الاعلان کلمہ کا منکر ہو۔
اور منافق وہ کہ بظاہر کلمہ پڑھتا اور دل میں منکر ہو۔ یہ قسم حکم آخرت میں سب اقسام سے بدتر ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔	بے شک منافقین سب سے نیچے طبقۂ دوزخ میں ہیں۔

کافر مجاہر چار قسم ہے:
اوّل، دہریہ، کہ خدا ہی کا منکر ہے۔
دوم، مشرک، کہ اللہ عزوجل کے سوا اور کو بھی معبود اور واجب الوجود جانتا ہے جیسے ہندو بت پرست کہ بتوں کو واجب الوجود تو نہیں مگر معبود مانتے ہیں اور آریہ خود پرست کہ روح و مادہ کو معبود تو نہیں مگر قدیم وغیر مخلوق جانتے ہیں دونوں مشرک ہیں اور آریوں کو موحد سمجھنا سخت باطل۔
سوم، مجوس آتش پرست
چہارم، کتابی یہود و نصاریٰ کہ دہریے نہ ہوں۔

ان میں اول تین قسم کی ذبیحہ مردار اور ان کی عورتوں سے نکاح باطل اور قسم چہارم کی عورت سے نکاح ہو جائے گا اگرچہ ممنوع و گناہ ہو۔

کافر مرتد وہ کہ کلمہ گو ہو کر کفر کرے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں: مجاہر و منافق۔

مرتد مجاہر وہ کہ پہلے مسلمان تھا پھر علانیہ اسلام سے پھر گیا۔ کلمۂ اسلام کا منکر ہو گیا چاہے دہریہ ہو جائے یا مشرک یا مجوسی کتابی کچھ بھی ہو۔

مرتد منافق وہ کہ کلمۂ اسلام اب بھی پڑھتا ہے۔ اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے اور پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا یا ضروریات دین میں کسی شے کا منکر ہے۔ جیسے آج کل کے وہابی، رافضی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی جھوٹے صوفی کہ شریعت پر ہنستے ہیں۔

حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے۔ اس سے جزیہ نہیں لیا جا سکتا۔ اس کا نکاح کسی مسلم، کافر، مرتد اس کے ہم مذہب ہوں یا مخالف مذہب، غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہو سکتا۔ جس سے ہو گا محض زنا ہو گا، مرتد مرد ہو یا عورت۔

مرتدوں میں سب سے بدتر مرتد منافق ہے۔ یہی ہے وہ کہ اس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے کہ یہ مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے۔ خصوصاً وہابیہ دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خاص اہل سنت و جماعت کہتے، حنفی بنتے، چشتی نقشبندی بنتے، نماز روزہ ہمارا سا کرتے، ہماری کتابیں پڑھتے پڑھاتے اور اللہ و رسول کو گالیاں دیتے ہیں۔ یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں۔ ہوشیار، خبردار، مسلمانو! اپنا دین و ایمان بچائے ہوئے۔

فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــہ

محمدن المصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۴ مسجد میں مانگنا

۵ ذیقعدہ ۱۳۲۷ھ کیا حکم ہے علمائے اہل سنت و جماعت کا اس مسئلہ میں کہ مسجد کے اندر سوال کرنا اپنے

یا غیر کے واسطے اور سائل کو دینا اس کے یا غیر کے واسطے جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب یہ جو مسجد میں غل مچا دیتے ہیں، نمازیوں کی نماز میں خلل ڈالتے ہیں، لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے صفوں میں پھرتے ہیں مطلقاً حرام ہے۔ اپنے لیے مانگیں خواہ دوسرے کے لیے

حدیث میں ہے :

جنبوا مساجد کم صبیانکم ومجانینکم ورفع اصواتکم۔	مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں اور بلند آوازوں سے بچاؤ۔

(رواہ ابن ماجۃ عن واثلۃ بن الاسقع وعبد الرزاق عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما۔

حدیث میں ہے :

من تخطی رقاب الناس یوم الجمعۃ اتخذ جسرا الی جھنم۔	جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں اس نے جہنم تک پہنچنے کا اپنے لیے پل بنایا

رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ عن معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اور اگر یہ باتیں نہ ہوں جب بھی اپنے لیے مسجد میں بھیک مانگنا منع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من سمع رجلا ینشد فی المسجد ضالۃ فلیقل لا ادا ھا اللہ الیک فان المساجد لم تبن لھذا۔	جو کسی کو مسجد میں اپنی گی چیز دریافت کرتے سنے اس سے کہے اللہ تجھے وہ چیز نہ ملائے مسجد یں اس لیے نہ بنیں۔

رواہ احمد ومسلم وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جب اتنی بات منع ہے تو بھیک مانگنی خصوصاً اکثر بلا ضرورت بطور پیشہ کہ خود ہی حرام ہے۔ یہ کیونکر جائز ہو سکتی ہے۔ ولہذا ائمہ دین نے فرمایا ہے جو مسجد کے سائل کو ایک پیسہ دے وہ ستر پیسے راہ خدا میں اور دے کہ اس پیسہ کے گناہ کا کفارہ ہو اور دوسرے محتاج کے لیے امداد کو کہنا یا کسی دینی کام کے لیے چندہ کرنا جس میں نہ غل نہ شور، نہ گردن پھلانگنا نہ کسی کی نماز میں خلل، یہ بلاشبہ جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے اور بے سوال کسی محتاج کو دینا بہت خوب اور مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ثابت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبـــــــــــــــــــــہ

محمد ن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۵ ۔ خیرات کا ناجائز طریقہ

۲ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آج کل لوگ خیرات اس قسم کی کرتے ہیں کہ چھتوں اور کوٹھوں پر سے روٹیاں اور ٹکڑے روٹیوں کے اور بسکٹ وغیرہ پھینکتے ہیں اور صدہا آدمی ان کو لوٹتے ہیں۔ ایک کے اوپر ایک گرتا ہے اور بعض کے چوٹ لگ جاتی ہے اور وہ روٹیاں نیچے زمین میں گر کر پاؤں سے روندی جاتی ہیں، بلکہ بعض اوقات غلیظ نالیوں میں بھی گرتی ہیں اور رزق کی سخت بے ادبی ہوتی ہے اور یہی حال شربت کا ہے کہ اوپر سے آبخوروں میں وہ لوٹ مچائی جاتی ہے کہ آدھا آبخورہ بھی شربت کا نہیں رہتا اور تمام شربت گر کر زمین پر بہتا ہے۔ ایسی خیرات اور لنگر جائز ہے؟ یا بوجہ رزق کی بے ادبی کے گناہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب یہ خیرات نہیں، شرور وسیآت ہے۔ نہ ارادہ وجہ اللہ کی یہ صورت ہے بلکہ ناموری اور دکھاوے کی، اور وہ حرام ہے اور رزق کی بے ادبی اور شربت کا ضائع کرنا گناہ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبـــــــــــــــــــــہ

محمد ن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۶ ۔ آداب مسجد

۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے حقانی اس مسئلہ میں کہ جس مسجد میں درخت امرود، بیلہ، گلاب وغیرہ ہو اور بوجہ تعمیر ہونے حجرہ وغسل خانہ کے ان درختوں کو کاٹا جاوے۔ تو کوئی شخص ان درختوں کو کھود کر اپنے مکان میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟

دوسرے یہ کہ پیال یا لڑی موسم سرما میں جو مسجدوں میں ڈالی جاتی ہے اور بعد گزر جانے

موسم سرما کے اس کو نکال کر پھینک دیتے ہیں۔ تو جو شخص اس پیال یا ٹرسی یا چٹائی کہنہ جو قابل پھینک دینے کے ہو اس کو اپنے صرف میں مثل پانی گرم کرنے کے لا سکتا ہے یا نہیں ؟

تیسرے یہ کہ منڈیر یا فصیل مسجد جس پر وضو کرتے ہیں یا اذان دیتے ہیں وہ مسجد کے حکم میں ہے ؟ کیا مثل مسجد کے بات وغیرہ کرنے کی وہاں بھی ممانعت ہوگی ؟ بینوا توجروا۔

الجواب ان درختوں کو مسجد سے واجبی و مناسب قیمت پر مول لے کر لگا سکتا ہے۔ پیال یا چٹائی بیکار شدہ کر پھینک دی جائے، لے کر صرف کر سکتا ہے۔ فصیل مسجد بعض باتوں میں حکم مسجد میں ہے معتکف بلا ضرورت اس پر جا سکتا ہے۔ اس پر تھوکنے یا ناک صاف کرنے یا کوئی نجاست ڈالنے کی اجازت نہیں۔ بیہودہ باتیں قہقہے سے ہنسنا وہاں بھی نہ چاہیے اور بعض باتوں میں حکم مسجد میں نہیں۔ اس پر اذان دیں گے، اس پر بیٹھ کر وضو کر سکتے ہیں جب تک مسجد میں جگہ باقی ہو اس پر نماز فرض میں مسجد کا ثواب نہیں۔ دنیا کی جائز قلیل بات جس میں نہ چپقلش ہو، نہ کسی نمازی یا ذاکر کی ایذا، اس میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتـــــــــــــــــــــــبہ

بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۷ قبر پر قرآن مجید پڑھنا

۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ بعد دفن کر دینے میت کے حافظ قرآن کو اس کی قبر پر واسطے تلاوت سوم تک یا کچھ کم و بیش بٹھاتے ہیں اور وہ حافظ اپنی اجرت لیتے ہیں۔ پس اس طرح کی اُجرت دے کر قبروں پر پڑھوانا چاہیے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب تلاوت قرآن عظیم پر اجرت لینا دینا حرام ہے اور حرام پر استحقاق عذاب ہے نہ کہ ثواب پہنچے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ حافظ کو اتنے دنوں کے لیے معین داموں پر کام کاج کے لیے نوکر رکھ لیں۔ پھر اس سے کہیں ایک کام یہ کرو کہ اتنی دیر قبر پر پڑھ

آیا کرد۔ یہ جائز ہے ۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبـــہ

محمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۴۹ بیمار کے ساتھ کھانا ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۴ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ بیمار آدمی کے ساتھ کھانے ہوئے پرہیز کرتے ہیں اور اس مریض کا کپڑا نہیں پہنتے اور کہتے ہیں بیماری ایک آدمی کی دوسرے شخص کو لگ جاتی ہے۔ آیا حدیث میں اس کی کوئی ممانعت آئی ہے یا نہیں؟

الجواب یہ جھوٹ ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کو اُڑ کر لگتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لاعدوی بیماری اُڑ کر نہیں لگتی اور فرماتے ہیں فمن اعدی الاول اس دوسرے کو تو پہلے کی اُڑ کر لگی اس پہلے کو کس کی لگی۔ جس مریض کے بدن سے نجاست نکلتی اور کپڑوں کو لگتی ہو۔ جیسے خارش یا معاذ اللہ جذام میں اس کا کپڑا نہ پہنا جائے۔ نہ اس خیال سے کہ بیماری لگ جائے گی بلکہ نجاست سے احتیاط کے لیے اور جہاں یہ نہ ہو کپڑا پہننے میں حرج نہیں۔ یونہی ساتھ کھانے میں، جبکہ ایمان قوی ہو کہ اگر معاذ اللہ بتقدیر الٰہی اسے ویسی مرض ہو جائے تو یہ نہ سمجھے کہ ساتھ کھانے یا اس کا کپڑا پہننے سے ہو گیا۔ ایسا نہ کرتا تو نہ ہوتا اور اگر ضعیف الایمان ہے تو وہ ان مرض والوں سے بچے جن کی نسبت متعدی ہونا عوام کے ذہن میں جما ہوا ہے۔ جیسے جذام والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ یہ بچنا اس خیال سے نہ ہو کہ بیماری لگ جائے گی کہ یہ تو مردود و باطل ہے۔ بلکہ اس خیال سے عیاذاً باللہ اگر بتقدیر الٰہی کچھ واقع ہوا تو ایمان ایسا قوی نہیں کہ شیطانی وسوسہ کی مدافعت کرے۔ اور جب مدافعت نہ ہو سکی تو فاسد عقیدہ میں مبتلا ہوتا ہوگا۔ لہذا احتراز کرے۔ ایسوں کو حدیث میں ارشاد ہوا! فرمن المجذوم کما تفر من الاسد۔ "مجذوم سے بھاگ جیسا کہ شیر سے بھاگتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــــــہ

محمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۹. تثویب کی مستحسن صورتیں

۲/ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۸ھ ۔ علمائے اہل سنت وجماعت کی خدمت میں گزارش ہے کہ:

۱۱/ ربیع الآخر ۱۳۲۸ھ کو میں مسجد اسٹیشن جنکشن پر نماز ظہر پڑھنے گیا (کیونکہ اسی چوکی پر میری تعیناتی تھی) مرزا صاحب امام مسجد نے بعد اذان ظہر صلوۃ کہی۔ ایک صاحب محمد نبی احمد ساکن سنبھل نے کہا یہ جو آپ نے صلوۃ کہی یہ بدعت ہے۔ بعد گفتگو کے وہ صاحب بہت تیز ہوئے اور کہا کہ تمام شہروں میں پھر گیا مگر یہ طریقہ جو آپ کے یہاں ہے نہیں دیکھا۔ مرزا صاحب نے کہا میں عالم نہیں ہوں جو آپ کو سمجھاؤں۔ اگر آپ اس مسئلہ کو سمجھنا چاہتے ہیں تو آپ میرے ہمراہ شہر میں چلیے، وہاں کے عالم آپ کا اطمینان کردیں گے۔ اس پر وہ راضی نہ ہوا اور بدعت بدعت کرتے رہے اور کہا کہ کسی صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے وقت میں یہ صلوۃ نہ تھی۔

میں نے اس شخص سے کہا کہ اکثر شہروں میں مثل رامپور وغیرہ کے بعد نماز صلوۃ ہوتی ہے اور ہمارے سردار رسول اکرم نبی معظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجنے کو آپ بدعت کہتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے وقت میں یہ مدرسہ وسرائے وغیرہ نہیں تھی ان کو بھی آپ بدعت کہتے ہیں؟ تو جواب دیا کہ یہ بدعت مباح ہے۔ میں نے کہا کہ صلوۃ بدعت حسنہ ہے جس کا ثواب ہم اہل سنت ہی کی قسمت میں اللہ جل شانہ، نے لکھ دیا ہے اور منکر اس ثواب سے محروم ہیں۔

اب گزارش یہ ہے کہ صلوۃ کب سے جاری ہے؟ اور اس کی قدرے تفصیل مع دلائل اور ایسا شخص جو ہمارے سردار معظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کو بدعت کہے، گمراہ ہے یا کیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب آپ نے ٹھیک جواب دیا اور جس امر کا اللہ عزوجل قرآن عظیم میں مطلق حکم دیتا ہو اور خود اپنے ملائکہ کا فعل بتاتا ہو اسے بدعت کہہ کر منع کرنا انہیں وہابیوں کا کام ہے اور وہابیہ گمراہ نہ ہوں گے تو ابلیس بھی گمراہ نہ ہوگا کہ اس کی گمراہی ان سے ہلکی ہے۔ وہ کذب کو اپنے لیے بھی پسند نہیں کرتا۔ اسی لیے اس نے اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ۔ استثنا کر دیا تھا یہ اللہ عزوجل پر جھوٹ کی تہمت رکھتے ہیں۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۔

صلوٰۃ بعد اذان ضرور مستحسن ہے۔ ساڑھے پانچ برس سے زائد ہوئے بلاد اسلام حرمین شریفین ومصر وشام وغیرہ میں جاری ہے۔ در مختار میں ہے:

والتسليم بعد الاذان حدث فى ربيع الأخر سنہ ۷۸۱ سبع مائة واحدى وثمانين فى عشاء ليلة الاثنين ثم يوم الجمعة ثم بعد عشر سنين حدث فى الكل الا المغرب ثم فيها مرتين۔ وهو بدعة حسنة۔

ترجمہ: اور اذان کے صلوٰۃ وسلام ربیع الآخر ۷۸۱ھ میں پیر کی شب عشاء میں شروع ہوا اس کے بعد جمعہ میں بھی صلوٰۃ پڑھی گئی اور دس سال کے بعد مغرب کے سوا ہر وقت اذان کے بعد صلوٰۃ پڑھی گئی اور یہ بدعت حسنہ ہے۔

قول البدیع امام سخاوی ہے:

والصواب انه بدعة حسنة يؤجر فاعله۔ والله تعالىٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبـــــــــــــــــــــه

محمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ تمباکو نوشی ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۸ھ۔ کیا حکم ہے اہل شریعت کا کہ تمباکو کھانا حرام ہے یا مکروہ؟ جو لوگ تمباکو پان کھانے کے عادی ہوتے ہیں وہ اگر تمباکو پان کھا کر تلاوت قرآن عظیم ودیگر وظائف درود شریف وغیرہ پڑھیں تو کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب بقدر ضرر واختلال حواس کھانا حرام ہے اور اس طرح کہ منہ میں بو آنے لگے، مکروہ اور اگر تھوڑی خصوصًا مشک وغیرہ سے خوشبو کر کے پان میں کھائیں اور ہر بار کھا کے کلیوں سے خوب منہ صاف کر دیں کہ بو آنے نہ پائے تو خالص مباح ہے۔

بو کی حالت میں کوئی وظیفہ نہ چاہیے۔ منہ اچھی طرح صاف کرنے کے بعد ہو اور قرآن عظیم تو حالت بدبو میں پڑھنا اور بھی سخت منع ہے۔ ہاں جب بدبو نہ ہو تو درود شریف

و دیگر وظائف اس حالت میں بھی پڑھ سکتے ہیں کہ منہ میں پان یا تنباکو ہو اگرچہ بہتر صاف کر لینا ہے لیکن قرآن عظیم کی تلاوت کے وقت ضرور منہ بالکل صاف کر لیں۔ فرشتوں کو قرآن عظیم کا بہت شوق ہے اور عام ملائکہ کو تلاوت کی قدرت نہ دی گئی جب مسلمان قرآن شریف پڑھتا ہے۔ فرشتہ اس کے منہ پر منہ رکھ کر تلاوت کی لذت لیتا ہے۔ اس وقت اگر منہ میں کھانے کی کسی چیز کا لگاؤ ہوتا ہے فرشتہ کو ایذا ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

طیبوا افواھکم بالسواک فان افواھکم طریق القرآن۔

اپنے منہ مسواک سے ستھرے کرو کہ تمہارے منہ قرآن عزیز کا راستہ ہیں۔

رواہ السنجری من الابانۃ عن بعض الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بسند حسن۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا قام احدکم یصلی من اللیل فلیستک ان احدکم اذا قرأ فی صلاتہ وضع ملک فاہ علی فیہ ولا یخرج من فیہ شیئ الادخل فم الملک۔ رواہ البیھقی فی الشعب وتمام فی فوائدہ والضیاء فی المختارۃ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وھو حدیث صحیح۔

جب تم میں کوئی تہجد کو اٹھے مسواک کر لے کہ جو نماز میں تلاوت کرتا ہے فرشتہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھتا ہے۔ جو اس کے منہ سے نکلتا ہے فرشتہ کے منہ میں داخل ہوتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے:

لیس شیئ اشد علی الملک من ریح الثمر ما قام عبد الی الصلوٰۃ قط الا التقم فاہ ملک ولا یخرج من فیہ اٰیۃ الا یدخل فی الملک۔

فرشتہ پر کوئی چیز کھانے کی بو سے زیادہ سخت نہیں جب کبھی مسلمان نماز کو کھڑا ہوتا ہے فرشتہ اس کا منہ اپنے منہ میں لے لیتا ہے جو آیت اس کے منہ سے نکلتی ہے فرشتہ کے منہ میں داخل ہوتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۴۱: ہمسایوں کے حقوق

۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ھ: علمائے اہل سنت کی خدمت میں گزارش ہے مسلمان پڑوسی کا کیا حق ہے؟ اگر کافر یا رافضی یا وہابی کسی مسلمان کے پڑوسی ہوں تو ان کا بھی وہی حق ہو گا جو مسلمان کا ہے بینوا توجروا۔

الجواب: مسلمان پڑوسی کے بہت حق ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما زال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ یورثہ۔ رواہ البیہقی فی السنن عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند صحیح۔

جبریل مجھ سے پڑوسی کے حق کی تاکید بیان کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ اسے ترکہ کا وارث کر دیں گے۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حق الجار علی جارہ ان مرض عدتہ وان مات شیعتہ وان استقرضك اقرضتہ وان اعوز سترتہ وان اصابہ خیر ھنأتہ وان اصابتہ مصیبۃ عزیتہ ولا ترفع بناءك فوق بنائہ فتسد علیہ الریح ولا تؤذیہ بریح قدرك الا ان تغرف لہ منہا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن معویۃ بن حیدۃ القشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ہمسائے کا ہمسائے پر حق یہ ہے کہ بیمار پڑے تو تو اس کے پوچھنے کو جائے اور مرے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جائے اور وہ تجھ سے قرض مانگے تو اسے قرض دے اور اس کا کوئی عیب معلوم ہو جائے تو اسے چھپائے اور اسے کوئی بھلائی پہنچے تو اسے مبارک باد دے اور کوئی مصیبت پڑے تو اسے دلاسا دے اور اپنی دیوار اس کی دیوار سے اتنی اونچی نہ کر کہ اس کے مکان کی ہوا رکے اور اپنی دیگچی کی خوشبو سے اسے ایذا نہ دے مگر یہ کہ اس کھانے میں سے اسے بھی حصہ دے (یعنی تو امیر ہے اور وہ غریب اور تیرے یہاں عمدہ کھانے پکتے پکاتے ہیں، خوشبو اسے پہنچے گی۔ وہ ان پر قادر نہیں، اس سے ایذا پائے گا۔ لہٰذا اس میں سے اسے بھی دے کہ وہ ایذا خوشی سے بدل ہو جائے۔

رافضی وہابی کاکوئی حق نہیں کردہ مرتد ہیں۔ نہ کسی کا فر غیر ذمی کا اور یہاں کے سب کافر ایسے ہی ہیں۔ ان کے بارے میں صرف اتنا حکم ہے کہ ان سے غدر و بد عہدی جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبـــــــــــــــــــــــــه

محمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ۔ نیاز اور فاتحہ ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۸ھ۔ راہبران دین و مفتیان شرع متین کا کیا حکم ہے کہ نیاز اور فاتحہ میں کیا فرق ہے؟ اور نیاز فاتحہ دینے کا مستحب طریقہ اور یہ کہ جس کی نیاز یا فاتحہ دلائی جائے اس کو ثواب کس طریقہ سے پہنچائے؟ اور سوائے اس کے اور مسلمانوں کو کس طرح کہہ کر ثواب پہنچائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب مسلمانوں کو دنیا سے جانے کے بعد جو ثواب قرآن مجید کا تنہا یا کھانے وغیرہ کے ساتھ پہنچاتے ہیں، عرف میں اسے فاتحہ کہتے ہیں کہ اس میں سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔

اولیائے کرام کو جو ایصالِ ثواب کرتے ہیں اسے تعظیماً نذر و نیاز کہتے ہیں۔

سورۂ فاتحہ و آیۃ الکرسی اور تین بار یا سات بار یا گیارہ بار سورۂ اخلاص، اول آخر ۲۔ ۳ یا زائد بار درود شریف پڑھیں۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر عرض کرے کہ الٰہی! میرے اس پڑھنے (اور اگر کھانا کپڑا وغیرہ بھی ہوں تو ان کا نام بھی شامل کرے اور اس پڑھنے اور ان چیزوں کے دینے پر) جو ثواب مجھے عطا ہوا اسے میرے عمل کے لائق نہ دے، اپنے کرم کے لائق عطا فرما اور اسے میری طرف سے فلاں ولی اللہ مثلاً حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں نذر پہنچا، اور ان کے آبائے کرام اور مشائخ عظام و اولاد امجاد و مریدین و محبین اور میرے ماں باپ اور فلاں اور فلاں اور سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روز قیامت تک جتنے مسلمان ہو گزرے یا موجود ہیں یا قیامت تک ہوں گے سب کو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبـــــــــــــــــــــــــه

محمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۳ سیاہ خضاب

۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ۔ کیا حکم ہے علمائے اہل سنت کا کہ خضاب کا لگانا جائز ہے یا نہیں بعض علماء جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب سُرخ یا زرد خضاب اچھا ہے اور زرد بہتر اور سیاہ خضاب کو حدیث میں فرمایا کافر کا خضاب ہے۔ دوسری حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کا منہ کالا کرے گا۔ یہ حرام ہے۔ جواز کا فتویٰ باطل و مردود ہے۔ ہمارا مفصل فتویٰ اس بارے میں مدت کا شائع ہو چکا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتـــــــــــــــــبہ

بمحمدن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۴ قادیانی رافضی تبرائی یہودی اور نصرانی کا ذبیحہ

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

رہبران دین و مفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں کہ ذبیحہ رافضی و وہابی اور قادیانی کا جائز ہے یا نہیں جبکہ بسم اللہ اللہ اکبر۔ کہہ کر ذبح کرے؟ اور کافر اہل کتاب عیسائی یہودی کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے جبکہ وہ بسم اللہ اللہ اکبر۔ کہہ کر ذبح کریں؟ اور مسلمان عورت بھی ذبح کر سکتی ہے یا نہیں جبکہ کوئی مرد مکان میں نہ ہو؟ بینوا توجروا۔

الجواب عورت کا ذبیحہ جائز ہے جبکہ ذبح صحیح طور پر کر سکے۔ یہودی کا ذبیحہ حلال ہے جبکہ نام الٰہی عزجلالہ لے کر ذبح کرے۔ یونہی اگر کوئی واقعی نصرانی ہو نہ نیچری دہریہ جیسے آج کل کے عام نصاریٰ ہیں کہ نیچری کلمہ گو مدعی اسلام کا ذبیحہ تو مردار ہے نہ کہ مدعی نصرانیت کا رافضی تبرائی، وہابی دیوبندی، وہابی غیر مقلد، قادیانی، چکڑالوی، نیچری، ان سب کے ذبیحے محض نجس و مردار حرام قطعی ہیں۔ اگرچہ لاکھ بار نام الٰہی لیں اور کیسے ہی متقی پرہیزگار بنتے ہوں کہ یہ سب مرتدین ہیں۔ ولا ذبیحۃ لمرتد۔ ہاں غیر تبرائی یعنی تفضیلیہ کا ذبیحہ حلال ہے جبکہ ضروریات دین سے نہ کسی شے کا خود منکر ہو نہ اس کے منکر رافضی وغیرہ

کو مسلمان جانتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــــہ

بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۵۔ قادیانی رافضی اور اہل کتاب کے ساتھ نکاح ۲۵ جمادی الآخر ۱۳۲۸ھ کیا حکم

ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ ایک شخص رامپوری نے کمترین سے کہا کہ تم اعلیٰ حضرت سے دریافت کرنا کہ میں نے علماء کی زبانی سنا ہے کہ کافر کتابی سے نکاح جائز ہے اور رافضی تبرائی وہابی، قادیانی سے حرام بلکہ خالص زنا ہے۔ تو کیا رافضی، وہابی، قادیانی کافر کتابی سے بدتر ہیں؟ رافضی تو خلفائے کرام کو تبرا کہہ کر اور وہابی توہین رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے، اور قادیانی دعوی نبوت سے کافر ہوئے۔ لیکن کلمہ گو اور باقی افعال مثل نماز روزہ وغیرہ تو مسلمانوں کی طرح ہیں لیکن کافر کتابی تو سرے سے نہ حضور اکرم نبی معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مانتے ہیں نہ نماز روزہ اور سب ضروریات دین کے منکر ہیں۔ اگر رافضی، وہابی قادیانی سے نکاح ناجائز ہے تو کافر کتابی سے بدرجہ اولیٰ ناجائز ہونا چاہیے اور یہ بھی کہا کہ اگر یہ مسلمان ہو تو اس کو ان پر سا فضیہ۔ وہابیہ۔ قادیانیہ سے نکاح کرے کہ یہ میری محکوم رہے گی۔ میں سمجھا کر یا جس طرح ہوسکے گا مسلمان کرلوں گا، تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب اگر مسئلہ ۴۴ کو دیکھتے اس کا جواب واضح ہو جاتا۔ احکام دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے اور مرتدوں میں سب سے خبیث تر مرتد منافق۔ رافضی، وہابی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی کہ کلمہ پڑھتے، اپنے آپ کو مسلمان کہتے، نماز وغیرہ افعال اسلام بظاہر بجالاتے۔ بلکہ وہابی وغیرہ قرآن حدیث کا درس دیتے پہلے اور دیوبندی کتب فقہ کے ماننے میں شریک ہوتے بلکہ چشتی، نقشبندی وغیرہ بن کر پیری مریدی کرتے اور علماء و مشائخ کی نقل اتارتے اور باایں ہمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرتے یا ضروریات دین سے کسی شے کا انکار رکھتے ہیں۔ ان کی اس قدر کوئی دادحامئے اسلام اور افعال واقوال میں مسلمانوں کی نقل اتارنے ہی نے

ان کو اخبث و اضر اور ہر کافر اصلی یہودی، نصرانی، بت پرست، مجوسی سب سے بدتر کر دیا
کہ یہ آکر پلٹے، دیکھ کر اُلٹے، واقف ہو کر اوندھے۔ قال اللہ تعالیٰ:

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ○

یہ اس کا بدلہ ہے کہ وہ ایمان لا کر کافر ہوئے تو ان کے دلوں پر مُہر کر دی گئی تو اب ان کو اصلاً سمجھ نہ رہی۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبہ

محمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۶ سود کی بعض صورتیں

۹ رجب ۱۳۲۸ھ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے احناف اس مسئلہ میں کہ زید چند طریقہ سے صرافی کرتا ہے

(۱) روپیہ کا کل نامہ چاندی کا دیتا ہے۔
(۲) کل نامہ گلٹی کا۔
(۳) پورے سولہ آنے پیسے۔
(۴) چاندی گلٹی پیسے ملے ہوئے مگر سولہ آنے دیتا ہے۔
(۵) ہر چہار طریقہ مذکورۂ بالا میں ایک پیسہ کم۔
(۶) اسی طریقہ سے نوٹ کا نامہ دیتا ہے۔ یا تو ہر طریقہ میں پورا نامہ، یا ہر ایک میں ایک ایک پیسہ کم۔
(۷) اور ۱۰۰ نوٹوں کے ۹۹ روپیہ بھی فروخت کرتا ہے اور خریدنے والے خوشی سے لے جاتے ہیں۔

آیا یہ سب طریقے جائز ہیں یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الاجواب دونوں طرف نری چاندی ہو تو دو باتیں فرض ہیں۔ دونوں کانٹے کی تول ہم وزن ہوں اور دونوں دست بدست اسی جلسہ میں ادا کی جائیں۔ بائع مشتری کو دے دے

مشتری بائع کسان میں سے جو بات کم ہوگی حرام ہے اور اگر ایک طرف روپیہ ہے اور دوسری طرف نری چاندی نہیں، گلٹ یا پیسے یا نوٹ ہیں۔ یا روپیہ سے کم چاندی باقی پیسے یا گلٹ نوٹ۔ یا ایک طرف نوٹ ہے اور دوسری طرف چاندی یا گلٹ یا پیسے یا نوٹ تو صرف ایک بات لازم ہے کہ ایک طرف کا قبضہ ہو جائے۔ اگر بیع وشرا کرلی اور نہ بائع نے مشتری کو مبیع دی نہ مشتری نے بائع کو ثمن تو حرام ہے اور ایک طرف کا قبضہ ہو جائے تو جائز ہے اگرچہ دوسری طرف سے ابھی نہ ہو اور اس صورت میں پیسے روپیے خواہ زائد کی کمی بیشی یا سو کا نوٹ ایک روپیہ، یا ایک روپیہ کا سو روپیہ کو برضامندی بیچنا سب جائز ہے۔ یہ سب صورتوں کا جواب ہوگیا۔ یہ احکام بیع میں ہیں۔ اگر روپیہ یا گلٹ یا پیسے یا نوٹ قرض دیے اور یہ ٹھیرا لیا کہ ایک پیسہ زائد لیا جائے گا تو حرام قطعی اور سود ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتــــــــــــبہ

محمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ۔ ذبیحہ کا ایک اہم مسئلہ ۵ ار رجب المرجب ۱۳۳۶ھ۔ کیا حکم ہے علمائے اہل سنت وجماعت کا کہ دیہات میں اکثر یہ رواج ہے کہ مسلمان بکرے کو ذبح کر کے چلا جاتا ہے۔ باقی گوشت پوست سب ہندو چک بنا کر فروخت کرتے ہیں۔ ایسا گوشت مسلمانوں کو کھانا چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حرام ہے۔ کافر کا یہ کہنا کہ یہ وہی بکرا ہے جو مسلمان نے ذبح کیا تھا مسموع نہیں اذ لاقول له فی الدیانات۔ ہاں اگر وقت ذبح سے وقت خریداری تک مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہوا ہو کوئی مسلمان جب سے اب تک اسے دیکھتا رہا ہو جس سے اس کو اطمینان ہے کہ یہ وہی جانور ہے مسلمان نے ذبح کیا تھا تو خریداری جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتــــــــــــبہ

محمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۸ ۔ والدین کے حقوق

۲۸ رجب ۱۳۳۸ھ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ والدین کا بھی اولاد کے اوپر کچھ حق ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب والدین کا حق اولاد پر اتنا ہے کہ رب عزوجل نے اپنے حقوق عظیمہ کے ساتھ گنا ہے۔

ان اشکرلی ولوالدیک ۔ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا ۔

واللہ تعالیٰ اعلم ۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتـــــــــــــــبہ

بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۹ ۔ اہل تشیع کے ساتھ میل جول کی حرمت

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ رافضیوں کی مجلس میں مسلمانوں کو جانا اور مرثیہ سننا، ان کی نیاز کی چیز لینا خصوصاً آٹھویں محرم کو جبکہ ان کے یہاں حاضری ہوتی ہے کھانا جائز ہے یا نہیں ؟ محرم میں بعض مسلمان ہرے رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں اور سیاہ کپڑوں کی بابت کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب جانا اور مرثیہ سننا حرام ہے۔ ان کی نیاز کی چیز نہ لی جائے۔ ان کی نیاز نیاز نہیں اور وہ غالباً نجاست سے خالی نہیں ہوتی۔ کم ازکم ان کے ناپاک قلتین کا پانی ضرور ہوتا ہے اور وہ حاضری سخت ملعون ہے اور اس میں شرکت موجب لعنت ۔

محرم میں سیاہ اور سبز کپڑے علامت سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے خصوصاً سیاہ کہ شعار رافضیان لئام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۰ ۔ احکامات محرم

۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و خلیفہ مرسلین مسائل ذیل میں :

(۱) بعض اہل سنت جماعت عشرۂ محرم میں نہ تو دن بھر روٹی پکاتے اور نہ جھاڑو دیتے ہیں کہتے ہیں بعد دفن تعزیہ روٹی پکائی جائے گی۔

(۲) ان دس دن میں کپڑے نہیں اتارتے۔

(۳) ماہ محرم میں کوئی بیاہ شادی نہیں کرتے۔

(۴) ان ایام میں سوائے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلائے ———— یہ جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے اور چوتھی بات جہالت ہے ہر مہینے کی ہر تاریخ ہر ولی کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہو سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتـــــــــــــــــــــبہ

محمدن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ۔ شانوں تک بال رکھنا ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ۔ کیا فرماتے ہیں۔ علمائے دین و مفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی سید ھا صاحب سر پر بال اس طرح رکھیں کہ وہ کاکل یا گیسو کہے جا سکیں۔ تو ایسے بال ان سید صاحب کو بڑھانا جائز ہیں یا نہیں؟ سنا گیا ہے کہ امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گیسو تھے جو شانوں پر لٹکتے تھے۔

الجواب شانوں تک گیسو جائز ہیں بلکہ سنت سے ثابت ہیں اور شانوں سے نیچے بال کرنا عورتوں سے خاص اور مرد کو حرام ہے۔ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعن اللہ تعالیٰ المتشبھین بالنساء۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ عورتوں سے مشابہت کرنے والے مردوں پر لعنت کرتا ہے۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتـــــــــــــــــــــبہ

محمدن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۲ شرائط امامت

۲۱ محرم الحرام ۱۳۲۹ھ کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ امامت کس کس شخص کی جائز ہے اور کس کس کی ناجائز اور مکروہ؟ اور سب سے بہتر امامت کس شخص کی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب جو قراءت غلط پڑھتا ہو جس سے معنی فاسد ہوں، یا وضو یا غسل صحیح نہ کرتا ہو، یا ضروریات دین سے کسی چیز کا منکر ہو، جیسے وہابی، رافضی، غیر مقلد، نیچری، قادیانی، چکڑالوی وغیرہ ہم۔ ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔

اور جس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو، جیسے تفضیلیہ کہ مولیٰ علی کو شیخین سے افضل بتاتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یا تفسیقیہ کہ بعض صحابہ کرام مثل امیر معاویہ و عمرو بن عاص و ابو موسیٰ اشعری و مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برا کہتے ہیں، ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمہ مکروہ ہے کہ انہیں امام بنانا حرام اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ۔ اور جتنی پڑھی ہوں سب کا پھیرنا واجب۔

اور انہیں کے قریب ہے فاسق معلن، مثلاً ڈاڑھی منڈا، یا خشخشی رکھنے والا، یا کترواکر حد شرع سے کم کرنے والا، یا کندھوں سے نیچے عورتوں کے سے بال رکھنے والا، خصوصاً وہ جو چوٹی گندھوائے اور اس میں موباف ڈالے۔ یا ریشمی کپڑا پہنے، یا مغرق ٹوپی، یا ساڑھے چار ماشہ سے زائد کی انگوٹھی، یا کئی نگ کی انگوٹھی، یا ایک نگ کی دو انگوٹھی اگرچہ مل کر ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی ہوں، یا سود خوار، یا ناچ دیکھنے والا۔ ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

اور جو فاسق معلن نہیں، یا قرآن عظیم میں وہ غلطیاں کرتا ہے جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی یا نابینا یا جاہل یا غلام یا ولد الزنا یا خوبصورت امرد یا جذامی یا برص والا جس سے لوگ کراہت و نفرت کرتے ہوں اس قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کہ پڑھی خلاف اولیٰ اور پڑھ لیں تو حرج نہیں۔

اگر یہی قسم اخیر کے لوگ حاضرین میں سب سے زائد مسائل نماز و طہارت کا علم رکھتے ہوں تو انہیں کی امامت اولیٰ ہے۔ بخلاف ان سے پہلی دو قسم والوں سے اگرچہ عالم متبحر ہوں کہ حکم کراہت

رکھتا ہے مگر جہاں جمعہ یا عیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور ان کا امام بدعتی یا فاسق معلن ہے اور دوسرا امام نہ مل سکتا ہو، وہاں ان کے پیچھے جمعہ و عیدین پڑھ لیے جائیں۔ بخلاف قسم اول مثل دیوبندی وغیرہم، کہ نہ ان کی نماز نماز ہے نہ ان کے پیچھے نماز نماز۔ بالفرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لیے نہ مل سکے تو جمعہ و عیدین کا ترک فرض ہے جمعہ کے بدلے ظہر پڑھے اور عیدین کا کچھ عوض نہیں۔

امام اسے کیا جائے جو سنی صحیح العقیدہ، صحیح الطہارت، صحیح القرأۃ ہو، مسائل نماز و طہارت کا عالم غیر فاسق ہو، نہ اس میں کوئی ایسا جسمانی یا روحانی عیب ہو جس سے لوگوں کو تنفر ہو۔ یہی اس مسئلہ کا اجمالی جواب اور تفصیل موجب تطویل و اطناب۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبـــــــــــــــــہ

محمد ن المصطفے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۲: عورت اور مرد کے حقوق

یکم صفر ۱۳۳۹ھ۔ کیا ارشاد ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ عورت پر مرد کے اور مرد پر عورت کے کیا حق ہیں؟

الاجواب مرد پر عورت کا حق نان و نفقہ دینا، رہنے کو مکان دینا، مہر وقت پر ادا کرنا، اس کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ رکھنا، اسے خلاف شرع باتوں سے بچانا۔ قال تعالیٰ۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ اور ان کے ساتھ بھلائی سے رہو۔

وقال تعالیٰ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا۔ اے ایمان والو! اپنے کو اور اپنے اہل کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

اور عورت پر مرد کا حق خاص امور متعلقہ زوجیت میں اللہ و رسول کے بعد تمام حقوق حتی کہ ماں باپ کے حق سے زائد ہے۔ ان امور میں اس کے احکام کی اطاعت، اس کے ناموس

کی نگاہداشت عورت پر فرض اہم ہے پے اس کے اذن کے محارم کے سوا کہیں نہیں جا سکتی اور محارم کے یہاں بھی ماں باپ کے یہاں ہر آٹھویں دن، وہ بھی صبح سے شام تک کے لیے اور بہن بھائی، چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کے یہاں سال بھر بعد اور شب کو کہیں نہیں جا سکتی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "اگر میں کسی کو کسی غیر خدا کے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے" اور ایک حدیث میں ہے "اگر شوہر کے نتھنوں سے خون اور پیپ بہہ کر اس کی ایڑیوں تک جسم بھر گیا ہو اور عورت اپنی زبان سے چاٹ کر اسے صاف کرے تو اس کا حق ادا نہ ہوگا" واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتـــــــــــــبہ

محمد ن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۴ ننگے سر نماز پڑھنا

۲۹ صفر ۱۳۳۹ھ کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ ننگے سر نماز پڑھتے اور پڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ جل شانہ کے سامنے عاجزی کرتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے اور نماز میں کسی طرح کی کراہت تو نہ ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب اگر بہ نیت عاجزی ننگے سر پڑھتے ہیں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتـــــــــــــبہ

محمد ن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۵ شرائط ذبیحہ

۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس جانور کو ذبح کیا اور بسم اللہ اللہ اکبر کہنے کے ساتھ ہی پہلی دفعہ میں اس کی گردن اس کے جسم سے علیحدہ ہو گئی، اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی کھال اس کے سر سے کچھ لگی رہی تو کیا حکم ہے؟

الجواب دونوں صورتوں میں جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

مسئلہ ۵۹. تیجے کے چنے ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ۔ کیا حکم ہے علمائے اہل سنت کا اس مسئلہ میں کہ چنوں پر جو سوئم کی فاتحہ کے قبل کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے ان کے کھانے کو بعض شخص مکروہ جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قلب سیاہ ہوتا ہے آیا یہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو ان کو کیا کرنا چاہیے؟ اسی طرح فاتحہ کے کھانے کو جو عام لوگوں کی ہوتی ہے کیا کہتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

ایک موضع میں ان سوئم کے پڑھے ہوئے چنوں کو مسلمان اپنا اپنا حصہ لے کر مشرک چماروں کو دے دیتے ہیں وہاں یہی رواج ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ لہذا ان کلمہ طیبہ کے پڑھے ہوئے چنوں کو مشرک چماروں کو دینا چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب یہ چیزیں غنی نہ لے، فقیر لے اور وہ جو ان کا منتظر رہتا ہے، ان کے ملنے سے خوش ہوتا ہے۔ اس کا قلب سیاہ ہوتا ہے۔ مشرک یا چمار کو ان کا دینا گناہ، گناہ گناہ۔ فقیر لے کر خود کھائے اور غنی لے ہی نہیں اور لے لیے ہوں تو مسلمان فقیر کو دیدے۔

یہ حکم عام فاتحہ کا ہے۔ نیاز اولیائے کرام طعام موت نہیں، وہ تبرک ہے۔ فقیر و غنی سب لیں جبکہ مانی ہوئی نذر بطور نذر شرعی نہ ہو۔ شرعی نذر پھر غیر فقیر کو جائز نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــہ

بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۶۰. ذبح پر اجرت لینا ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید مذبح میں گاؤ کشی کرتا ہے اور ہر ایک ذبیحہ پر دو پیسے یا ایک آنہ لیتا ہے اور وہی زید امامت بھی کرتا ہے اور گاہ گاہ اجرت ذبیحہ میں گوشت بھی لیتا ہے۔ اب علمائے دین فرمائیں کہ ذبیحہ پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے

یا نہیں؟ اور اس کا امامت کرنا درست ہے یا نہیں؟

اور بعض شخص کہتے ہیں کہ گوشت کھانا کسی آیت وحدیث سے ثبوت نہیں بعض شخص کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں گاؤ کو ذبح کرا کر اور اس کا گوشت پکوا کر اس میں اپنی انگشت مبارک تر کر کے چوس لیا ہے۔ سو یہ بھی تب کیا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کئی دن کا فاقہ تھا۔ جب سے گوشت کھانا لوگوں نے اپنے مزے کی خاطر جاری کر لیا ہے۔ اب جناب قبلہ سے امیدوار ہوں کہ اس کا پورا پورا ثبوت مع آیت وحدیث شریف کے تحریر فرما کر عطا فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب ذبح پر لینے میں کوئی حرج نہیں لانہ لیس بمعصیۃ ولا واجب متعین علیہ۔ ہاں یہ ٹھہرانا کہ اسے ذبح کرتا ہوں، اس میں سے اتنا گوشت اجرت میں لوں گا، یہ ناجائز ہے۔ لانہ کقفیز الطحان۔ جو جائز ذبح پر جائز اجرت لے۔ اس کے پیچھے نماز میں اس وجہ سے کوئی حرج نہیں۔ اس کی امامت درست ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ رکھتا ہو۔ گوشت کھانا بلاشبہ قرآن وحدیث واجماع امت سے ثابت ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ وقال اللہ تعالیٰ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ○ وقال اللہ تعالیٰ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ۔

وہ بے سروپا حکایت جو کسی نے بیان کی محض کذب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبہ

محمد ن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مسئلہ ۵۸۔ بزرگوں کا شجرہ پڑھنا ۲۷ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ ہجری۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے شجرہ خوانی دام تزویر ہے اور اس پر بہارستان مولانا جامی سے یہ عبارت نقل کرتا ہے:

از حضرت سید بہاؤ الدین صاحب نقشبند رحمۃ اللہ علیہ پرسیدند، کہ از حضرت — حضرت خواجہ سید بہاؤ الدین رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت جناب

شجرہ شما چیست فرمودند کہ کسے از شجرہ خوانی بجائے نرسد۔ پس خدائے عزوجل را بیگانگی می شناسیم۔ و بہمہ انبیاء و اولیاء ایمان آریم۔ و تقید سلسلہ نیستیم۔ یہ قول صحیح ہے یا غلط؟	کا شجرہ کیا ہے جناب نے ارشاد فرمایا کہ صرف شجرہ خوانی سے کوئی کسی مقام پر نہیں پہنچتا پس ہم اللہ تعالیٰ کو بے مثلیت کے ساتھ پہچانتے ہیں اور تمام انبیاء اور اولیا پر ایمان رکھتے ہیں اور کسی ایک سلسلہ کے ہم پابند نہیں ہیں۔

الجواب یہ قول محض باطل ہے اور اس میں ہزارہا اولیائے کرام پر حملہ ہے اور بہارستان سے جو عبارت نقل کی ہے۔ ساختہ ہے۔ اس میں شجرہ خوانی یا شجرہ کا لفظ کہیں نہیں اور پس خدائے عزوجل سے آخیر تک ساری عبارت اپنی طرف سے بڑھائی ہوئی ہے بہارستان میں نہیں۔ شجرہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک بندے کے اتصال کی سند ہے۔ جس طرح حدیث کی اسنادیں امام عبدالرشید بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہ اولیاء و علماء و محدثین و فقہاء سب کے امام ہیں۔ فرماتے ہیں۔

لولا الاسناد لقال فی الدین من شاء ماشاء۔	اگر سند کا سلسلہ نہ ہوتا تو جو شخص چاہتا دین میں اپنی مرضی کی بات کرتا پھرتا۔

شجرہ خوانی سے متعدد فوائد ہیں۔

اوّلاً۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک اپنے اتصال کی سند کا حفظ۔

دوم۔ صالحین کا ذکر کہ موجب نزولِ رحمت ہے۔

سوم۔ نام بنام اپنے آقایانِ نعمت کو ایصالِ ثواب کہ اُن کی بارگاہ سے موجب نظر عنایت ہے۔

چہارم۔ جب یہ اوقاتِ سلامت میں اُن کا نام لیوا رہے گا وہ اوقاتِ مصیبت اس کے دستگیر ہونگے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں؛

تعرف الی اللہ فی الرخاء یعرفک فی الشدۃ۔	آرام کی حالت میں خدا کو پہچان وہ تجھے سختی میں پہچانے گا۔

رَوَاہُ اَبُوالْقَاسِمِ مِنْ بِشْرَانَ فِیْ اَمَالِیَّۃِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَغَیْرَہٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ بِسَنَدٍ حَسَنٍ ۔ وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ ۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبــــــــــــــــہ

محمد ن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۹ - مسجد میں کھانا پینا کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اندر مسجد کھانا پینا جائز ہے یا مکروہ۔ یا حرام؟ کیا وہ شخص جو نفل اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں داخل ہوا ہو۔ کھا پی سکتا ہے۔ یا نہیں؟ اگر کھا پی سکتا ہے تو کیا کچھ ذکر الٰہی کرنے کے بعد یا داخل ہونے ہی فوراً کھا پی سکتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الاجواب مسجد میں ایسا کھانا پینا کہ مسجد میں گرے اور مسجد آلودہ ہو۔ مطلقاً حرام ہے معتکف ہو۔ یا غیر معتکف۔ اسی طرح ایسا کھانا جس سے نماز کی جگہ گھرے اور اگر یہ دونوں باتیں نہیں۔ تو غیر معتکف مکروہ اور معتکف کو مباح کہ اگر واقعی اسے اعتکاف منظور ہی تھا۔ جب تو نیت کرتے ہی معاً کھا پی سکتا ہے اور اگر اعتکاف کی نیت اس حیلے کی کہ کھانا پینا جائز ہو جائے۔ تو پہلے کچھ دیر ذکر الٰہی کرے پھر کھائے۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبــــــــــــــــہ

محمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مسئلہ ۶۰ - دو بہنوں سے بیک وقت نکاح کرنا کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا اور اس کی حیات میں اس کی چھوٹی بہن سے نکاح کیا۔ نکاح دوم جائز ہے۔ یا ناجائز؟ اور ان دونوں عورتوں سے جو اولاد ہوگی۔ وہ کیسی ہوگی؟ اور زید کا متروکہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ اور یہ دونوں عورتیں مہر پانے کی مستحق ہیں۔ یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الاجواب زوجہ جب تک زوجیت یا عدت میں ہے اُس کی بہن سے نکاح حرام قطعی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ۔ اُس سے جو اولاد ہوگی شرعًا اولادِ حرام ہے۔ مگر ولد الزنا نہیں۔ اسے ولدِ حرام یعنی ولد الزنا کہنا جائز نہیں۔ جب تک اُس دوسری کو ہاتھ نہ لگایا تھا پہلی حلال تھی۔ اُس وقت تک کے جماع سے جو اولاد پہلی سے ہوئی۔ ولدِ حلال ہے اور بعد کے جماع سے جو اولاد ہو۔ وہ بھی شرعًا اولادِ حرام ہے۔ مگر ولد الزنا نہیں۔ دونوں عورتوں کی سب اولادیں کہ زید سے ہوئیں۔ زید کا ترکہ پائیں گی کہ نسب ثابت ہے۔ ہاں زوجہ ثانیہ ترکہ نہ پائے گی کہ نکاح فاسد ہے۔ دونوں عورتیں مہر کی مستحق ہیں۔ پہلی مطلقًا اور دوسری اُس صورت میں کہ حقیقۃً اُس سے جماع کیا ہو۔ فقط خلوت کافی نہیں پھر بھی اپنا پورا مہر پائے گی اور دوسری مہر مثل اور جو مہر بندھا تھا ان دونوں میں سے جو کم ہو۔ وہ پائے گی۔

درمختار میں ہے:

یَجِبُ مَھْرُ الْمِثْلِ فِیْ نِکَاحٍ فَاسِدٍ وَھُوَ الَّذِیْ فُقِدَ شَرْطًا مِّنْ شَرَائِطِ الصِّحَّۃِ کَشُھُوْدٍ وَّمِثْلُہٗ تَزَوَّجَ الْاُخْتَیْنِ مَعًا وَّنِکَاحَ الْاُخْتِ فِیْ عِدَّۃِ الْاُخْتِ اھ ش بِالْوَطْءِ لَا بِغَیْرِہٖ کَالْخُلُوْطِ وَلَمْ یَزِدْ مَھْرَ الْمِثْلِ عَلَی الْمُسَمّٰی لِرِضَاھَا بِالْحَطِّ وَلَوْ کَانَ دُوْنَ الْمُسَمّٰی لَزِمَ مَھْرُ الْمِثْلِ۔

مہر مثل نکاح فاسد میں واجب ہوگا یعنی وہ نکاح جس میں شرائط صحت نکاح میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے مثلاً گواہ اور اسی طرح ہے دو بہنوں کا اکٹھا نکاح اور ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن کا نکاح اھ ش مذکورہ بالا صورت میں مہر وطی کرنے سے واجب ہوگا وطی کے بغیر خلوت وغیرہ سے مہر لازم نہیں ہوگا اور مہر مثل مہر مسمی پر زائد بھی نہ ہو کیونکہ کمی پر عورت راضی ہو چکی ہے اور اگر یہ مہر مسمی سے کم ہو تو مہر مثل لازم ہوگا۔

ہدایہ باب النکاح الرقیق میں ہے:

بَعْضُ الْمَقَاصِدِ فِی النِّکَاحِ الْفَاسِدِ

بعض مقاصد نکاح فاسد میں حاصل ہیں۔

حَاصِلٌ كَالنَّسَبِ وَوُجُوْبِ الْمَهْرِ وَالْعِدَّةِ۔ — جیسے ثبوت نسب اور وجوب مہر اور عدت۔

درمختار میں ہے۔

يَسْتَحِقُّ الْإِرْثَ بِنِكَاحٍ صَحِيْحٍ فَلَا تَوَارُثَ بِفَاسِدٍ وَّلَا بَاطِلٍ إِجْمَاعًا وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ۔ — وارث وراثت کا حقدار صحیح نکاح سے ہی ہو گا پس نکاح فاسد اور باطل سے وراثت نہیں ہو سکتی! جمالاً

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

کتبـــــــــــه

محمد ن المصطفے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حصہ دوم

مسئلہ مغرب کا وقت کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا قول ہے وقت مغرب بہت قلیل ہے اسی وجہ سے چھوٹی سورۃ مغرب میں پڑھتے ہیں اور بعد دو سنت و نفل کے مغرب کا وقت نہیں رہتا یا پانچ۔ چھ منٹ اور رہتا ہے۔ عمرو کہتا ہے نماز مغرب اول وقت پڑھنا اور چھوٹی سورۃ کا پڑھنا یہ سب مستحب ہے۔ مغرب کا وقت جب تک سرخی شفق کی رہتی ہے باقی رہتا ہے بلکہ آدھ گھنٹے سے زائد رہتا ہے۔ لہذا گزارش ہے کہ مغرب وقت کی پہچان کہ کب تک رہتا ہے اور کتنی دیر رہتا ہے اور زید و عمرو کے قول کی تصدیق اور یہ کہ سرخی کے بعد جو سفیدی رہتی ہے اگر اس وقت کوئی شخص نماز مغرب ادا کرے تو جائز ہے یا نہیں اور بلا کراہت کس وقت تک پڑھنا جائز ہے۔

الجواب ؛ زید کا قول محض غلط ہے اس نے اپنی طبیعت سے یہ بات گڑھی ہے جیسی نزدہ شک کی حالت میں ہے۔ کبھی کہتا ہے نہیں رہتا پھر کہتا ہے پانچ یا چھ منٹ اور رہتا ہے یہ سب اس کے باطل خیالات ہیں جن کو شرعی معاملات میں استعمال کرنا حرام ہے بلکہ مغرب کا وقت اس سپیدی کے ڈوبنے تک رہتا ہے جو عرضاً یعنی جانب مغرب میں شمالاً جنوباً سپیدہ صبح کی طرح پھیلی ہوتی ہے اس کے بعد جو سپیدی نہ جنوباً شمالاً بلکہ آسمان میں اوپر کی طرف کو طولاً صبح کاذب کی طرح باقی رہے اس کا اعتبار نہیں۔ غروب آفتاب سے اس سپیدی ڈوبنے تک جو عرضاً پھیلی ہوتی ہے۔ ان بلاد میں کم از کم ایک گھنٹہ ۱۸ منٹ وقت ہوتا ہے اور زائد سے زائد ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ، ۱۸ سے ۳۵ منٹ تک وقت بدلتا رہتا ہے کہ بعض دنوں میں سپیدی ایک گھنٹہ ۱۸ منٹ بعض دنوں میں ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ میں ۲۰۔ اسی طرح ۳۵ منٹ بعد غروب ہوتی ہے۔ ردالمحتار تحت قول ماتن الشفق هو الحمرة عندهما وبه قالت الثلثة واليه رجع

الامام فرمایا: والمحقق فی الفتح بانہ لایساعدہ روایۃ ولادرایۃ الخ وقال تلمیذہ العلامۃ قاسم فی تصحیح القدوری ان وجوعہ لم یثبت لما نقلہ الکافۃ من لدن الائمۃ الثلثۃ الی الیوم من حکایۃ القولین ودعوی عمل عامۃ الصحابۃ بخلافہ خلاف المنقول قال فی الاختیار الشفق البیاض وھو مذھب الصدیق الخ
ہاں مغرب کی نماز جلدی پڑھنا مستحب ہے اور بلا عذر دو رکعتوں کے قدر دیر لگانا مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولی ہے درمختار میں ہے والمستحب التعجیل فی المغرب مطلقا وتاخیر قدر رکعتین یکرہ تنزیھا اور بلا عذر اتنی دیر لگانا جس میں کثرت سے ستارے ظاہر ہو جائیں مکروہ تحریمی و گناہ ہے اسی میں ہے۔ والمغرب الی اشتباک النجوم ای کثرتھا کرہ تحریما الا لعذر۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ۔ مسائل زکوٰۃ، وجوب قربانی، قضا نماز کی نیت

کیا حکم ہے علمائے اہل سنت وجماعت کا مسائل ذیل میں:

(الف) زیور نقرئی یا طلائی روزانہ پہنا جاتا ہو یا رکھا رہے کیا دونوں پر زکوٰۃ ہے؟

(ب) حساب قیمت کا جس وقت زیور بنوایا تھا وہ رہے گا یا نرخ بازار جو بروقت دینے زکوٰۃ کے ہو؟

(ج) جو روپیہ تجارت میں ہے مثلاً پارچہ یا کرایہ وغیرہ خرید لیا ہے اس پر زکوٰۃ کس حساب سے دینا ہوگی؟

(د) فی صدی کیا زکوٰۃ کا دینا ہوگا۔

(ہ) زکوٰۃ کا روپیہ کافر، مشرک، وہابی، رافضی، نادیانی وغیرہ کو دینا چاہیے یا نہیں؟

(و) زکوٰۃ کا دینا اولی کس کو ہے، بھائی، بہن، والدین جو صاحب نصاب نہ ہوں ان کو دینا چاہیے یا نہیں؟

(ز) چھپن روپیہ جس شخص کے پاس ہوں صاحب نصاب ہے اب وہ زکوٰۃ کا کیا دیوے؟

(ح) قربانی کس پر ہے اور واجب ہے یا فرض ؟
(ط) آج کل ہندوستان میں گائے کی قربانی کو بعض مسلمان مشرکوں کی خوشنودی کے لیے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بکری کی قربانی کرو تو کس کی قربانی کی جائے ؟

بینوا توجروا ۔

الاجواب (الف) زیور مطلقاً زکوٰۃ ہے ہر وقت پہنے رہیں خواہ کبھی نہ پہنیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ب) سونے کے عوض سونا اور چاندی کے عوض چاندی زکوٰۃ میں دی جائے جب تو نرخ کی کوئی حاجت ہی نہیں وزن کا چالیسواں حصہ دیا جائے گا ، ہاں اگر سونے کے بدلے چاندی یا چاندی کے بدلے سونا دینا چاہیں تو نرخ کی ضرورت ہوگی نرخ بتوانے کے وقت کا معتبر ہوگا نہ وقت ادا کا اگر ادا سال تمام سے پہلے یا بعد ہو بلکہ جس وقت یہ مالک نصاب ہوا تھا وہ ماہ عربی وہ تاریخ و وقت جب عود کریں گے اُس پر زکوٰۃ کا سال تمام ہوگا ۔ اس وقت کا نرخ لیا جائے گا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(ج) سال تمام پر بازار کے بھاؤ سے جو اُس مال تجارت کی قیمت ہے اس کا چالیسواں حصہ دینا ہوگا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(د) آسانی اسی میں ہے کہ فی صدی ڈھائی روپے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(ہ) اُن کو دینا حرام ہے اور اگر ان کو دے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(و) یہ جن کی اولاد ہیں ہے جیسے ماں باپ دادا دادی نانا نانی اور جو اس کی اولاد ہیں جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی ، نواسا نواسی ان کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا اور بھائی بہن اگر مصرف زکوٰۃ ہوں تو اُن کو دینا سب سے افضل ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(ز) چھپن روپیہ کا چالیسواں حصہ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(ح) صاحب نصاب جو اپنی حوائج اصلیہ سے فارغ چھپن روپیہ کے مال کا مالک ہو اس پر قربانی واجب ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(ط) مشرکوں کی خوشنودی کے لیے گائے کی قربانی بند کرنا حرام حرام سخت حرام ہے اور جو بند کرے گا جہنم کے عذاب شدید کا مستحق ہوگا اور روز قیامت مشرکوں کے

ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ قضا نماز کا طریقہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کے ذمہ نماز قضا دس یا بارہ یا چودہ سال کی ہو وہ شخص کس طریقہ سے نماز قضا پھیرے جو طریقہ آسان ہو ارتام فرمایئے مع نیت اور وتر کے کہ نماز وتر قضا پڑھی جائے گی یا نہیں۔ جواب عام فہم ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب قضا ہر روز کی نماز کی بیس رکعتیں ہوتی ہیں دو فرض فجر کے چار ظہر چار عصر تین مغرب چار عشاء کے اور تین وتر۔ اور قضا میں یوں نیت کرنی ضرور ہے۔ نیت کی میں نے سب میں پہلی یا سب میں پچھلی فجر کی جو مجھ سے قضا ہوئی یا پہلی یا پچھلی ظہر کی جو مجھ سے قضا ہوئی اور ابھی تک میں نے اُسے ادا نہ کیا اسی طرح ہر نماز میں کیا کرے اور جس پر قضا نمازیں کثرت سے ہیں وہ آسانی کے لیے اگر یوں بھی ادا کرے تو جائز ہے کہ ہر رکوع اور ہر سجدہ میں تین تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم، سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی ۔ کی جگہ صرف ایک ایک بار کہے مگر یہ ہمیشہ ہر طرح کی نماز میں یاد رکھنا چاہیے کہ جب آدمی رکوع میں پورا پہنچ جائے اس وقت سبحان کا سین شروع کرے اور جب عظیم کا میم ختم کرے اس وقت رکوع سے سر اٹھائے اسی طرح سجدہ میں۔ ایک تخفیف کثرت قضا والے کے لیے یہ ہو سکتی ہے دوسری تخفیف یہ کہ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں اَلْحَمْد شریف کی جگہ فقط سُبْحَانَ اللہ تین بار کہہ کر رکوع کرے مگر وتروں کی تینوں رکعت میں الحمد اور سورۃ دونوں ضرور پڑھی جائیں۔ تیسری تخفیف پر کہ پچھلی التحیات ۔ کے بعد دونوں درودوں اور دُعا کی جگہ صرف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ ۔ کہہ کر سلام پھیر دے چوتھی تخفیف یہ کہ وتروں کی تیسری رکعت میں دُعا قنوت کی جگہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۔ کہہ کر فقط ایک یا تین بار رَبِّ اغْفِرْلِی کہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ایام عدت کیا حکم ہے شرع مطہر کا اس مسئلہ میں کہ تین بھائی حقیقی ایک مکان میں رہتے تھے کچھ عرصہ کے بعد تین قطعے ہو گئے دو مکانوں کا

دروازہ ایک ہی رہا اور تیسرے قطعہ کا دروازہ علیحدہ دوسری جانب کو بنایا گیا مگر اُس مکان میں ایک کھڑکی پچھلے دونوں قطعوں میں آمدورفت کے واسطے رہی جس کے باعث سے تینوں بھائیوں کے مکان ایک ہی سمجھے جاتے ہیں۔ اس تیسرے قطعہ یعنی کھڑکی والے مکان کے ساکن کا انتقال ہوگیا تو مرحوم کی بی بی ایام عدت میں اس کھڑکی سے پچھلے دونوں قطعوں میں جا سکتی ہے یا نہیں اور پچھلے دونوں قطعوں کے مالک بھی مرحوم ہی تھے۔
بینوا توجروا۔

الاجواب جب زینت کا مکان سکونت وہ تھا عورت اُس میں عدت پوری کرے اور کھڑکی دو مکانوں کو ایک نہیں کر سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مسئلہ امامت کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نکاح کیا بعد رخصت کے یہ معلوم ہوا کہ عورت امراض سخت میں مبتلا ہے اور اولاد کی اس سے قطعًا ناامیدی ہے اور کاروبار خانہ داری سے بالکل مجبور ہے۔ دو سال تک زید نے اپنی عورت کا علاج کیا مگر کچھ افاقہ نہیں ہوا مجبورًا زید نے دوسرا نکاح کیا۔ زوجہ اولیٰ کے والدین نے اپنی لڑکی کو اپنے مکان پر روک لیا اور زید کے یہاں بھیجنے سے انکار کیا چند بار زید اپنی بی بی کے لینے کے واسطے گیا اور بہت خوشامد کی مگر زوجہ اولیٰ کے والدین کسی طرح رضامند نہیں ہوئے زید اُس کے بلانے کی کوشش میں ہے ایسی حالت میں زید کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الاجواب اگر یہ صورت واقعہ ہے تو زید کا قصور کیا ہے اس کے پیچھے نماز بے تکلف روا ہے اگر اور شرائط امامت رکھتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ترجمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک جان دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔

مسئلہ۔ طوائف کے بیٹے کی امامت کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک بازاری عورت طوائف کا بیٹا ہے۔ بچپن سے زید کی طبیعت علم کی طرف مائل تھی حتیٰ کہ وہ عالم ہوگیا نماز اس کے پیچھے پڑھنا جائز ہے یا نہیں کیونکہ اس کے والد کا پتہ نہیں کہ کون تھا۔ بینوا توجروا۔

الاجواب نماز جائز ہونے میں تو کلام نہیں بلکہ جب وہ عالم ہے اگر عقیدہ کا سنی ہو اور کوئی وجہ اس کے پیچھے منع نماز کی نہ ہو تو وہی امامت کا مستحق ہے جبکہ حاضرین میں اُس سے زیادہ کسی کو مسائل نماز و طہارت کا علم نہ ہو۔ کما فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ دعوت سُنت کیا حکم ہے شریعت مطہرہ کا اس میں کہ دعوت طعام کون سی سنت ہے اور کس دعوت طعام سے انکار کرنا اور قبول نہ کرنا گناہ ہے بالتفصیل ارشاد ہو۔ بینوا توجروا۔

الاجواب دعوت ولیمہ کا قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے جب کہ وہاں کوئی معصیت مثل مزامیر وغیرہ نہ ہو نہ اور نہ کوئی مانع شرعی ہو اور اس کا قبول وہاں جانے میں ہے کھانے نہ کھانے کا اختیار ہے۔ باقی عام دعوتوں کا قبول افضل ہے جبکہ نہ کوئی مانع ہو نہ کوئی اس سے زیادہ اہم کام ہو اور خاص اس کی کوئی دعوت کرے تو قبول نہ کرنے کا اُسے مطلقاً اختیار ہے رد المحتار میں ہے:

دعی الی ولیمۃ ھی طعام العرس وقیل الولیمۃ اسم لکل طعام وفی الھندیۃ عن التمرتاشی اختلف فی اجابۃ الدعوی قال بعضھم واجبۃ لایسع ترکھا وقال العامۃ ھی سنۃ والافضل ان یجیب اذا کانت ولیمۃ والا فھو مخیر والاجابۃ افضل لان فیھا ادخال السرور فی قلب المؤمن واذا اجاب فعل ما علیہ اکل اولا والافضل ان یاکل لوغیر صائم وفی البنایۃ اجابۃ الدعوۃ سنۃ ولیمۃ اوغیرھا واما دعوۃ یقصد بھا التطاول اوانشاء الحمد اوما اشبھہ فلا ینبغی اجابتھا لاسیما اھل العلم اھ ملخصا وفی الاختیار ولیمۃ العرس سنۃ قدیمۃ ان لم یجبھا اثم وجفا لانہ استھزاء بالمضیف اھ ومقتضاہ انھا سنۃ مؤکدۃ بخلاف غیرھا وصرح شراح الھدایۃ بانھا قریبۃ من الواجب وفی التاتارخانیۃ عن الینابیع لودعی الی دعوتہ فالواجب الاجابۃ ان لم یکن ھناک معصیۃ ولا بدعۃ والامتناع اسلم فی زماننا الا اذا علم یقینا ان لابدعۃ ولامعصیۃ

اھ والظاھر حملہ علی غیر الولیمۃ لما مر تاھل اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ترجمہ) دعوت دینا ولیمہ کی وہ کھانا شادی کا ہے اور کہا ولیمہ نام ہے۔ ہر کھانے کا شادی بندیہ میں ہے ولیمہ اس کھانے کا نام ہے جو کھجور سے تیار کیا جاتا ہے۔ دعوت ولیمہ کے قبول کرنے میں فقہا کا اختلاف ہے بعض نے کہا قبول کرنا واجب ہے چھوڑنے کی اجازت نہیں۔ اکثر علماء نے کہا وہ سنت ہے اور بہتر یہ ہے کہ قبول کرا اگر دعوت ولیمہ ہے ورنہ اس کو اختیار ہے اور قبول کرنا افضل ہے۔ اس قبولیت سے مومن کا دل خوش ہو جاتا ہے اور جب دعوت قبول کرلی ہے تو جائے ضرورت چاہے کھائے یا نہ کھائے اور بہتر یہ ہے کہ اگر روزہ دار نہیں ہے تو دعوت کھائے اور نہایہ میں ہے دعوت کا قبول کرنا سنت ہے ولیمہ ہو یا کوئی اور دعوت ہو لیکن ایسی دعوت کہ منعقد کیا اس کو بڑائی یا اپنی تعریف کے لیے یا اس کے مشابہ تو اس کا قبول کرنا ضروری نہیں خاص کر اہل علم کے لیے الی آخرہ ملخصاً اختیار کرنا ولیمہ عرس کا سنت قدیم ہے اگر اس کو قبول نہیں کیا تو گنہ گار ہوا اور ظلم کیا اس لیے دعوت دینے والے کا مذاق اور دل شکنی کی اور حقیقۃً وہ سنت موکدہ ہے ماسویٰ دوسری باتوں کے اور تصریح کی ہدایہ شرح میں کہ وہ واجب کے قریب ہے اور تاتارخانیہ میں ہے۔ ہمارے نزدیک وہ بیع کی طرح ہے اگر دعوت دی گئی تو اس کا قبول کرنا واجب ہے اگر وہاں پر خلاف شرع بدعات وغیرہ نہ ہوں اور پرہیز کرنا زیادہ بہتر ہے ہمارے زمانے میں مگر جب معلوم ہو جائے کہ وہاں کوئی بدعت اور خلاف شرع نہیں ہے تو قبول کرنا ضروری اور ولیمہ کی دعوت کے سوا دوسری دعوتوں کو ان گزری ہوئی شرائط کے ساتھ غور و فکر سے قبول کرنا چاہیئے۔

مسئلہ۔ شب معراج۔ شرعی احکام کو تسلیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج براق پر سوار ہوتے وقت اللہ تعالیٰ سے وعدہ لے لیا ہے کہ روز قیامت جب کہ سب لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے ہر ایک مسلمان کی قبر پر اسی طرح ایک ایک براق بھیجوں گا جیسا کہ آج آپ کے واسطے بھیجا گیا ہے یہ مضمون صحیح ہے یا نہیں کیونکہ کتاب معارج النبوۃ سے

لوگ اس کو بیان کرتے ہیں۔

(ب) کتاب معارج النبوۃ کیسی کتاب ہے اور اس کے مصنف عالم اہل سنت معتبر محقق تھے یا نہیں۔

(ج) طوائف جس کی آمدنی صرف حرام پر ہے اس کے یہاں میلاد شریف پڑھنا اور اس کی اس حرام آمدنی کی منگائی ہوئی شیرینی پر فاتحہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(د) مجلس میلاد شریف میں بعد بیان میلاد شریف کے ذکر شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور واقعات کربلا پڑھنا جائز ہیں یا نہیں۔

(ہ) خاتون جنت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت یہ بیان کرنا کہ روز محشر وہ برہنہ سر و پا ظاہر ہوں گی اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون آلودہ اور زہر آلودہ کپڑے کاندھے پر ڈالے ہوئے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دندان مبارک جو جنگ اُحد میں شہید کیا گیا تھا ہاتھ میں لیے ہوئے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوں گی اور عرش کا پایا پکڑ کر ہلائیں گی اور خون کے معاوضہ میں امت عاصی کو بخشوائیں گی۔ صحیح ہے یا نہیں؟

(و) مجلس میلاد شریف پڑھنے کے لیے بیشتر ٹھہرا لینا کہ ایک روپیہ دو تو ہم پڑھیں گے اور اس سے کم پر نہیں پڑھیں گے اور وہ بھی اس سے پیشگی بطور بیعانہ یا سائی جمع کرا لینا جائز ہے یا نہیں؟

(ز) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شب معراج عرش الٰہی پر نعلین مبارک تشریف لے جانا صحیح ہے یا نہیں؟

(ح) رافضیوں کے یہاں محرم میں ذکر شہادت و مصائب شہدائے کربلا و سوز خوانی مرثیہ مصنفہ انیس و دبیر پڑھنا جائز ہیں یا نہیں؟

(ط) بیان کیا جاتا ہے کہ شب معراج حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عذاب دکھایا گیا اور ارشاد باری ہوا کہ اے حبیب یا ماں باپ کو بخشوا لے یا امت کو آپ نے ماں باپ کو چھوڑا امت اختیار کی صحیح

ہے یا نہیں ؟

(ی) زید باوجود اطلاع پانے جوابات سوالات مذکور الصدر کے اگر اپنے قول و افعال مذکورہ بالا سے باز نہ آئے اور تائب نہ ہو اور ان جوابات کو جھوٹا تصور کرے اور یہی بیانات اور طریقے جاری رکھے تو اس سے مجلس شریف پڑھوانا جائز ہے یا نہیں ؟

الاجواب (الف) بے اصل ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(ب) سُنی واعظ تھے ۔ کتاب میں رطب و یابس سب کچھ ہے ، واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(ج) اس مال کی شیرینی پر فاتحہ کرنا حرام ہے مگر جبکہ اس نے مال بدل کر مجلس کی ہو اور یہ لوگ جب کوئی کار خیر کرنا چاہتے ہیں تو ایسا ہی کرتے ہیں اور اس کے لیے کوئی شہادت کی حاجت نہیں اگر وہ کہے کہ میں نے قرض لے کر یہ مجلس کی ہے اور وہ قرض اپنے مال حرام سے ادا کیا ہے تو اس کا قول مقبول ہوگا کما نص علیہ فی الھندیۃ وغیرھا ۔ بلکہ اگر شیرینی اپنے مال حرام ہی سے خریدی اور خریدنے میں اس پر عقد و نقد جمع نہ ہوئی یعنی حرام روپیہ دکھا کر اس کے بدلے خرید کر وہی حرام روپیہ دیا اگر ایسا نہ ہو تو مذہب مفتی بہ پر وہ شیرینی بھی حرام نہ ہوگی ۔ جو شیرینی اُسے خالص اُجرت زنا یا غنا میں ملی یا اس کے کسی آشنا نے تحفۃً بھیجی یا اس کی خریداری میں عقد و نقد مال حرام پر جمع ہوئے وہ شیرینی حرام اور اس پر فاتحہ حرام ہے ۔ یہ حکم تو شیرینی و فاتحہ کا ہوا تو مگر اس کے یہاں جانا اگرچہ مجلس شریف پڑھنے کے لیے ہو معصیت یا مظنہ معصیت یا تہمت یا مظنہ تہمت سے خالی نہیں اور ان سب سے بچنے کا حکم ہے ۔ حدیث میں ہے :

من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلا یقف مواقع التھم ۔

جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ ہرگز تہمت کی جگہ نہ کھڑا ہو اول تو ان کی چیز کی اور فرش اور ہر استعمالی چیز انہیں احتمالات خیانت پر

ہی ہے جو اہل تقویٰ نہیں، اُسے ان کے ساتھ قرب آگ اور بارود کا قرب ہے اور جو اہل تقویٰ ہے۔ اس کے لیے وہ زہار کی بھی ہے کہ کپڑے جلے نہیں تو کالے ضرور ہوں گے پھر اپنے نفس پر اعتماد کرنا اور شیطان کو دور سمجھنا احمق کا کام ہے ومن وقع حول الحمی اوشك ان یقع فیہ۔ جو رمنے کے گرد چرائے گا کبھی اُس میں پڑ بھی جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(د) علمائے کرام نے مجلس میلاد شریف میں ذکر شہادت سے منع فرمایا ہے کہ وہ مجلس سرور ہے ذکر حزن مناسب نہیں۔

(ھ) یہ سب محض جھوٹ اور افترا اور کذب اور گستاخی و بے ادبی ہے مجمع اولین و آخرین میں اُن کا برہنہ سر تشریف لانا جن کو برہنہ سر کبھی آفتاب نے بھی نہ دیکھا وہ کہ جب صراط پر گزر فرمائیں گے زیر عرش سے منادی ندا کرے گا اے اہل محشر اپنے سر جھکا لو اور اپنی آنکھیں بند کر لو کہ فاطمہ بیٹی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صراط پر گزر فرماتی ہیں پھر وہ نور الٰہی ایک برق کی طرح ستر ہزار حور جلو میں لیے ہوئے گزر فرمائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(و) اللہ عزوجل فرماتا ہے لَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا۔ یہ ممنوع ہے اور ثواب عظیم سے محرومی مطلق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ز) یہ محض جھوٹ اور موضوع ہے۔

(ح) حرام ہے ع کند ہم جنس باہم جنس پرواز۔ حدیث میں ارشاد ہوا۔ الاتجالسوھم ان کے پاس نہ بیٹھو دوسری حدیث میں فرمایا۔ من کثر سواد قوم فھو منھم۔ جو کسی قوم کا مجمع بڑھائے وہ انہیں میں سے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ط) محض جھوٹ افترا اور کذب بہتان ہے اللہ و رسول پر افترا کرنے والے فلاح نہیں پاتے جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ی) جو بعد اطلاع احکام شرعیہ نہ مانے اور انہیں افعال پر مصر رہے اور فتویٰ شریعت کو جھوٹا تصور کرے وہ گمراہ ہے اُس سے مجلس شریف پڑھوانا یا اُس کا سننا

اُس سے اُمید ثواب رکھنا اُس کی تعظیم کرنا سب ناجائز ہے جب تک تائب نہ ہو۔

مسئلہ۔ مدینہ طیبہ میں رہائش کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے اگر ہجرت ہی کرنا ہے تو بجائے کابل کے مدینہ منورہ کو ہجرت کروں گا کم ازکم یہ تو ہوگا کہ مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نماز کا ثواب ملے گا اور کہتا ہے دین مدینہ منورہ سے نکلا ہے اور پھر اُسی طرف پلٹ جائے گا پس اس جگہ سے کون جگہ افضل ہوگی اور اس زمانہ میں جبکہ نصاریٰ کا قبضہ اُس جگہ ہے کابل سے ہزار درجہ اس جگہ کی ہجرت کو افضل کہتا ہے اور اپنے لیے باعث سلامتی دین و شفاعت تصور کرتا ہے زید کا یہ خیال درست ہے یا نہیں اور یہ ہجرت اس کی درست ہوگی یا نہیں اور اگر ہجرت میں یہ نیت کرے کہ جب تک بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ پر کفار کا قبضہ ہے اتنی مدت اپنے وطن میں نہ آئے گا ایسی نیت اس کی درست ہوئی یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الاجواب زید کے بالائی خیالات سب صحیح ہیں بے شک مدینہ منورہ سے کسی شہر کو نسبت نہیں ہوسکتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: والمدینۃ خیرلھم لو کانوا یعلمون ٥ مدینہ منورہ اُن کے لیے سب سے بہتر ہے اگر وہ جانیں مگر مدینہ طیبہ میں مجاورت ہمارے ائمہ کے نزدیک مکروہ ہے کہ حفظ آداب نہیں ہوسکے گا اور قبضہ کفار کا بیان غلط اور ہو تو یہ نیت کہ ان کے قبضہ تک وہیں رہے گا اُلٹی نیت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ تحریک خلافت خدمت والا میں گذارش ہے کہ براہ کرم امور ذیل کا جواب مرحمت فرما کر خادم کی تسلی فرمائیں:

(۱) مسائل خلافت اسلامیہ و ہجرت عن الہند کے متعلق مولوی عبدالباری فرنگی محلی و ابوالکلام آزاد وغیرہ نے جو کچھ آواز اُٹھائی ہے یہ حدود اسلامیہ و شرعیہ کے موافق ہے یا خلاف۔

(۲) ہر لحاظ سے جناب والا کی خاموشی کن مصالح کی بنا پر ہے اگر موافق ہے تو کیوں ان اسحاب کی تائید میں آواز نہیں اُٹھاتے اور اگر خلاف ہے تو دوسرے مسلمانوں کو خطرناک

ہلاکت سے کیوں نہیں روکا جاتا جناب والا نے اپنے لیے کیا راہ تجویز فرمائی ہے۔ بینوا توجروا

الاجواب مقصد بتایا جاتا ہے اماکن مقدسہ کی حفاظت اس میں کون مسلمان خلاف کر سکتا ہے اور کارروائی کی جاتی ہے کفار سے اتحاد مشرک لیڈروں کی غلامی وتقلید قرآن شریف وحدیث شریف کی عمر کو بت پرستی پر نثار کرنا، مسلمانوں کا قشقہ لگوانا کافروں کی جے بولنا رام لچھمن پر پھول چڑھانا اور رامائن کی پوجا میں شریک ہونا مشرک کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر اس کی جے بول کر مرگھٹ کرنے جانا، کافروں کو مسجد میں لے جا کر مسلمانوں کا واعظ بنانا شعار اسلام قربانی گاؤ کو کفار کی خوشامد میں بند کرنا ایک ایسے مذہب کی فکر میں ہونا جو اسلام اور کفر کی تمیز اٹھا دے اور بتوں کے معبد پراگ کو مقدس ٹھہرائے اور اسی طرح کے بہت اقوال احوال افعال جن کا پانی سر سے گزر گیا جنھوں نے اسلام پر یکسر پانی پھیر دیا کون مسلمان ان میں موافقت کر سکتا ہے ان حرکات خبیثہ کے رد میں فتوے لکھے گئے اور لکھے جا رہے ہیں اس سے زیادہ کیا اختیار ہے پاکی ہے اُسے جو مقلب القلوب والابصار ہے۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۱۱۱: درخت یا اس کے پتّے کی تسبیح

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو پتّا یا درخت بوجہ غفلت تسبیح گر جاتا ہے یا جانور ذبح کر دیا جاتا ہے تو پھر بعد سزائے غفلت ان کا تسبیح میں مشغول ہونا ثابت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الاجواب رب عزوجل فرماتا ہے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ، وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ۔

اس کی تسبیح کرتے ہیں آسمان اور زمین اور جو کوئی اُن میں ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔

یہ کلیہ عامہ جمیع اشیاء عالم کو شامل ہے ذی روح ہوں یا بے روح۔ اجسام محضہ جن کے ساتھ کوئی روح نباتی بھی قائم نہیں دائم التسبیح ہیں کہ ان من شیئ کے دائرہ سے خارج نہیں

مگران کی تسبیح بے منصب ولایت نہ مسموع نہ مفہوم اور وہ اجسام جن سے روح انسی یا ملکی یا جنی یا حیوانی یا نباتی متعلق ہے ان کی تسبیحیں ہیں ایک تسبیح جسم کہ اس روح متعلق کے اختیاری نہیں وہ اسی اِنْ مِنْ شَیْءٍ ۔ کے عموم میں اس کی اپنی ذاتی تسبیح ہے۔

دوسری تسبیح روح یہ ارادی و اختیاری ہے اور برزخ میں ہر مسلمان کو مسموع و مفہوم۔ اس تسبیح ارادی میں غفلت کی سزا حیوان و نباتات کو قتل و قطع سے دی جاتی ہے اور اس کے بعد یا جب جانور مر جائے یا نبات خشک ہو جائے منقطع ہو جاتی ہے ولہذا ائمہ دین نے فرمایا ہے کہ تر گھاس مقابر سے نہ اکھیڑیں۔

فانه ما دام رطبا یسبح الله تعالٰی فیؤنس المیت ۔ کہ وہ جب تک تر ہے اللہ تعالٰی کی تسبیح کرتی ہے تو میت کا دل بہلتا ہے۔

مگر قتل و قطع و موت و یبس کے بعد بھی وہ تسبیح کہ نفس جسم کی تھی جب تک اس کا ایک جزء لا تیجزیٰ باقی رہے گا منقطع نہ ہوگی۔ ان من شیئ الا یسبح بحمدہ۔ اسے روح سے تعلق نہ تھا کہ تعلق روح نہ رہنے سے منقطع ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ ذکر خداوندی کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اہل سنت و جماعت اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب وعظ میں اس طرح کہتے تھے۔

اللہ تعالٰی اپنے پیارے بندوں کو اپنے کلام پاک میں یوں ارشاد فرماتے ہیں"، اور کبھی اس طرح کہتے تھے "ارشاد فرماتا ہے"، کہیں تو اللہ تعالٰی فرماتے ہیں اور کہیں اللہ تعالٰی فرماتا ہے ایسے کلام کے کہنے سے انسان پر کفر و شرک تو لازم نہیں آتا ہے گنہگار ہوتا ہے یا نہیں اور کتابوں کے مصنف نے اللہ فرماتے ہیں کیوں نہیں لکھا اور فرماتا ہے لکھا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب اللہ عزوجل کو ضمائر مفرد سے یاد کرنا مناسب ہے کہ وہ واحد فرد وتر ہے اور تعظیماً ضمائر جمع میں بھی حرج نہیں اس کی نظیر قرآن عظیم میں ضمائر متکلم میں تو بعد ہا جگہ ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔ اور ضمائر خطاب ہیں صرف ایک جگہ ہے وہ بھی کلام کافر سے کہ عرض کرے گا رب ارجعون اعمل صالحًا ۔ اس میں علماء نے

تاویل فرمادی ہے کہ ارجع کی جمع باعتبار تکرار ہے یعنی ارجع ارجع ارجع ۔ ہاں ضمائر غیبت میں ذکر مرجع صیغہ جمع فارسی اور اُردو میں بکثرت بلا نکیر رائج ہیں سہ

آسمان بار امانت نتوانست کشید — قرعہ فال بنام من دیوانہ زوند

(ترجمہ) آسمان امانت کا بوجھ نہ اُٹھا سکا قرعہ مجھ دیوانے کے نام ڈال دیا۔

ع : سعدیا روز ازل جنگ بترکاں دادند

ترجمہ : اے سعدی ازل کے دن سے جنگ ترکوں کے حصہ میں رکھی ہے۔

زروئیت ماہ تاباں آفریدند — زقدرت سرو بستاں آفریدند

ترجمہ : تیرے چہرے سے ماہ تاباں کو پیدا کیا تیرے قد سے باغ میں سرو کو پیدا کیا۔

ایسی جگہ لوگ قضا و قدر کو مرجع بتاتے ہیں بہر حال یوں ہی کہنا مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مگر اس پر کفر و شرک کا حکم کسی طرح نہیں ہو سکتا نہ گناہ ہی کہا جائے گا بلکہ خلاف اولیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ[۱۲] ۔ بچے کو بسم اللہ شروع کرانا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر قاعدہ ہے جب لڑکا چار برس چار ماہ چار دن کا ہوتا ہے تو بسم اللہ شریف اس کو پڑھاتے ہیں اور خوشی کرتے مٹھائی وغیرہ بانٹتے ہیں اس کا کیا حکم ہے جائز ہے یا نہیں سنت ہے یا مستحب کیا یہی ضروری ہے کہ جب لڑکے کی عمر مذکورہ بالا ہو جب ہی پڑھائی جائے یا کم و بیش پر بھی پڑھا سکتا ہے اور کسی عالم کے پاس لے جائے یا ہر شخص صحیح عقیدہ پڑھ سکتا ہے نیز مسنون طریقہ ارقام فرمائیے۔

الجواب طریقہ مذکورہ جائز ہے اور اتنی عمر ضروری نہیں کم بیش بھی ہو سکتی ہے اور عالم کو پڑھانا بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ[۱۳] ۔ وصال مرشد کے بعد دوسرے بزرگ کی بیعت

حضرات کرام اہل سنت وارث علوم شریعت کیا فرماتے ہیں کہ زید کسی بزرگوار کا مرید ہے ابھی تھوڑا ہی زمانہ گزرا ان

بزرگوار کا انتقال ہوگیا اب زید اور کسی عالم سے بیعت ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

الاجواب تبدیل بیعت بلا وجہ شرعی ممنوع ہے اور تجدید جائز بلکہ مستحب ہے اور جو سلسلہ عالیہ قادریہ میں نہ ہو اور اپنے شیخ سے بغیر انحراف کے اس سلسلہ عالیہ میں بیعت کرے وہ تبدیل بیعت نہیں بلکہ تجدید ہے کہ جمیع سلاسل اس سلسلہ اعلیٰ کی طرف راجع ہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۱۵۱ جمعہ کے دن احتیاط الظہر کیا فرماتے ہیں اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ بالبر والاحسان اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی نماز پڑھ کر اس کے بعد پھر نماز ظہر پڑھنی چاہیے یا نہیں ۔

الاجواب ہندوستان بفضلہ دار الاسلام ہے یہاں کے شہروں میں جمعہ صحیح ہے اس کے بعد نماز ظہر کی حاجت نہیں وہاں جاہلوں نے جو دیہات میں جمعہ نکال لیا ہے وہاں اگر کوئی جمعہ پڑھے تو اس پر ظہر پڑھنا ضرور لازم ہے کہ دیہات میں جمعہ نہیں ہوتا ۔

مسئلہ ۱۵۲ داڑھی منڈوانا کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی داڑھی منڈے سے ملاقات ہو اور یہ شناخت نہ ہو کہ مسلمان ہے یا ہندو اس کو سلام کرنا چاہیے یا نہیں اور اس سے صاحب سلامت کرنے کا کیا طریقہ ہے ؟ بینوا توجروا ۔

الاجواب جو شخص پہچان میں نہ آئے کہ مسلمان ہے یا کافر اس سے ابتداء سلام جائز نہیں کہ ابتداء سلام مسلمان کے ساتھ سنت ہے اور کافر کے ساتھ حرام اور فعل جب سنت و حرام میں متردد ہو تو جائز رہے گا کما فی الخلاصۃ والدر المختار وغیرھما ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۱۵۳ رسول اکرم ﷺ پر درود کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عبد اللہ بن مطلب بن ہاشم بن عبد مناف چاروں پشت پر فاتحہ درود پڑھنا چاہیے یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

الاجواب ہمارے نزدیک صحیح و راجح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آباؤ امہات حضرت عبد اللہ و حضرت آمنہ سے حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوا تک

سب اہل توحید و اسلام و نجات ہیں تو انہیں ایصال ثواب میں حرج نہیں البتہ اختلاف علماء سے بچنے کے لیے مناسب یہ ہے کہ ثواب نذر بارگاہ بیکس پناہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرے اور حضور کے طفیل میں حضور کے علاوہ والوں کو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸ - یزید پلید کا اسلام و کفر

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس مسئلہ میں کہ از روئے فرمان اللہ و رسول یزید بخشا جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الاجواب یزید پلید کے بارے میں ائمہ اہل سنت کے تین قول ہیں امام احمد وغیرہ اکابر اسے کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہوگی اور امام غزالی وغیرہ مسلمان کہتے ہیں تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو بالآخر بخشش ضرور ہے اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر لہٰذا یہاں بھی سکوت کریں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹ - غنی صدقہ کھا سکتا ہے یا نہیں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو چیز خالص توجہ اللہ دی جاتی ہے اس کا کھانا امیر و غنی کو کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الاجواب صدقہ واجبہ جیسے زکوٰۃ و صدقہ فطر غنی پر حرام ہے اور صدقہ نافلہ جیسے حوض و سقایہ کا پانی یا مسافر خانہ کا مکان غنی کو بھی جائز ہے مگر میت کی طرف سے جو صدقہ ہو غنی کو نہ دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰ - فرشتوں پر درود

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرشتہ پر فاتحہ درود پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

الاجواب درود جیسے علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ تو ملائکہ کے لیے ہے یہی ایصال ثواب بھی کر سکتے ہیں۔

ان الملئکۃ اھل الثواب کما ذکرہ امام الرازی وفی ردالمحتار للملئکۃ فضائل علینا فی الثواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ترجمہ: اس لیے کہ ملائکہ ثواب کے اہل ہیں جیسا کہ امام رازی در مختار میں ذکر کیا ہے ملائکہ کے ہم پر

ثواب میں افضلیت ہے۔

مسئلہ [۲۱] - احکام نذر کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی کہے یعنی منت ملنے کہ جان کا بدلہ صدقہ مسجد میں لے جائیں گے اور اسی کہ بعض یوں کہتے ہیں کہ جان بچ جائے یا کام بن جائے تو نذر اللہ بعض کو کھلائیں گے کوئی کہے کہ ہمارا کام پورا ہو جائے تو مسجد میں شیرینی لے جاکر مصلی کو کھلائیں گے تو یہ چیز ہر ایک کو کھانا جائز ہے یا نہیں خواہ امیر ہو یا غریب ہو بینوا توجروا۔

الاجواب مسجد میں شیرینی لے جائیں گے یا نمازیوں کو کھلائیں گے یہ کوئی نذر شرعی نہیں جب تک کہ خاص فقراء کے لیے نہ کہے اُسے امیر فقیر جس کو دے سب کھا سکتے ہیں۔

مسئلہ [۲۲] مُردے کی طرف سے کھانا کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مُردہ کے نام کا کھانا جو امیر و غریب کو کھلاتے ہیں کس کو کھانا چاہیے اور کس کو نہیں اور یوں بھی کہتے ہیں کہ مردہ کے نام کا کھانا مصلی امیر غریب سب کو کھلاتے ہیں جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الاجواب مردہ کا کھانا صرف فقراء کے لیے ہے عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے غنی نہ کھائے۔ کما فی فتح القدیر و مجمع البرکات۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ [۲۳] - میٹھے کا حلال ہونا کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سورج کدو یعنی میٹھا کھانا جائز ہے یا نہیں۔

بینوا توجروا۔

الاجواب میٹھا حلال ہے۔ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ [۲۴] - تقریب ختنہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ختنہ کی تقریب میں جو کھانا کھلایا جاتا ہے وہ درست ہے یا نہیں۔

بینوا توجروا۔

الاجواب درست ہے کہ یہ سرور ہے اور سرور میں دعوت سنت ہے بخلاف طعام موت کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵ - مُردے کی طرف سے نماز روزہ حج کی ادائیگی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص منت کسی قسم کی نماز روزہ حج صدقہ مانے اور بغیر ادا کیے ہوئے مرگیا اُس کے اس حق کے ادا کی کیا صورت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب اگر وصیت کر گیا ادا واجب ہے اور وصیت تہائی مال میں نافذ ہوگی۔ حج کروائیں صدقہ دیں، نماز روزہ کا فدیہ دیں اور اگر وصیت نہ کی اور وارث بالغ اُس کی طرف سے حج کرے یا کرائے اور اپنے حصہ میں سے صدقہ فدیہ دے تو بہتر و موجب اجر ہے ورنہ مطالبہ نہیں میت نے اگر ادا میں تقصیر کی تو اس پر مطالبہ ہے ورنہ اس پر بھی نہیں جوہرہ نیرہ درمختار میں ہے:

اذا مات من علیه زکوٰۃ او فطر او کفارۃ او نذر لم توخذ من ترکته عندنا الا ان یتبرع ورثته بذلك وهم من اهل التبرع ولم یجبروا علیه وان اوصی تنفذ من ثلث۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ترجمہ: اگر ایسے شخص کا انتقال ہو جائے جس پر زکوٰۃ یا صدقہ فطر یا کفارہ یا نذر واجب ہے تو اس کے ترکہ سے ہمارے احناف کے نزدیک ان متذکرہ بالا میں سے کچھ وصول نہیں کیا جائے گا۔

مسئلہ ۲۶ - مسئلہ وراثت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو بھائی کافر ہیں ایک مسلمان ہوگیا تو اب وہ بھائی کافر اس کو حق حصہ نہیں دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تم ہمارے مذہب سے نکل گئے تمہارا حق کیسا ہے تو اس مسلمان بھائی کا حق ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب اگر باپ کا ترکہ دونوں بھائیوں نے پایا تھا اب ایک مسلمان ہوگیا تو وہ اپنے حصہ کا مالک ہے مسلمان ہوتے سے ملک زائل نہ ہوئی ہاں اس کے اسلام کے بعد ان کافروں میں جو مرا اس کا ترکہ اُسے نہ ملے گا لاختلاف الدین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ دین کے اختلاف کی وجہ سے۔

مسئلہ[۲۷] عورتوں کو مزارات پر جانے کی ممانعت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگوں کے مزار پر عرسوں میں یا اُس کے علاوہ عورتیں جاتی ہیں پاکی کی حالت میں بھلائی کی طلب و حاجت برائی کے لیے اور وہاں بیٹھتی ہیں تو اُس قبرستان میں ان کا ٹھہرنا جائز ہے یا نہیں اگر یہ باتیں بری ہیں تو اُس بزرگ میں — — — — —
تصرف وقوت روکنے کی ہے یا نہیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ دربار بزرگان میں آنے والے اُن کے مہمان ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں اور جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ بزرگ لوگ اپنے مزار سے تصرف نہیں کرسکتے ہیں اور یہ دلیل لاتے ہیں کہ وہ تصرف کرسکتے تو وہاں رنڈیاں گاتی بجاتی ناچتی ہیں عورتیں غیر محرم رہتی ہیں ان کے بچے پیشاب کرتے ہیں تو کیوں نہیں روکتے یہ کہنا ان لوگوں کا اور ان کی یہ دلیل صحیح ہے یا نہیں اور اس کا کیا جواب ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب عورتوں کو مزارات اولیاء و مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے اولیائے کرام کا مزارات سے تصرف کرنا بے شک حق ہے اور وہ بے ہودہ دلیل محض باطل اصحاب مزارات دائرہ تکلیف میں نہیں وہ اس وقت محض احکام تکوینیہ کے تابع ہیں سیکڑوں ناحفاظیاں لوگ مسجدوں میں کرتے ہیں اللہ عزوجل تو قادر مطلق ہے کیوں نہیں روک دیتا حاضران مزار مہمان ہوتے ہیں مگر عورتیں ناخواندہ مہمان ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ[۲۸] مزامیر کے ساتھ قوالی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قوالی جو عرسوں میں یا اُن کے علاوہ ہوتی ہے جس میں سوا نعتیہ غزلیات کے عاشقانہ آلات یعنی مزامیر کے ساتھ بجائے جاتے ہیں جائز ہیں یا نہیں بزرگ لوگ جو اس میں شریک ہوتے ہیں بلکہ بعض کی نسبت وصال ہو جانا بھی سنا جاتا ہے یہ فعل ان کا کیسا ہے اگر یہ برا ہے تو گدیوں یعنی خانقاہوں میں پشتہا پشت سے ہوتی چلی آتی ہیں خلاف ہے یا نہیں اور ایسی خانقاہوں میں جانا اور ارادت اختیار کرنا اور انہیں بہتر سمجھنا اور اُن کے سامنے سر نیاز خم کرنا کیسا ہے جائز ہے

یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الاجواب خالی قوال جائز ہے اور مزامیر حرام زیادہ غلو اب منتسبان سلسلہ عالیہ چشتیہ کو ہے اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں مزامیر حرام است حضرت مخدوم شرف الملۃ والدین یحییٰ منیری قدس سرہ نے مزامیر کو زنا کے شمار کیا ہے۔ اکابر اولیاء نے ہمیشہ فرمایا ہے کہ مجرد شہرت پر نہ جاؤ جب تک میزان شرع پر مستقیم نہ دیکھ لو پیر بنانے کے لیے جو چار شرطیں لازم ہیں اس میں ایک یہ بھی کہ مخالفت شرع مطہر آدمی خود اختیار نہ کرے ناجائز فعل کو ناجائز ہی جانے اور ایسی جگہ کسی ذات خاص سے بحث نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹: قبر سے چراغ کی روشنی کا ظاہر ہونا کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگوں کے مزار سے جو چراغ کی روشنی غیبی ہوتی ہے یہ کیسی ہے اور اس سے صاحب مزار کی بزرگی ثابت ہوتی ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الاجواب اگر منجانب اللہ ہے تو ضرور بزرگی ثابت ہوتی ہے اور اگر بزرگی ثابت ہے تو منجانب اللہ ہے ورنہ امر محتمل ہے شیطان ایسے کرشمے دکھاتا ہے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ازواج مطہرات سے ایک بی بی جب اندھیرے میں جاتیں ایک شمع روشن ہو جاتی۔ ایک روز حضور نے ملاحظہ فرمایا اُسے بجھا دیا اور فرمایا کہ یہ شیطان کی جانب سے ہے پھر ایک ربانی نوران کے ساتھ فرما دیا۔ کما فی بهجة الاسرار ومعدن الانوار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰: قبر پر درخت لگانا کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ قبر پر درخت لگانا دیوار کھینچنا یا قبرستان کی حفاظت کے لیے چاروں طرف کھود کر جس میں جدید قدیم قبریں بھی ہیں محاصرہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الاجواب حفاظت کے لیے حصار بنانے میں حرج نہیں اور درخت اگر سایہ زائرین

کے پیلے ہوں تو اچھا ہے مگر قبر سے جدا ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۔ زندہ بزرگوں کا وصال یافتہ بزرگوں سے ہم کلام ہونا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ظاہر ولی اللہ یعنی زندہ اور صاحب مزار ولی اللہ کے مابین ظاہر ولی اللہ کے مابین ظاہر طریقہ سے ہم کلام ہونے کی کوئی خبر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الاجواب بکثرت ہیں کہ امام جلال الدین سیوطی کی شرح الصدور وغیرہ میں مذکور ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۔ اسمائے مبارکہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اللہ عزوجل کے کتنے نام ہیں اور شہنشاہ دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے؟ بینوا توجروا۔

الاجواب اللہ عزوجل کے ناموں کا شمار نہیں کہ اس کی شانیں غیر محدود ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمائے پاک بھی بکثرت ہیں کہ کثرت اسماء شرف مسمی سے ناشی ہے آٹھ سو سے زیادہ مواہب وشرح مواہب میں ہیں اور فقیر نے تقریباً چودہ سو پائے اور حصر ناممکن۔

مسئلہ ۳۳۔ سورت فاتحہ اور سورت اخلاص میں مدحت رسول

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ سورۂ فاتحہ و سورۂ اخلاص میں خدا کی ہی تعریف ہے یا رسول اللہ کی بھی؟ بینوا توجروا۔

الاجواب سورہ فاتحہ میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صریح مدح ہے الصراط مستقیم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نعمت علیہم ہے چاروں فرقوں کے سردار انبیاء ہیں انبیاء کے سردار مصطفےٰ ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ شیخ محقق نے اخبار الاخیار میں بعض اولیا کی ایک تفسیر بتائی جس میں انہوں نے ہر آیت کو نعت کردیا ہے میں سورۂ اخلاص بھی داخل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۴ ۔ خواب میں کسی کام کے کرنے کا حکم کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگ عالم حیات میں اپنے معتقدوں کو تعلیم دیتے ہیں اگر بعد وصال کے بھی خواب میں تعلیم کریں تو اس پر یعنی خواب کی باتوں پر شرع کی رو سے چلنا کیسا ہے؟

الاجواب اچھے خواب پر عمل خوب ہے اور اچھا وہ کہ موافق شرع ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۵ ۔ قصہ لال کافر کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولیٰ علی نے لال کافر کو مارا اور وہ بھاگا اور ہنوز زندہ ہے آیا اس کی خبر حدیث سے ہے اور کب تک زندہ رہے گا اور پھر ایمان لائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الاجواب یہ بے اصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۶ ۔ استن حنانہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حنانہ لکڑی جو آپ کے فراق میں نالاں تھی قیامت کے دن اس کا کیا حال ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الاجواب وہ جنت کا ایک درخت کیا جائے گا کما فی الحدیث۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۷ ۔ دعویٰ خدائی کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حضرات منصور و شمس تبریز و سرمد نے ایسے الفاظ کہے جن سے خدائی ثابت ہوتی ہے تو دار پر آئے اور کھال کھینچی گئی لیکن وہ ولی اللہ گنے جاتے ہیں اور فرعون شداد ہامان، نمرود نے دعویٰ کیا تو مخلد فی النار ہوئے اس کی کیا وجہ ہے؟

الاجواب ان کافروں نے خود کہا اور ملعون ہوئے اور انہوں نے خود نہ کہا اس نے کہا جسے کہنا شایاں ہے آواز بھی انہیں سے مسموع ہوئی جیسے موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے سنا۔ اِنِّیٓ اَنَا اللہ۔ "میں ہی ہوں اللہ رب سارے جہان کا" کیا درخت نے کہا تھا حاشا بلکہ اللہ نے یونہی یہ حضرات اس وقت شجر موسیٰ ہوتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸ ۔ احکام مالگزاری

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ جس زمین سے مال گزاری مالک لیتا ہے اس میں اگر پانی ٹھہرا اور مچھلی ٹھہری تو مالک کہتا ہے کہ یہ مچھلی ہماری ہے اگر رعایا نہ دے تو گنہگار تو نہیں ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب مباح مچھلی جو پکڑے اُسی کی ہے مالک کو اس پر دعویٰ نہیں پہنچتا ۔

واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۲۹ ۔ نماز میں طول قیام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ :۔

(الف) طول قیام کثرت رکوع وسجود سے احب ہے یا نہیں ؟

(ب) نماز کے اندر اگر ٹوپی گر جائے تو اٹھانا چاہیے یا نہیں ؟

(ج) امام قراءت یا رکوع کو کسی مقتدی کے واسطے للہ دراز کرسکتا ہے یا نہیں جبکہ مقتدی وضو کررہا ہو یا مسجد میں آگیا ہو اور یہ امام کو معلوم ہوگیا کہ کوئی شخص ہے کہ عنقریب شریک ہونا چاہتا ہے بایں صورت رکوع میں کچھ دیر کردے تو جائز ہے یا نہیں ؟

(د) وتر میں قبل دُعائے قنوت کے سہواً رکوع کیا اور دو ایک تسبیح بھی پڑھ چکا ہے ۔ اب خیال ہوا اور کھڑے ہو کر قنوت پڑھی تو اس صورت سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں ؟

(ہ) ایک آیت مایجوزبه الصلوٰۃ ۔ کی کتنی مقدار ہے ؟

الجواب (الف) ہاں طول قیام احب ہے ، رد المختار میں ہے المذہب المعتمد ان طول القیام احب اسی میں ہے المذھب المعتمد ان طول القیام احب اسی میں ہے قول الامام ھو المصحح بل ھو قول الکل ۔

(ب) اُٹھا لینا افضل ہے جب کہ بار بار نہ گرے اور اگر تذلل وانکسار کی نیت سے سر برہنہ رہنا چاہے تو نہ اُٹھانی افضل درمختار میں ہے ۔ سقطت قلنسوته فاعادتها افضل ۔ جائے تو اس کا اوڑھ لینا افضل ہے)

الا اذا احتاجت بتکریر او عمل کثیر ردالمختار ۔ الظاھر ان افضلیته اعادتها حیث لم یقصد بترکها التذلل ۔

(ج) اگر خاص کسی شخص کی خاطر اپنے کسی علاقہ خاصہ یا خوشامد کے لیے منظور ہو تو ایک بار تسبیح کی قدر بھی بڑھانے کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یخشی عَلَیْہِ امر عظیم۔ یعنی اس پر شرک کا اندیشہ ہے کہ نماز میں اتنا عمل اس نے غیر خدا کے لیے کیا اور اگر خاطر خوشامد منظور نہیں بلکہ عمل حسن پر مسلمان کی اعانت، اور یہ صورت میں واضح ہوتی ہے کہ یہ اس آنے والے کو نہ پہچانے یا پہچانے اور اس کا کوئی تعلق خاص اس سے نہ ہو نہ کوئی غرض اس سے اٹکی ہو تو رکوع میں دو ایک تسبیح کی قدر بڑھا دینا جائز بلکہ اگر حالت یہ ہو کہ یہ ابھی سر اٹھائے لیتا ہے تو وہ رکوع میں شامل ہونے نہ ہونے میں شک میں پڑ جائے گا تو بڑھا مطلوب اور جو ابھی نماز میں نہ ملے گا مسجد میں آیا ہے وضو وغیرہ کرے گا یا وضو کر رہا ہے اس کے لیے قدر مسنون پر نہ بڑھائے بلکہ اگر بڑھانا موجب ثقل حاضرین نماز ہو گا تو سخت ممنوع و ناجائز۔ المسألة واردة فی الکتب وبسطها الشامی فی صفة الصلوٰة وما قلته عطر التحقیق۔

(د) تسبیح پڑھ چکا ہو یا ابھی کچھ پڑھنے پایا ہو اُسے قنوت کے لیے رکوع چھوڑنے کی اجازت نہیں اگر قنوت کے لیے قیام کی طرف عود کیا گناہ کیا پھر قنوت پڑھے یا نہ پڑھے اس پر سجدہ سہو ہے۔ درمختار میں ہے :-

لونسی القنوت ثم تذکرہ فی الرکوع لایقنت فیه لفوات محله ولایعود الی القیام فان اعاد وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلاته ویسجد للسهو قنت اولا لزواله عن محله اھ اقول وقوله ولم یعد الرکوع ای ولو لم یعد ہ لانه لم یرتفض بالعود للقنوت لکان لو اعادہ فسد تلان زیادة مادون رکعته لاتفسد نعم لایکفیه اذن بسجود السهو لانه اخر السجد ة بهذا الرکوع عمدا فعلیه الاعادة سجد للسهو اولم یسجد۔

ترجمہ:۔ اگر دعائے قنوت کو بھول گیا پھر اس کو رکوع میں یاد آیا تو دعائے قنوت نہ پڑھے اپنے محل سے فوت ہو جانے کی وجہ سے اور نہ قیام کی طرف لوٹے اور اگر قیام کی طرف لوٹا اور دعائے

قنوت پڑھی اور رکوع دوبارہ نہیں کیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور سجدہ سہو کرے
قنوت پڑھی ہو یا نہیں پڑھی ہو قنوت کا اس جگہ بدل جانے کی وجہ سے۔

(۵) وہ آیت کہ چھ حرف سے کم نہ ہو اور بہت نے اس کے ساتھ یہ بھی شرط لگائی کہ صرف ایک کلمہ کی نہ ہو تو ان کے نزدیک مُدْھَامَّتٰنِ ۵ اگرچہ پوری آیت اور چھ حرف سے زائد ہے جواز نماز کو کافی نہیں۔ اسی کو منیہ و ظہیریہ و سراج وہاج و فتح القدیر و بحرالرائق و در مختار وغیرہ میں اصح کہا اور امام الاجل علی اسبیجابی و امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی نے فرمایا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف مد ھامتن سے بھی نماز جائز ہے اور اس میں اصلاً ذکر خلاف نہ فرمایا در مختار میں ہے:

افلھا ستۃ احرف ولو تقدیرا کلم یلد اذا کانت کلمۃ فالاصح عدم الصحۃ

ہندیہ میں ہے:

الاصح انہ لایجوز کذا فی شرح الجمع لابن ملک وھکذا فی الظھیریۃ والسراج الوھاج وفتح القدیر۔

فتح القدیر میں ہے:

لوکانت کلمۃ نحو مدھامتن، ص، ق، ن، فان ھذہ یاھت عند بعض القراء الاصح انہ لایجوز لانہ یسمی عادا لا قارما۔

بحرالرائق میں اسے ذکر کرکے فرمایا:

کذا ذکرہ الشارحون وھو مسلم فی ص ونحوہ امافی مد ھامتن ۵ فذکر الاسبیجابی وصاحب البدائع انہ یجوز علی قول ابی حنیفۃ من غیر ذکر خلاف بین المشائخ بدائع میں ہے: فی ظاھر الروایۃ قدر ادنی الفروض بالآیۃ التامۃ کقولہ تعالیٰ مدھامتن وما قالہ ابوحنیفۃ اقیس۔ اقول اظہر یہی ہے مگر جبکہ ایک جماعت اسے ترجیح دے رہی ہے تو احتراز ہی میں احتیاط ہے خصوصاً اس حالت میں کہ اس کی ضرورت نہ ہوگی مگر مثل فجر میں جبکہ وقت قدر واجب سے کم رہا ہو ایسے وقت تو فقط۔ کہ بالاجماع ہمارے امام۔ کے نزدیک ادائے فرض کو کافی ہے۔

سے جلد ادا ہو جائے گا کہ اُس میں حرف بھی زائد ہیں اور ایک مد متصل ہے جس کا ترک حرام ہے ہاں جسے یہی یاد ہو اس کے بارے میں وہ کلام ہوگا اور احوط اعادہ

مسئلہ ۲۳۹ عورت کے لیے اجازت حج

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر عورت حج کو جانا چاہتی ہے اور شوہر اُس کا اُس کو منع کرے کسی عذر سے تو جا سکتی ہے۔ بغیر اجازت شوہر کے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب اگر محرم ساتھ ہے اور حج اس پر فرض ہے تو جائے گی ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۰ شوہر کے حکم کی بجائے نماز کو ترجیح دینا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شوہر کسی کام کے کرنے کا حکم کرے اور وقت نماز اتنا ہے کہ اگر اُس کے حکم کی تعمیل کرے تو پھر نماز کا وقت باقی نہیں رہے گا تو اس صورت میں عورت نماز پڑھے یا حکم شوہر بجا لائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب نماز پڑھے ایسا حکم ماننا حرام ہے۔

مسئلہ ۲۴۱ مجلس میلاد میں قیام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے قیام میلاد شریف اگر مطلقاً ذکر خیر کی وجہ سے کیا جاتا ہے تو اوّل وقت سے کیوں نہیں کیا جاتا اس لیے کہ اول سے ذکر خیر ہی ہوتا ہے اور اگر اس خیال سے کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں۔ تو کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول وقت سے رونق افروز نہیں ہوتے اگر ہوتے ہیں تو ابتدائے مجلس مبارک قیام ہی سے کیوں نہیں ہوتا اور اگر نہیں کیا تو قطعہ تولد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی کے وقت جلوہ افروز ہونے اور تاقیام تشریف فرما رہتے اور فوراً لوگوں کے بیٹھتے ہی تشریف لے جاتے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا کہ حضور کا آنا لوگوں کے قیام و نیز میلاد خواں کے قطعہ تولد کہنے پر موقوف ہے کیا یہ زید کا کہنا لغو ہے یا نہیں اور اس کا کافی۔

الاجواب زید کی یہ سب حماقتیں جہالتیں سفاہتیں ہیں ۔ مہمل ولایعنی سفوق اپنی طرف سے ایجاد کیے اور جو وجہ حقیقی ہے اُس کی طرف اُسے ہدایت نہ ہوئی تعظیم ذکر اقدس مثل تعظیم ذات اقدس ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعظیم ذات باختلاف حالات مختلف ہوتی ہے معظم کے قدوم کے وقت قیام کیا جاتا ہے اور اس کے حضور کے وقت باادب اُس کے سامنے بیٹھنا تعظیم ہے ذکر شریف میں بھی ذکر قدوم کی تعظیم قیام سے ہے اور باقی وقت کی تعظیم باادب قعود سے ولکن الوھابیة قوم لایعقلون ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۴۳ ۔ باطل فرقے کے عقائد کو اچھا سمجھنا کفر ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید معاذ اللہ یہ کہے کہ میں عیسائی یا وہابی یا کافر ہو جاؤں گا نام ایک فرقہ کا لیا آیا وہ انہیں میں سے ہو گا یا نہیں یا یہ کہے کہ جی چاہتا ہے کہ غیر مقلد ہو جاؤں یا یہ کہے کہ غیر مقلد ہونے کو جی چاہتا ہے یہ قول کیسا ہے اگرچہ کسی کو چھیڑنے یا مذاق کی غرض سے کہے ؟ بینوا توجروا ۔

الاجواب جس نے جس فرقہ کا نام لیا اُس فرقہ کا ہو گیا مذاق سے کہے یا کسی دوسری وجہ سے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۴۴ ۔ تعدیل ارکان نہ کرنا گناہ ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص نماز میں تعدیل ارکان نہ کرے یعنی رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہو سجدہ کے بعد بیٹھنے نہ پائے کہ دوسرا سجدہ کرے بلکہ ایسا دیکھا گیا کہ اول سجدہ سے ایک دو بالشت سر اٹھایا بعدہ دوسرا سجدہ کر لیا ایسے شخص کی نماز ہو گی یا نہیں ؟

ے اس پر کوئی یہ کہے کہ ہم نے کہا کہ مٹھائی کھاؤں گا تو کہنے سے ہم نے کھایا تو نہیں اسی طرح سے اگر ہم کسی فرقہ باطلہ کا نام لیں کہ اس فرقہ سے ہو جاؤں گا تو اس فرقہ سے نہ ہونا چاہیے ۔ ج صرف کہنے سے آدمی کھاتا تو نہیں اور کفر و دین و اسلام کہنے سے ہوتے ہیں مع اس سے لازم آتا ہے کہ اگر کافر کہے کہ مسلمان ہو جاؤں گا تو مسلمان ہو جائے حالانکہ نہیں ج کافر کے اس قول سے صرف اسلام کا پسند کرنا لازم آتا ہے اور پسند کیے مسلمان نہیں ہوتا جب تک اسلام نہ لائے اور مسلمان کا دوسرا فرقہ باطلہ کو پسند کرنا خود کفر ہے لہٰذا یہاں کفر پایا جائیگا وہاں اسلام نہیں پایا جائیگا جب تک اسلام نہ لائے ۔

الاجواب ایسی نماز فریب نہ ہونے کے سبب ہے اور اُس کا پھیرنا واجب اور پڑھنا گناہ۔
حدیث میں فرمایا کہ اگر ساٹھ برس ایسی نماز پڑھے گا تو قبول نہ ہو گی دوسری حدیث میں ہے:

انا نخاف لومت علیٰ ذالک	ہم خوف کرتے ہیں اگر تو اس حال پر مرا تو
لمت علی غیر الفطرۃ ای غیر	محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین پر نہ مرے گا
دین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۵ عورت کے مرید ہونے کے لیے خاوند کی اجازت کی ضرورت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت بغیر اجازت شوہر کے مرید ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اگر بغیر اجازت ہو گئی تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الاجواب ہو سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۶ کفو کا مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی بالغہ ہو گئی اور فی الحال کوئی کفو نہیں ملتا کہ جس کے یہاں نکاح ہو، غیر کفو ملتے یعنی کم حیثیت والے یا لڑکی کے والدین سے زائد حیثیت کے ملتے ہیں مگر ذاتا کامل اچھے نہیں مثلاً لڑکے کے آباؤ اجداد اچھے تھے لیکن ان کی جورو طوائف تھی بعد نکاح اس سے یہ لڑکا ہوا تو دونوں میں کس کے یہاں کرنا بہتر ہے یا کفو کا منتظر رہے؟ بینوا توجروا۔

الاجواب فقط مالی حیثیت میں کم کرنا مانع کفات نہیں کفو وہ نہیں ہے جس کے ساتھ اس عورت کا نکاح اس کے اولیا کے لیے باعث ننگ وعار ہو باپ اگر شریف القوم ہے اور طوائف سے بعد اس نے نکاح کیا تو اس سے بچے کے نسب پر حرف نہیں آتا۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۷ نماز میں سورت پڑھنے کا مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اول رکعت میں ایک رکوع یا سورہ پڑھی دوسری رکعت میں اگر اس سے مقدم کی سورہ یا رکوع زبان پر سہواً جاری ہو جائے تو اسی کو پڑھے یا مؤخر کی سورہ یا رکوع پڑھے اس کو چھوڑ دے اگر پڑھ کر نماز تمام کر لی تو ہوئی

یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب زبان سے سہواً جس سورۃ کا ایک کلمہ نکل گیا اُس کا پڑھنا لازم ہو گیا تقدم ہو خواہ موخر خواہ مکرر ہاں قصداً تبدیل ترتیب گناہ ہے اگر چہ نماز جب بھی ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۸ خطبہ جمعہ میں غیر عربی الفاظ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ (۱) یہ کہ بعد ازاں ثانی کے پہلے اردو اشعار پڑھ لیے جائیں بعد وہ فوراً خطبہ شروع کر دیا جائے۔

(۲) یہ کہ بعد خطبہ پڑھنے کے فوراً اشعار اردو پڑھیں بعد وہ نماز کو کھڑے ہوں۔ بینوا توجروا

الجواب دونوں صورتیں خلاف سنت ہیں غیر عربی کا خطبہ میں ملانا ترک سنت متوارثہ ہے نہ ترک واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۹ شرعی سفر کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قصر روزہ نماز کے لیے کہاں تک حد رکھی گئی ہے بذریعہ ریل ڈونٹب دو دن کے سفر میں قصر روزہ نماز ہوگا یا نہیں اگر نہیں تو کتنے دن کے سفر میں قصر چاہیے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ساڑھے ستاون میل مدت سفر ہے ریل میں ہو خواہ پیادہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۰ مکروہ اوقات میں تلاوت قرآن پاک کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوقت زوال قرآن پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب آفتاب نکلتے ڈوبتے اور ٹھیک دوپہر کو قرآن مجید کی تلاوت کی جگہ اور ذکر الٰہی درود شریف وغیرہ پڑھیں۔ وہ تین وقت تلاوت کے لائق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۱ آیات میں وقف کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیت لا پر ٹھہرنا یا رکوع یا وقف کرنا کیسا ہے کیا قباحت ہے اگر جس آیت پر لا ہے۔ رکوع کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں مثلاً اوپر سے پڑھتا آیا اور ثُمَّ تُکُوْعَلٰی تَتَمُ لَا یَرْجِعُوْنَ ۃ پر رکوع کر دیا تو جائز ہے یا کچھ حرج بھی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب ہر آیت پر وقف مطلقاً بلا کراہت جائز بلکہ سنت سے مروی ہے رہا رکوع اگر معنی تام ہو گئے جیسے آیۂ مذکورہ میں کہ اس کے بعد دوسری تمثیل مستقل ارشاد ہوئی ہے جب تو اصلاً حرج نہیں اور اگر معنائے آیت آیندہ کے ناتمام ہیں تو نہ چاہیے خصوصاً امثال فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ میں کہ نہایت قبیح ہے اور ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ میں قبح اس سے کم ہے نماز بہرحال ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۲ حرمت بھنگ و چرس

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سوائے شراب کے بھنگ افیون، تاڑی، چرس کوئی شخص اتنی مقدار میں پیے کہ اس سے نشہ نہ آئے تو وہ شخص حرام کا مرتکب ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب نشہ بذاتہ حرام ہے نشہ کی چیزیں پینا جس سے نشہ بازوں کی مشابہت ہو اگرچہ حد نشہ تک نہ پہنچے یہ بھی گناہ ہے یہاں تک کہ علمائے تصریح فرمائی ہے کہ خالص پانی دور شراب کی طرح پینا بھی حرام ہے ہاں اگر دوا کے لیے کسی مرکب میں افیون یا بھنگ یا چرس کا اتنا جز ڈالا جائے۔ جس کا عقل پر اصلاً اثر نہ ہو حرج نہیں بلکہ افیون میں اس سے بھی بچنا چاہیے کہ اس خبیث کا اثر ہے کہ معدے میں سوراخ کر دیتی ہے جو افیون کے سر اکس بلا سے نہیں بھرتے نہ خواہی نخواہی بڑھانی پڑتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۳ بعض کفریہ کلمات

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سامنے سے گزرا دوسرے نے کہا صلوٰۃ ہو گئی اور جماعت تیار ہے اس نے کہا نماز پڑھنے والے پر لعنت بھیجتا ہوں جب یہ ذکر ایک تیسرے شخص کے سامنے ہوا اور لوگوں نے کہا یہ کلمہ کفر ہے تو اس نے کہا کہ ایسی باتوں سے کفر نہیں عائد نہیں ہوا کرتا حالانکہ یہ شخص عاقل بالغ ہے اس شخص کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الاجواب اس کہنے سے وہ شخص کافر ہو گیا اس کی عورت نکاح سے نکل گئی اور یہ تیسرا بھی نئے سرے کلمہ اسلام پڑھے اور اپنی عورت سے اس کے بعد نکاح کرے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۴ ۔ طلاق کے متعلق ضروری مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بعد مکان چھوڑنے اپنے دو سال کے ایک خط صرف بنام وارث زوجہ اپنی کے اس مضمون کا لکھا کہ ہم اپنی زوجہ کو طلاق دیتے ہیں اب اسکو بیے میرے چاہیے کہ گھر سے میرے چلی جائے اب ہمارا آنا نہیں ہوگا اور اس کا نشان و پتہ نہیں کہ کہاں چلا گیا حروف اس خط کا اس کے دوسرے خطوں کے ساتھ ملتا جلتا ہے شبہہ کو دخل نہیں آیا۔ طلاق ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الاجواب اگر عورت باور کرتی ہے کہ یہ خط اس کے شوہر ہی کا ہے تو اُسے اختیار ہے کہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرے۔

کما نص علیہ فی الھندیۃ عن محیط السرخسی۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۵۵ ۔ ایام حمل کی طلاق کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایام حمل میں طلاق دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو عدت اس کی کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الاجواب حمل میں طلاق نہ دی جائے اگر دے گا ہو جائے گی عدت وضع حمل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۶ ۔ ترتیب آیات اور نماز

چہ می فرمایند علمائے دین و شرع متین دریں مسئلہ کہ امام نے سورۂ الم پورے لرکوع یعنی لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ تک پڑھی جس میں الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ تک ٹھیک پڑھی بعدہ بجائے وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ کے وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ۔ پڑھ کر آگے کو پڑھ گئے اور آگے بجائے إِنَّ الَّذِينَ کے وَالَّذِينَ پڑھی اور سجدہ سہو بھی کیا نماز ہوئی یا نہیں صرف آیات مذکورہ کے پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الاجواب نماز ہوگئی سجدہ سہو کی بھی کوئی حاجت نہ تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ اقسام سود کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی پنواڑی یا کسی پر فروش کو دس یا پانچ روپے کوئی شخص دے اور اُس سے کہے کہ جب تک میرا روپیہ تمہارے ذمہ رہے مجھے پان بقدر خرچ روزانہ کے دیا کرو اور جب روپیہ واپس دوگے تو مت دیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں اور نہیں تو جواز کی کون سی صورت ہے۔ بینوا توجروا۔

الاجواب یہ صورت خاص سود اور حرام ہے۔ سود کے جواز کی کوئی شکل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ وجوب قربانی کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نصاب کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا بمقدار اس کے روپیہ موجود ہوں جب قربانی واجب ہے یا کہ اتنی مقدار کی مالیت ہو چاہے اس کے پاس کاشت ہو یا چوپایہ ہوں اگر ایک شخص کے پاس ساٹھ روپیہ کی بھینس یا بیل ہے تو اس پر قربانی ہے نہیں کسی شخص کو ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی ہے لیکن بزمانہ قربانی ایک روپیہ بھی اس کے پاس موجود نہیں تو کیا وہ شخص قرض لے کر قربانی کرے گا یا نہیں علیٰ ہذا القیاس کاشت فروخت کر کے قربانی کرے یا نہیں

الاجواب قربانی واجب ہونے کے لیے صرف اتنا ضرور ہے کہ وہ ایام قربانی میں اپنی تمام اصلی حاجتوں کے علاوہ چھپن روپیہ کے مال کا مالک ہو چاہے وہ مال نقد ہو یا بیل بھینس یا کاشت کاشتکار کے ہل کے بیل اس کی حاجت اصلیہ میں داخل ہیں ان کا شمار نہ ہو۔ ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی والا آدمی قربانی کے دن چھپن روپیہ کے مال کا مالک نہ ہو یہ صورت خلاف واقعہ ہے اور اگر ایسا فرض کیا جائے کہ اس وقت وہ فقیر ہے تو ضرور اُس پر قربانی نہ ہوگی اور جس پر قربانی ہے اور اُس وقت نقد اس کے پاس نہیں وہ چاہے قرض لے کرے یا اپنا کچھ مال بیچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۹ - معنی میں فساد کی وجہ سے نماز کا نہ ہونا

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف اس مسئلہ میں کہ امام کو تین آیتوں کے بعد معنی میں فساد ہو گیا جیسا کہ سورۂ یوسف کے شروع میں چار آیات کے بعد دَاٰیْتُھُمْ کی جگہ دَاٰیْتَھُمْ پڑھا اس حالت میں نماز ہو گی یا نہیں، بینوا توجروا۔

الاجواب فساد معنی اگر ہزار آیت کے بعد ہو نماز جاتی رہے گی مگر یہاں دَاٰیْتُھُمْ میں ت کا زبر پڑھنا مفسد نہیں نماز ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۰ - غلط اذان کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر اذان نہ ہوئی ہو یا ہوئی ہو مگر غلط تو نماز میں کیا خرابی ہے جبکہ ان صورتوں میں نماز پڑھی۔ نماز تراویح حافظ نابالغ پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔ نابالغ اذان دے سکتا ہے یا نہیں۔ اگر دیدی ہو تو لوٹانی چاہیئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الاجواب ۱- بغیر اذان کے جماعت کرنا مکروہ ہے اور نماز مکروہ ہو گی اور اذان اگر غلط ہوئی کہ شرعاً اذان نہ ٹھہری تو بھی بغیر اذان ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲- نابالغ اگر عاقل ہے کہ اس کی اذان اذان سمجھی جائے تو حرج نہیں اور اگر اُس کی اذان کو اذان نہ سمجھیں نقل گمان کریں گے تو لوٹائی جائے۔

مسئلہ ۶۱ - سحری ختم ہونے کے بعد حقہ پینا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بعد ختم ہونے وقت سحری کے حقہ پیا بگمان شب کے یعنی وقت سحری کے تو اس کا روزہ ہوا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الاجواب اگر بعد طلوع صبح پیا روزہ نہ ہوا اُسے پورا کرے اور قضا رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۲ - چاندی کی انگوٹھی پہننے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سونے چاندی پیتل کانسہ وغیرہ کی انگوٹھی یا بٹن یا گھڑی کی زنجیر مرد کو پہننا جائز ہے یا نہیں اور ان کو پہن کر نماز پڑھنا یا پڑھانا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الاجواب | چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی مرد کو پہننا جائز ہے اور دو انگوٹھیاں یا کئی نگ کی ایک انگوٹھی یا ساڑھے چار ماشہ خواہ زائد چاندی کی اور سونے کانسے پیتل لوہے تانبے کی مطلقاً ناجائز ہیں گھڑی کی زنجیر سونے چاندی کی مرد کو حرام اور دھاتوں کی ممنوع ہے اور جو چیزیں ممنوع کی گئی ہیں ان کو پہن کر نماز اور امامت مکروہ تحریمی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۲ ۔ سونے چاندی کے بٹن پہننا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سونے چاندی کے بلا زنجیر کے بٹن مرد کو درست ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الاجواب | بے زنجیر کے بٹن چاندی سونے کے مرد کو جائز ہیں اور زنجیر دار منع ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۳ ۔ چاندی کی زنجیر والے بٹن

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص چاندی کے زنجیر دار بٹن بہ نیت زیبائش نہ پہنے بلکہ اس خیال سے پہنے کہ دوسری قسم کے بٹن جلد ٹوٹ جاتے ہیں تو پہننا درست ہیں یا نہیں ۔ بینوا توجروا۔

الاجواب | اس نیت سے ناجائز جائز نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۴ ۔ فجر یا ظہر کی سنتیں نہ پڑھنے والا امام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہ شخص جس نے سنتیں فجر کی نہ پڑھی ہوں اور دس بارہ منٹ طلوع میں باقی ہوں تو وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں اسی طرح ظہر کی سنتیں بغیر پڑھے امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الاجواب | اگر وقت بقدر فرض ہی باقی ہے تو آپ ہی سنتیں چھوڑے گا پھر اگر جماعت میں کسی نے ابھی سنتیں نہ پڑھیں یا جس نے پڑھیں وہ قابل امامت نہیں تو جس نے نہ پڑھیں وہی امامت کرے گا اور اگر وقت میں وسعت ہے تو سنت قبلیہ کا ترک کر نا گناہ

ہے اور اس کی امامت مکروہ۔ وتس بارہ سنت میں سنتیں اور فرض دونوں ہو سکتے ہیں سنتیں پڑھ کر نماز پڑھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۲ نماز کے لیے جگانا کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب جگانا ضرور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۳ کھڑے ہو کر تکبیر سننا مکروہ ہے کیا فرماتے ہیں علمائے احناف اس مسئلہ میں کہ تکبیر کھڑے ہو کر سننا مسنون ہے یا بیٹھ کر؟

الجواب بیٹھ کر سُنے کھڑے ہو کر سننا مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۴ صرف ایک تکبیر کہکر جماعت میں شامل ہونا کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام رکوع میں ہے اور ایک شخص صرف ایک تکبیر کہہ کر شامل جماعت ہو گیا تو یہ تکبیر تحریمہ یعنی اولیٰ ہوئی یا مسنونہ اس صورت میں نماز اس مقتدی کی ہو گی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب اگر اس نے تکبیر تحریمہ کہی یعنی سیدھے کھڑے ہوئے تکبیر کہی کہ ہاتھ پھیلائے تو زانوں تک نہ جائے تو نماز ہو گئی اور تکبیر انتقال یعنی جھکتے ہوئے تکبیر کہی تو نماز نہ ہو گی اُسے دو تکبیر کہنے کا حکم ہے تکبیر تحریمہ اور تکبیر انتقال۔ پہلی تکبیر تحریمہ قیام کی حالت میں اور دوسری تکبیر انتقال رکوع کو جاتے ہوئے درمختار میں ہے:

ولو وجد الامام راکعا فکبر منحنیا ان الی القیام اقرب صح ولغت نیتہ تکبیرۃ الرکوع۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۵ غسل اور فجر کی نماز کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو غسل کی حاجت ہے اگر وہ غسل کرتا ہے تو فجر

کی نماز قضا ہوئی جاتی ہے تو ایسی حالت میں کیا کرے؟ بینوا توجروا۔

الجواب تیمم کرکے نماز پڑھ لے اور غسل کرکے پھر اعادہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ کم داڑھی والے کی امامت کے بارے میں حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی منڈانے اور خشخشی کرانیوالا اور حد شرعی سے کم رکھنے والا فاسق ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز فرض خواہ تراویح پڑھنا چاہیے یا نہیں اور حدیث شریف میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے حق میں کیا ارشاد فرمایا ہے اور وہ حشر کے دن کس گروہ میں اٹھے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب داڑھی منڈانے اور کترانے والا فاسق معلن ہے اسے امام بنانا گناہ ہے۔ فرض ہو یا تراویح کسی نماز میں اسے امام بنانا جائز نہیں حدیث میں اس پر غضب اور ارادۂ قتل وغیرہ کی وعیدیں وارد ہیں اور قرآن عظیم میں اس پر لعنت ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخالفوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ شرعی داڑھی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ داڑھی شرعی کتنی ہونی چاہیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب ٹھوڑی سے نیچے چار انگل چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ فجر کی قضا نماز کی ادائیگی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طلوع آفتاب سے کتنی دیر بعد نماز قضا کا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب طلوع کے بعد کم از کم ۲۰ منٹ کا انتظار واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ پختہ قبر بنانا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبروں کا پختہ بنانا روا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب میت کے گرد پختہ نہ ہو اوپر کا حصہ پختہ کردیں تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ یہود و نصاریٰ کی ملازمت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی سُنی مسلمان کسی وہابی یا یہودی یا نصرانی یا کسی کافر سے بات چیت کرے یا کسی کے پاس بیٹھے یا نوکری کرے تو یہ مسلمان کافر ہو گیا یا نہیں اور اگر کافر نہ ہوا تو دوسرا شخص اُس کو کافر کہے اس کے لیے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الاجواب کافر اصلی غیر مرتد کی نوکری جس میں کوئی امر ناجائز شرعی کرنا نہ پڑے جائز ہے اور دنیوی معاملہ کی بات چیت اس سے کرنا اور اس لیے کچھ دیر اس کے پاس بیٹھنا منع نہیں اتنی بات پر کافر بلکہ فاسق بھی نہیں کہا جاسکتا ہاں مرتد کے ساتھ یہ سب مطلقاً منع ہیں اور کافر اس وقت بھی نہ ہوگا مگر یہ کہ اس کے مذہب و عقیدۂ کفر پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرے تو البتہ کافر ہو جائے گا۔ بجز ثبوت وجہ کفر کے مسلمان کو کافر کہنا سخت گناہ عظیم ہے بلکہ حدیث میں فرمایا کہ وہ کہنا اُسی کہنے والے پر پلٹ آتا ہے۔ والعیاذ باللہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ عورت کے لیے پردہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زوجہ کو اس کے والدین کے یہاں جانے کو اس وجہ سے منع کرتا ہے کہ ایک مکان ہے جس کا دروازہ اور صحن بھی ایک ہے جس میں زید کی زوجہ کے والدین ہیں اور دو غیر شخص کرایہ دار ہیں ایسی صورت میں زوجہ کے شوہر کو روک لینے کا حکم ہے یا نہیں اگر بلا اجازت زید کے زوجہ چلی جائے تو زید کیا سزا دے سکتا ہے۔

الاجواب اگر وہاں شرعی پردہ کا بندوبست ہو سکتا ہے تو زید اس کا بندوبست کرے اور عورت کو آٹھویں دن ماں باپ کے پاس صرف دن میں جانے کی اجازت دے رات کو وہاں نہ رہے ایسی حالت میں اتنے جانے سے نہیں روک سکتا اور اگر روکے تو عورت آٹھویں دن بلا اجازت بھی بندوبست پردہ کے ساتھ دن کے دن جا کر واپس آسکتی ہے۔ زید اگر اتنی بات پر سزا دے گا ظالم ہوگا اور اگر وہاں شرعی پردہ کا بندوبست

نہیں ہو سکتا تو بلاشبہ زید روک سکتا ہے بلکہ روکنے کا حکم ہے اور عورت اگر بلا اجازت چلی جائے تو جب تک واپس نہ آئے اس کا نان و نفقہ ساقط ہے اور زید اُسے جائز سزا دے سکتا ہے کہ اوّلاً سمجھاتے۔ نہ مانے تو اس سے الگ سوئے نہ مانے تو مارے مگر نہ مونہہ پر نہ ایسا کہ ضرب شدید ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ذکر جہر کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ذکر جلی کرنا جائز ہے یا نہیں اور آواز کس قدر بلند کر سکتا ہے کوئی حد معین ہے یا نہیں، حلقہ باندھ کر ذکر کرتے کرتے کھڑے ہو جانا اور سینہ پہ ہاتھ مارنا ایک دوسرے پر گر پڑنا، لپٹ جانا، رونا، زاری کی دھوم مچانا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب ذکر جلی جائز ہے حد معین یہ ہے کہ اتنی آواز نہ ہو جس سے اپنے آپ کو ایذا ہو یا کسی نمازی یا مریض یا سوتے کو تکلیف پہنچے اور ذکر کرتے کرتے کھڑا ہو جانا وغیرہ افعال مذکورہ اگر بحالت وجد ہوں صحیح ہیں کوئی حرج نہیں اور معاذ اللہ ریا کے لیے بناوٹ ہیں تو حرام بینهما وسط لا ینکر للحرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ نماز اور کلمے کا سیکھنا کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص نماز نہیں جانتا اور نہ کلمہ یاد ہے اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ کلمہ یاد کرو اور نماز سیکھو تو کہتا ہے کہ ہم نہیں سیکھیں گے اور نہ ہم سے یاد ہوگا اور نہ ہم سے ہو سکے گا۔ پس شرعاً کیا حکم ہے تفصیل تحریر فرمایئے اور وہ ایک انگریز کے یہاں ملازم ہے؟

الجواب اس کو نئے سرے سے مسلمان ہونا چاہیے جس سے کلمہ طیبہ پڑھنے کو کہا جائے اور وہ انکار کرے اس کی نسبت علما نے حکم کفر لکھا ہے نہ کہ جو کلمہ سیکھنے ہی سے انکار کرے۔ والعیاذ باللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ تعلیم کی خاطر وہابی یا سُنی بن کر مناظرہ کرنا کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ برائے تعلیم تلامذہ دو دوستی۔ ایک سُنی اور ایک وہابی بن کر مباحثہ کریں یعنی ایک وہابیہ کے اعتراضات یا ان کی طرف سے جوابات پیش کرے۔ دوسرا سنیوں کی طرف سے تو جائز و بہتر ہے

یا نہیں علیٰ ہذا القیاس دوسرے بدمذہبوں کے مباحث مجلس عام نہ ہوگی. طلبہ ہوں گے اگرچہ مبتدی ؟ بینوا توجروا۔

الاجواب بلا اکراہ وہابی بننا وہابی ہوتا ہے. کافر بننا کافر ہونا ہے مناظرہ کا تمرن سانگ یا تھیٹر نہیں کہ وہابی بن ہی کر ہو ہاں اگر وہابی بننا نہ ہو اور تمرن کے لیے وہابیہ کے شبہات ایک دوسرے پر پیش کر کے جواب سنے اور بحث کرے تو تین شرطوں سے جائز ہے۔

(ا) یہ شبہات پیش کرنے والا مستقل متصلب سنی ہو ایسا نہ ہو کہ کوئی شبہ خود اس کے قلب میں خدشہ ڈال کر تنزلزل کر دے کہ بحث بالائے طاق ایمان ہی جائے۔

(ب) جب جواب شافی پائے بات نہ پائے کہ عناد مطلقاً حرام ہے نہ کہ ایسی صورت میں۔

(ج) وہاں طلبہ خواہ غیر کوئی ایسا نہ ہو جس پر اس سے فتنہ و تذبذب کا اندیشہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کافروں کو اچھا کہنا گناہ ہے کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں اکثر مسلمان اپنی لاعلمی سے مشرکین کی بابت کہتے ہیں۔ فلاں شخص فلاں کام میں یا اخلاق میں اچھا ہے یہ کہنا مسلمان کا کس حد تک جائز ہے اور کیا گناہ اس کے ذمہ عائد ہوتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الاجواب اخلاق میں اچھا کہنا گناہ ہے اور کسی دنیوی کام میں کہنا مثلاً تیر تا اچھا ہے یا گھوڑے پر اچھا چڑھتا ہے یا اچھا لڑتا ہے حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ لاوارث کا ترکہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک طالب علم جس کا عرصہ قریب تین سال کا ہوا انتقال ہو گیا اس کی تجہیز و تکفین اہل محلہ کی جانب سے ہوئی تھی اس کے پاس کچھ سامان جو کہ اس کا ذاتی تھا کپڑے بستر و چند کتابیں اور چار روپیہ نقد نکلے جو کہ اہل محلہ میں سے ایک شخص کے پاس امانتاً اب تک جمع ہے اس سامان وغیرہ کی بابت اس کے ورثہ کو مدرسہ منظر اسلام کے طالب علموں کے ذریعہ سے اطلاع دی گئی لیکن اس وقت تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں پایا گیا لہٰذا اس سامان کو کسی دوسرے طالب علم کے صرف میں لانا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الاجواب تلاش ورثہ میں کوشش کی جائے جب ناامیدی ہو جائے کسی غریب سنی طالب کو دے دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۱ نماز اور عذاب الٰہی کی تحقیر سے خارج از اسلام ہونا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کثرہم اللہ تعالیٰ ونصرہم وابدہم اس مسئلہ میں کہ ایک سنیوں کے محلہ میں بکر قادیانی آکر بسا زید رشتی نے مردوں عورتوں کو اس کے گھر میں جانے سے اُس سے خلا ملا میل جول حصہ بخرہ رکھنے سے منع کیا ہندہ جس کے بیٹے وغیرہ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہیں اس نے کہا کہ بڑے نمنریہ پڑھ کر ملا ہو گئے ہم عذاب ہی بھگت لیں گے۔ اس بیچارے قادیانی کو دق کر رکھا ہے تو اب ہندہ کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الاجواب ہندہ نماز کی تحقیر کرنے اور عذاب الٰہی کو ہلکا ٹھہرانے اور قادیانی کو اس فعل مسلمانان سے مظلوم جاننے اور اُس سے میل جول چھوڑنے کو ظلم وناحق سمجھنے کے سبب اسلام سے خارج ہو گئی۔ اپنے شوہر پر حرام ہو گئی جب تک نئے سرے سے مسلمان ہو کر اپنے اُن کلمات سے توبہ نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۲ قادیانیوں سے میل جول کی حرمت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قادیانی مذہب ایسی جگہ آباد ہوا جہاں بالکل قطعاً مسلمان رہتے ہیں وہ قادیانی مسلمانوں کو بہکانا چاہتا ہے نیز ان کے یہاں کا اصول بھی یہی ہے کہ ناسمجھ مسلمانوں کو اخلاق ونرمی سے اپنی طرف کھینچ کر بہکا لیتے ہیں اس خوف سے جمیع مسلمانوں نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی اور کسی نے اس سے میل جول نہ رکھا مگر اسی محلہ کا ایک سقہ اُس قادیانی سے مانوس ہو گیا۔ اس کی بی بی نے اپنے شوہر سقہ کو منع کیا اور کہا کہ تم کو خدا اور رسول سے کام پڑے گا۔ ایسے بدمذہب سے علیحدہ رہو اور پانی بھی اس کے یہاں نہ بھرو ایک روپیہ مہینہ نہ سہی اس پر وہ سقہ اپنی بی بی کو طلاق دینے کے لیے تیار ہو گیا اور کہنے لگا تو میرے مکان سے نکل جا میں تو اس قادیانی سے ایسا ہی ملوں گا اور پانی بھروں گا گو میرے تمام ٹھکانے چھوٹ

جائیں مگر میں اس کو نہ چھوڑوں گا ہاں اگر سارے شہر کے بہشتی ایسا ہی کریں اور چھوڑ دیں تو میں بھی چھوڑ دوں ورنہ ہیں اس کو نہیں چھوڑ سکتا۔ بلکہ اگر وہ قادیانی سوئر کھائے گا تو میں بھی سوئر کھاؤں گا۔

سوال یہ ہے کہ جن مسلمانوں نے اُس سے ترک سلام وکلام کر دیا ہے اُن کے واسطے ازروئے شریعت کیا جزا ملے گی اور سقہ کے واسطے شریعت پاک کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الاجواب مسلمانوں کے لیے ثواب عظیم اور اس فعل سے اللہ و رسول کی رضا ہے جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور وہ سقہ اشد گنہگار و مستحق عذاب نار ہے سقاؤں اور اُن کے چودھری کو لازم ہے کہ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اُسے برادری سے نکال دیں اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکوا النار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۳۔ بد مذہبوں سے معاملات رکھنے کی حرمت

کیا ارشاد ہے شریعت مقدسہ کا اس مسئلہ میں کہ زید بد مذہبوں کے یہاں کا کھانا علانیہ کھاتا ہے بد مذہبوں سے میل جول رکھتا ہے مگر خود سنی ہے اُس کے پیچھے نماز کیسی ہے اور اس کی تراویح سننا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الاجواب اس صورت میں فاسق معلن ہے اور امامت کے لائق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۴۔ جہیز عورت کا حق ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ جہیز کس کا حق ہوتا ہے لڑکی والوں کا یا لڑکے والوں کا بعد وفات زوجہ کے اُس کے جہیز میں تقسیم فرائض ہوگی یا نہیں۔ زید جو سلیمہ کا شوہر تھا سلیمہ کے مرنے کے بعد کہتا ہے کہ میں نے اس کو کھلایا پلایا ہے لہذا جہیز میرا حق ہے یہ قول زید کا صحیح ہے یا باطل اگر جہیز میں تقسیم فرائض نہ ہو تو آیا صرف والدین کو ملے گا یا اور کس کس کو۔ بینوا توجروا۔

الاجواب جہیز عورت کی ملک ہے اس کے مرنے پر حسب شرائط فرائض ورثہ پر تقسیم ہوگا زید کا دعویٰ باطل محض ہے نفقہ کے عوض میں کچھ نہیں لے سکتا کہ نفقہ اس پر شرعاً واجب تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۵ فصیل حوض کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت کہ ایک مسجد کا حوض اس طرح پر ہے کہ نصف حوض کے داہنے بائیں صحن مسجد ہے اور نصف کے ارد گرد صرف زمین مقام الف میں اس سیڑھیاں ہیں زید کو مرض ہے کہ اگر ڈھیلے کر فوراً اصل الاتصال پانی سے استنجا نہ پاک کرے تو قطرہ آ جاتا ہے اب وہ استنجا کرتا ہوا آیا ہے پانی حوض میں بہت نیچا ہو گیا ہے اور ادھر ادھر لوٹوں میں وضو کا بچا ہوا پانی رکھا ہے مقام دب اسے فصل مقام الف تک ہاتھ میں ڈھیلا ہے درحالیکہ رزائی یا چادر وغیرہ اوڑھے ہو جا کر پانی لا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

نقشہ یہ ہے

صحن مسجد

د	الف
ج	ب

الجواب جب کہ حوض کی فصیل ہی پر گیا اور چادر اوڑھے ہے صحن مسجد میں قدم نہ رکھا یوں جا کر پانی لے آیا اور غسل خانہ میں استنجا کیا تو اصلا کسی قسم کا حرج نہیں فصیل حوض مسجد سے خارج ہے وبہذا اس پر وضو اذان بلا کراہت جائز ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۶ جواز نکاح کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رشتہ داروں کی کن کن عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں اور کن کن سے ناجائز ہے مفصل تحریر فرمادیں۔ بینوا توجروا۔

الاجواب یہ شخص جن کی اولاد میں ہے جیسے باپ دادا نانا یا جو اس کی اولاد میں ہو جیسے بیٹا پوتا نواسا ان کی بیبیوں سے نکاح حرام ہے اور خسر کی بی بی سے بھی حرام ہے جبکہ وہ اپنی زوجہ کی حقیقی ماں ہو باقی رشتہ داروں کی بیبیوں سے ان کی موت یا طلاق و انقضائے عدت کے بعد نکاح جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۷ ارتداد روافض کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اہل سنت والجماعت کو رافضیوں سے ملنا جلنا کھانا پینا اور رافضیوں سے سودا سلف خریدنا جائز ہے یا نہیں اور جو شخص سنی ہو کر ایسا کرتا ہے اس کی نسبت

شرعاً کیا حکم آیا ہے وہ شخص دائرہ اہل سنت والجماعت خارج ہے یا نہیں اور شخص مذکورہ بالا سے تمام مسلمانوں کو اپنے دینی و دنیوی تعلقات منقطع کرنا چاہیے یا نہیں؟
بینوا توجروا۔

الاجواب روافض زمانہ علی العموم مرتد ہیں کما بیناہ فی رد الرفضہ ان سے کوئی معاملہ اہل اسلام کا سا کرنا حلال نہیں اُن سے میل جول نشست برخاست سلام کلام سب حرام ہے
قال اللہ تعالیٰ: واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔

حدیث میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سیاتی قوم لھم نبز یقال لھم الرافضہ یطعنون السلف ولا یشھدون جمعۃ ولا جماعۃ فلا تجالسوھم ولا تناکحوھم واذا مرضوا فلا تعودوھم واذا مرضوا فلا تعودوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم۔

عنقریب کچھ لوگ آنے والے ہیں اُن کا ایک بد لقب ہوگا انہیں رافضی کہا جائے گا سلف صالح پر طعن کریں گے اور جمعہ و جماعت میں حاضر نہ ہوں گے اُن کے پاس نہ بیٹھنا اُن کے ساتھ نہ کھانا۔ نہ اُن کے ساتھ پانی پینا نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا، بیمار پڑیں تو انہیں پوچھنے نہ جانا مر جائیں تو اُن کے جنازے پر نہ جانا نہ اُن پر نماز پڑھنا نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا۔

جو سنی ہو کر ان کے ساتھ میل جول رکھے اگر خود رافضی نہیں تو کم از کم اشد فاسق ہے مسلمانوں کو اس سے بھی میل جول ترک کرنے کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۸ میت کے لیے صدقہ

تبارک صرف رجب شریف میں ہو سکتی ہے یا جب چاہیں کریں اور اگر میت پر اتنی قضا نمازیں یا روزے ہوں کہ اس کے غریب ورثا ہر نماز کے بدلے ۱۷۵ پر روپیہ بھر گیہوں نہ دے سکیں تو اسقاط کا کیا طریقہ ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب تبارک ہر مہینہ میں ہو سکتی ہے یہ تعینات بغرض تحفظ دیا دو بانی ہوتے ہیں اور میت کے ورثا جس قدر قادر ہوں مسکین کو بہ نیت کفارہ دے کر قابض کر دیں وہ بعد قبضہ اپنی طرف سے وارث کو ہبہ کر دے وارث بعد قبضہ پھر بہ نیت کفارہ مسکین کو دے اسی طرح دورہ کریں یہاں تک کہ مقدار مطلوب ادا ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۸۹ مسئلہ۔ افیون کی تجارت

علمائے اسلام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ افیون کی تجارت اور اُس کی دُکان کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب افیون کی تجارت دوا کے لیے جائز اور افیونی کے ہاتھ بیچنا ناجائز ہے۔ لان المعصیۃ تقوم بعینہ وکل ماکان کذلک کرہ بیعہ کما فی تنویر الابصار۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۹۰ مسئلہ۔ عورت کو پیر سے پردہ کرنا چاہیئے

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ (۱) پیر سے پردہ ہے یا نہیں (۲) ایک بزرگ عورتوں سے بغیر حجاب کے حلقہ کراتے ہیں اور حلقہ کے بیچ میں بزرگ صاحب بیٹھتے ہیں توجہ ایسی دیتے ہیں عورتیں بیہوش ہو جاتی ہیں اُچھلتی کودتی ہیں اور اُن کی آواز مکان سے باہر دور سنائی دیتی ہے ایسی بیعت ہونا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب پیر سے پردہ واجب ہے جبکہ محرم نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲) یہ صورت محض خلاف شرع و خلاف حیا ہے ایسے پیر سے بیعت نہ چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۹۱ مسئلہ۔ بیمہ کے متعلق شرعی حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام دین کہ زندگی کا بیمہ کرنا شرعاً جائز ہے یا حرام صورت اُس کی یہ ہے جو شخص زندگی کا بیمہ کرانا چاہتا ہے اُس سے یہ قرار پایا جاتا ہے کہ ۵۵ سال یا ۶۰ سال یا ۵۰ سال کی عمر تک مبلغ دو ہزار روپیہ چار یا چھ روپیہ ماہوار کے حساب سے تنخواہ میں سے وضع ہوتے رہیں گے اگر وہ شخص ۵۵ سال تک زندہ رہا تو خود اُس کو اور اگر میعاد مقررہ کے اندر مر گیا تو اُس کے ورثا کو دو ہزار روپیہ یکمشت ملے گا خواہ وہ بیمہ کرانے کے بعد اور اُس کی منظوری آنے کے بعد فوراً ہی مر جائے اور اگر میعاد مقررہ تک زندہ رہا

تو بھی وہی دو ہزار ملے گا بیمہ گورنمنٹ کی جانب سے ہو رہا ہے کسی کمپنی وغیرہ کو اس سے تعلق نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب جبکہ یہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے کوئی حرج نہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس کے سبب اس کے ذمہ کسی خلاف شرع احتیاط کی پابندی نہ عائد ہوتی ہو جیسے روزوں یا حج کی ممانعت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۲ تعلق نسب کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ زید کا دادا پٹھان تھا دادی اور والدہ سیدانی اس صورت میں زید سید ہے یا پٹھان۔ بینوا توجروا۔

الجواب شرع مطہر میں نسب باپ سے لیا جاتا ہے جس کے باپ دادا پٹھان یا مغل یا شیخ ہوں وہ انہیں قوموں سے ہوگا اگرچہ اس کی ماں اور دادی اور پردادی سب سیدانیاں ہوں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا:

من ادعیٰ الی غیر ابیه فعلیه لعنة الله والملٰئکه والناس اجمعین لا یقبل الله منه یوم القیمة صرفا ولا عدلا هذا المختصرا۔	جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو نسبت کرے اس پر خدا اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول کرے نہ نفل۔
بخاری ومسلم وابوداود وترمذی ونسائی وغیرہ روایت کی ہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت	حدیث مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے امام حسن وامام حسین اور ان کے حقیقی بھائی

بہنوں کو عطا فرمائی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے ٹھہرے پھر جو ان کی خاص اولاد ہے ان میں بھی وہی قاعدہ عام جاری ہوا کہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں اس لیے سبطین کریمین کی اولاد سید ہیں نہ بنات فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کہ وہ اپنے والدوں ہی کی طرف نسبت کی جائے گی۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۳ - آخری چہار شنبہ کی حقیقت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ سفر کے اخیر چہار شنبہ کے متعلق عوام میں مشہور ہے کہ اُس روز حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرض سے صحت پائی تھی بنابراس کے اُس روز کھانا و شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اور جنگل کی سیر کو جاتے ہیں علیٰ ہذا القیاس مختلف جگہوں میں مختلف معمولات ہیں کہیں اُس روز کو نحس و مبارک جان کر گھر کے پرانے برتن گلی توڑ ڈالتے ہیں اور تعویذ و چھلہ چاندی کے اُس روز کی صحت بخشی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مریضوں کو استعمال کراتے ہیں یہ جملہ امور بر بنائے صحت پانے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمل میں لائے جاتے ہیں لہذا اصل اس کی شرع میں ثابت ہے کہ نہیں اور فاعل عامل اس کا بر بنائے ثبوت یا عدم مرتکب معصیت ہوگا یا قابل ملامت و تادیب۔ بینوا توجروا۔

الجواب آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں نہ اس دن صحت یابی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی ثبوت بلکہ مرض اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی اس کی ابتداء اسی دن سے بتائی جاتی ہے اور ایک حدیث مرفوع میں آیا ہے اخرار بعاء من الشھر یوم نحس مستمر اور مروی ہوا ابتدائی ابتلائے سیدنا ایوب علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والتسلیم اسی دن تھی اور اسے نحس سمجھ کر مٹی کے برتن توڑ دینا گناہ و اضاعت مال ہے بہر حال یہ سب باتیں بے اصل و بے معنی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۴ - مسجد میں تعظیم پیر و استاد کا جواز

نماز کے وقت مسجد میں تمام نمازی کسی شخص کے آنے پر تعظیماً کھڑے ہوں اور حد مثل سجدے کے قدموں پر سر رکھ کر بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب عالم دین اور سلطان الاسلام اور علم دین میں اپنا استاذ ان کی تعظیم مسجد میں بھی کی جائے گی اور مجالس خیر میں بھی اور تلاوت قرآن عظیم میں بھی عالم دین کے قدموں پر بوسہ دینا سنت ہے اور قدموں پر سر رکھنا جہالت۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۵۔ عورت اور احکام کی اجازت

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین اس مسئلہ میں کہ اگر زوجہ کے نان و نفقہ وغیرہ کے اخراجات کا بار زوج کا والد یا کوئی عزیز دار اٹھاتا ہو اور وہ عورت کو والدین کے یہاں جانے کی اجازت دے تو خاوند زوجہ کو جانے سے روک سکتا ہے اور عورت بلا اجازت خاوند کے جانے سے گنہگار ہوگی یا زوج کو روکنا جائز نہیں ہے اور زوجہ نہ ہوگی۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر مہر معجل نہ تھا یا جس قدر معجل تھا ادا ہو گیا تو چند مواضع حاجت شرعیہ جن کا استثناء فرمایا گیا مثلاً والدین کے یہاں آٹھویں دن دیگر محارم کے یہاں سال پیچھے دن کے دن کو جانا اور شب شوہر ہی کے یہاں کرنا وغیرہ ذلک ان کے سوا کسی جگہ عورت کو بے اذن شوہر جانے کی اجازت نہیں اگر جائے گی گنہگار ہوگی شوہر روکنے کا اختیار رکھتا ہے اگرچہ نفقہ کا بار دوسرا شخص اٹھاتا اور وہ دوسرا عورت کو جانے کی اجازت دیتا ہو اس کی اجازت مہمل ہوگی اور شوہر کی ممانعت واجب العمل، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بعد ادائے مہر معجل عورت مطلقاً پابند شوہر ہے اس میں کوئی قید و تخصیص ادائے نفقہ و تکفل حوائج کی نہیں فرماتے درمختار میں ہے:

لها الخروج من بيت زوجها للحاجة ولها زيارة اهلها بلا اذنه ما لم تقبض المعجل فلا تخرج الالحق لها او عليها او زيارة ابويها كل جمعة مرة او المحرم كل سنة ولكونها قابلة او غاسلة لا فيما عدا ذلك

ترجمہ: گھر سے نکلنا اس کے واسطے کسی ضرورت کے لیے وہ ضرورت اپنے اہل سے ملاقات ہے بغیر اجازت خاوند کے جب تک مہر معجل وصول نہ کرے مگر حق بات اس کے لیے یہ ہے یا اس پر یہ ہے ماں باپ کی ملاقات ہر جمعہ کو ایک مرتبہ کرے اور قریبی رشتہ داروں سے سال میں ایک مرتبہ کرے اس لیے کہ یہ قابل قبول ہے یا ضروری ہے نہ اس کے سوا۔

ردالمحتار میں ہے:

قوله فلا تخرج جواب شرط مقدار ای فان قبضته فلا تخرج ۔ اھ۔

پس گھر سے نہ نکلے یہ جواب شرط کا مقدر ہے یعنی اگر مہر وصول کر لیا ہے تو بغیر اجازت والد کا متکفل نفقہ پسر وزن پسر ہونا تو ہمارے بلاد میں معمول ہے اور دیگر بعض اعزا بھی تبرعاً متکفل کریں تو یہ ضرور نہیں کہ شوہر نفقہ دینے سے منکر ہو، علمائے کرام تو اس صورت میں کہ شوہر نے ظلماً انفاق سے دست کشی کی، یہاں تک کہ عورت محتاج نالش ہوئی تا آنکہ شوہر کو نفقہ دینے پر مجبور کرنے کے لیے حبس کی درخواست دی اور حاکم نے شوہر کا تعنت دیکھ کر اسے قید کر دیا اس صورت میں تصریح فرماتے ہیں کہ عورت شوہر ہی کے گھر رہے بلکہ عورت پر واقعی اندیشہ فساد ہو تو شوہر قید خانہ میں اپنے پاس رکھنے کی درخواست کر سکتا ہے اور مجلس میں مکان تنہائی ہو تو حاکم عورت کو دے گا کہ وہیں اس کے پاس رہے ہندیہ میں ہے:

لو فرض الحاکم النفقة علی الزوج فامتنع من دفعها وهو موسر وطلبت المراة حبسه لها ان یحبسه کذا فی البدائع واذا حبسه لاتسقط عنه النفقة وتومر بالاستدانة حتی ترجع علی الزوج فان قال للقاضی احبسها فان لی فی المجلس خالیا فالقاضی لایحبسها معه ولکنها تصیر فی منزل الزوج ویحبس الزوج لها کذا فی المحیط۔

ترجمہ:۔ اگر حاکم نے خرچ خاوند کو دینے کا حکم دیدیا ہے اور خاوند خرچ دینے سے منکر ہے حالانکہ وہ آسان ہے تو عورت خاوند کو قید کرنے کا مطالبہ کرے اسلئے کہ اس نے اس کو قید کیا ہوا ہے اسی طرح بدائع میں ہے جب خاوند قید ہو گا تب بھی نفقہ اس سے ساقط نہیں ہو گا عورت کو حکم دیا جائیگا کہ اپنے خاوند کی واپسی تک کے وعدہ پر قرض لے اگر وہ عورت قاضی سے کہے کہ میرے پاس جگہ ہے اس میں اس کو قید کرو تو قاضی اس کے پاس خاوند کو قید نہیں کریگا لیکن وہ عورت خاوند کے گھر رہے اس لیے کہ خاوند اس کی وجہ سے قید ہوا ہے اسی طرح محیط میں ہے۔ درمختار میں ہے:

وفی البحر عن مآل الفتاوی ولو خیف علیهما الفساد تحبس معه عند المتاخرین۔

تو جب صریح ظلماً نفقہ نہ دینے پر بھی عورت پابند شوہر ہی رہی تو صورت سوال میں کیونکر خود مختار ہو سکتی ہے نفقہ نہ دینا رافع پابندی ہو تو نفقہ نہ دینا مسقط نفقہ ہو جائے اور

عورت کو ہرگز دعویٰ نفقہ کا اختیار نہ رہے کہ نفقہ جزائے پابندی ہے جب پابندی نہیں نفقہ کس بات کا در مختار میں ہے:

النفقة جزاء الاحتباس وكل محبوس لنفعة غيره يلزمه نفقته كمفت وقاض و وصي ـ زيلعي الخ اقول وايّاك ان تتوهم ان النفقة اذا كانت جزاء الحبس فاذا عدمت عدم وذلك لان وجوبها متفرع عنه فوجوب الاحتباس عليها متقدم على وجوب النفقة عليه لا ان الاحتباس متفرع على الانفاق فان عدم عدم وبالجملة ان كان اللازم فوجوب الانفاق لا وقوعه فيرتفع الوقوع لا يرتفع الملزوم ـ والله تعالیٰ اعلم ـ

مسئلہ ۹۶ احکام قرضہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کاشتکاروں پر بابت بقایا لگان یا کسی قرضدار پر بابت قرض نالش کرنے پر جو خرچ کچہری بابت محنتانہ وغیرہ علاوہ اصل رقم کے دلائے وہ سوائے سود کے کیسا ہے؟

(ب) زید سے خالد پندرہ ہزار روپیہ تجارت کے لیے مانگتا ہے کہ میں سو روپیہ ماہوار نفع دوں گا خواہ نفع ہو یا نہ ہو ـ زید کو یہ نفع لینا کیسا ہے سود تو نہ ہوگا اس طرح نفع لینے کے جواز کی کوئی صورت شرعاً ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا ـ

الجواب

(الف) خرچہ جو مدعی کو دلایا جاتا ہے اُسے لینا حرام ہے والمسئلة فی العقود الدرية ہاں زمیندار کاشتکار با کفار ہوں تو لے سکتا ہے ـ لعدم العصمة والله تعالیٰ اعلم

(ب) یہ صورت حرام قطعی اور خالص سود ہے ـ نفع لینا چاہے تو مضاربت کرے کہ اتنے روپے تمہیں دیئے ان سے تجارت کرو جو نفع ہو وہ نصف یا ثلث یا ربع یا اس قدر جو حصہ نامعین قرار پایا مجھے دیا کرو اسے نفع ہوگا اتنا حصہ اُسے دینا ہوگا ـ

والله تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۷ شرعی باپ کے ترکے سے محرومی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی منکوحہ عورت خالد کے ساتھ بھاگ گئی اور آٹھ دس برس کے بعد چند لڑکے اور لڑکیاں لے کر آئی زید کا انتقال ہو گیا وہ اولاد زید کی اولاد شرعاً متصور ہو کر زید کا ترکہ پائے گی یا بوجہ اولاد الزنا ہونے کے ترکہ سے محروم رہیں گے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بچہ اپنی ماں کا یقینی جزء ہے جس میں شک و احتمال کو اصلاً گنجائش نہیں یہ نہیں کہہ سکتے کہ جو بچہ اس عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا شاید کسی دوسری کا ہو اور باپ کی جزئیت جب تک خارج سے کوئی دلیل قاطع مثل اخبار خدا و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قائم ہو نظر بحقیقت ظنی ہے۔ اگرچہ بحسب حکم شرعی و عرفی کافی ہے جس میں تشکیک مخذول ومامقبول الولد للفراش والناس امناء علی انسابھم ولہٰذا نسب پر شہادت بتسامع و شہرت روا ہے پھر بھی اسی فرق حقیقی کا ثمرہ ہے کہ روز قیامت شان ستاری جلوہ فرمائے گی اور لوگ اپنی ماؤں کی طرف نسبت کر کے پکارے جائیں گے یہی فرق ہے کہ قرآن عظیم نے امت کے حق میں تو اخباراً فرمایا ان امھتھم الا الّٰئی ولدنھم ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں اور حق آباء میں صرف انشاءً فرمایا ادعوھم لاٰبائھم ھو اقسط عند اللہ ''انہیں ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے پکارو یہ زیادہ انصاف کی بات ہے اللہ کے یہاں'' نیز اسی فرق کے ثمرات سے ہے کہ جانوروں میں نسب ماں سے ہے زید کا گھوڑا اور عمرو کی گھوڑی ہو تو بچہ عمرو کی ملک ہو گا نہ زید کی کان عنا رجدا خوانہ ینفصل منھا حیوانا ومنہ ماء مھینا مگر کرامت انسان کے لیے رب عزوجل نے نسب باپ سے رکھا ہے کہ بچہ محتاج پرورش، محتاج تربیت ہے۔ محتاج تعلیم ہے اور ان باتوں پر مردوں کو قدرت ہے نہ عورتوں کو جن کی عقل بھی ناقص دین بھی ناقص اور خود دوسرے کی دست نگر ولہٰذا بچہ پر رحمت کے لیے انتساب

نسب میں ادنیٰ بعید سے بعید ضعیف سے ضعیف احتمال پر نظر رکھی کہ آخر امر تو نقصہ عنداللّٰہ محتمل ہے قطع کی طرف نہیں راہ نہیں غایت درجہ وہ اس پر یقین کر سکتے ہیں کہ فلاں نے عورت سے جماع کیا ہے اس قدر اور بھی سہی کہ اس کا نطفہ رحم میں گرا پھر اس سے بچہ اس کا ہونے پر کیونکہ یقین ہوا ہزار بار جماع ہوتا ہے نطفہ رحم میں گرتا ہے اور بچہ نہیں بنتا تو عورت جس کے پاس اور جس کے زیر تصرف ہے اس میں بھی احتمال ہی ہے اور شوہر کہ دور ہوا احتمال اس کی طرف سے بھی قائم ہے ممکن ہے کہ وہ طی ارض پر قدرت رکھتا ہو کہ ایک قدم میں دس ہزار کوس جائے اور چلا آئے ممکن کہ جن اس کے تابع ہوں، ممکن کہ صاحب کرامت ہو، ممکن کہ کوئی عمل ایسا جانتا ہو۔ ممکن کہ روح انسانی کی طاقتوں سے کوئی باب اس پر کھل گیا ہو۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ یہ احتمالات عادۃً بعید ہیں مگر وہ پہلا احتمال شرعاً و اخلاقاً بعید ہے۔ زنا کے پانی کے لیے شرع میں کوئی عزت نہیں تو بچے اولادِ زنا نہیں ٹھہر سکتے، اولاد اس کی قرار پانی ایک عمدہ نعمت ہے جسے قرآن عظیم نے بلفظ ہبہ تعبیر کیا کہ یھب لمن یشاء ذکورا ؁ اور زانی اپنی زنا کے باعث مستحق غضب و سزا ہے نہ کہ مستحق ہبہ و عطا و لہٰذا ارشاد ہوا وللعاھر الحجر۔ زانی کے لیے پتھر تو اگر اس احتمال بعید از روئے عادت کو اختیار نہ کریں۔ بے گناہ بچے ضائع ہو جائیں گے کہ ان کا کوئی باپ مربی معلم پرورش کنندہ نہ ہو گا۔ لہٰذا ضرور ہوا کہ دو احتمالی باتوں میں کہ ایک کا احتمال عادۃً قریب اور شرعاً و اخلاقاً بہت بعید سے بعید اور دوسری کا احتمال عادۃً بعید اور شرعاً و اخلاقاً بہت قریب سے قریب اسی احتمال ثانی کو ترجیح بخشیں اور بعد عادی کے لحاظ سے بعد شرعی و اخلاقی کو کہ اس سے بدرجہا بدتر ہے اختیار نہ کریں اس میں کونسا خلاف عقل و درایت ہے بلکہ اس کا عکس ہی خلاف عقل و اخلاق و رحمت ہے لہٰذا عام حکم ارشاد ہوا کہ

لہٰذا اگر

زید اقصیٰ مشرق میں ہے اور ہندہ منتہائے مغرب میں اور بذریعہ وکالت اُن میں نکاح منعقد ہوا ان میں بارہ ہزار میل سے زیادہ فاصلہ اور صدہا دریا پہاڑ سمندر حائل ہیں اور اسی حالت میں وقت شادی سے چھ مہینے بعد ہندہ کے بچہ زید ہی کا ٹھہرے گا

اور مجہول النسب یا ولد الزنا نہیں ہو سکتا دُرِ مختار میں ہے:

فلا اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیۃ بینہما سنۃ فولدت لستۃ اشہر منذ تزوجہا لتصورہ کرامۃ و استخداما فتم۔

ردّ المختار میں ہے:

قولہ بلا دخول المراد نفیہ ظاہرا والا فلا بد من تصورہ و امکانہ

فتح القدیر میں ہے:

والتصور ثابت فی المغربیۃ لثبوت کرامات الاولیاء و استخدامات فیکون صاحب خطوۃ او جنی

صحیحین میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے:

کان عتبۃ بن ابی وقاص رای الکافر المیت علی کفرہ) عہد الی اخیہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ابن ولیدۃ زمعۃ منی فاقبضہ الیک رای کان زنی بہا فی الجاہلیۃ فولدت فاوصی اخاہ بالولد) فلما کان عام الفتح اخذہ سعد فقال انہ ابن اخی وقال عبد ابن زمعۃ اخی ابن ولیدۃ ابی ولد علی فراشہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو لک یا عبد بن زمعۃ الولد للفراش وللعاہر الحجر وفی روایۃ ہو اخوک یا عبد بن زمعۃ من اجل انہ ولد علی فراش ابیہ اھ مختصرا مزیدا ما بین الہلالین

ترجمہ: عتبہ ابن ابی وقاص کافر حالتِ کفر میں انتقال کر گیا اس نے اپنے بھائی سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے وعدہ لیا کہ زمعہ کا بیٹا میرے نطفہ سے پیدا ہوا ہے اس کو زمعہ سے لے لینا (اس نے زمانہ جاہلیت میں زنا کیا تو زمعہ نے لڑکا پید کیا۔ عتبہ نے اپنے بھائی کو بچہ حاصل کرنے کی وصیت کی) پس جب مکہ فتح ہوا تو حضرت سعد نے اس بچہ کو پکڑ لیا اور کہا یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے اور عبد ابن زمعہ نے کہا یہ بچہ میرا بھائی ہے میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے دونوں کے بیان سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبد بن زمعہ تیرا بھائی ہے۔ بچہ صاحبِ فراش یعنی خاوند کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہے اور ایک روایت میں ہے وہ تیرا بھائی ہے اے عبد بن زمعہ اس لیے کہ وہ تیرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا۔

بالجملہ ان میں جو بچے زید کی زندگی میں پیدا ہوئے یا زید کی موت کے بعد عدّت کے اندر یا چار مہینے دس دن پر عورت نے عدّت گزر جانے کا اقرار نہ کیا ہو تو موت زید سے دو برس کے اندر یا اقرار انقضائے عدّت کر چکی ہو تو اس دن سے چھ مہینے کے اندر پیدا ہوئے ہوں وہ سب شرعاً اولاد زید قرار پائیں گے اور زید کا ترکہ ان کو ملے گا ہاں جو موت زید سے دو برس کے بعد یا بصورت اقرار زن با نقضائے عدّت اس دن سے چھ مہینے کے بعد پیدا ہوئے وہ نہ اولاد زید ہیں نہ اس کا ترکہ پائیں۔

درمختار میں ہے:

یثبت نسب ولد معتدۃ الموت لاقل منہما ای من سنتین ش) من وقت الموت اذا کانت کبیرۃ ولو غیر مدخول بہا وان لاکثر منہما من وقتہ لا یثبت بدائع وکذا المقرۃ بمضیہا ولا قل من اقل مدتہ من وقت الاقرار للمتیقن بکذبہا والا لا لاحتمال بعد الاقرار اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۹۸ دعوتِ ولیمہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں آیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عقیقہ و ختنہ میں لوگوں کو بغرض ادائے اُن سُنن کے بلاتے تھے یا نہیں اگر نہیں بلاتے تھے تو یہ بدعت سیئہ ہے یا نہیں؟ وقت رخصتی جیسا کہ ہندوستان میں رسم بھات کی ہے آیا ان کی کچھ اصلیت ثابت ہے اور بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے وقت بھی کچھ کھانا تقسیم کیا گیا تھا یا نہیں اور نیوتے کی رسم شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ آیا یہ بات کہ شارع علیہ السلام نے دعوتِ ولیمہ کی بابت فرمایا اور خود بھی حضور نے متعدد بار اس پر عمل کیا اور کبھی صاحبزادیوں کی رخصتی میں کھانے کی بابت نہ فرمایا اور نہ کیا اس کے بدعت سیئہ ہونے کے لیے کافی نہیں؟

الجواب

عقیقہ شکر نعمت ہے اور نعمت کے لیے اعلان کا حکم قال اللہ تعالٰی:

وامابنعمت ربک فحدث اور دعوت موجب اعلان۔ اور بدعت سئیہ وہ ہے
کہ رد سنّت کرے نہ وہ کہ تائید کمانص علیہ الائمۃ قدیما وحدیث منہم حجۃ
الاسلام فی احیاء والعلامۃ سعد فی شرح المقاصد والسید عارف باللہ عبد الغنی
فی الحدیقۃ الندیۃ لاجرم۔

ردّ المحتار میں فرمایا:

بعق عقیقۃ مزق لحمایناوطبخہ مع اتخاذ دعوۃ اولا۔

یونہی ختنہ کا اعلان سُنّت ہے:

کماان السنۃ فی الخفاض الخلفاء۔

علماء نے دعوتیں گیارہ گنائیں اُن میں دعوتِ ختنہ و دعوتِ عقیقہ بھی ہے بعض نے
آٹھ گنیں، اُن میں یہ دونوں داخل شرح شرعۃ الاسلام میں ہے:

قیل الضیافۃ ثمانیۃ الولیمۃ للعرس والاعذار للختان والعقیقۃ لسابع الولادۃ الخ۔

علماء نے مطلقاً اجابت دعوت کو سُنّت فرمایا ولیمہ ہویا اور بنا یہ پھر طحطاوی پھر
ردالمحتار میں ہے:

اجابۃ الدعوۃ سنۃ ولیمۃ اوغیرھا۔

نکاح کے بھی اعلان کا حکم ہے:

قال صلی اللہ علیہ وسلم اعلنوا النکاح۔ رواہ احمد وابن حبان والطبرانی
والحاکم وابو نعیم عن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالی عنہما سند احمد
صحیح وزاد الترمذی والبیہقی عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالی عنہا واجعلوہ
فی المساجد واضربوا علیہ بالدفوف

اور وہ لڑکے والوں ہی کے ساتھ خاص نہیں دونوں طرف اعلان چاہیئے ابن ماجہ
عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما:

قال نکحت عائشۃ ذات قرابۃ لہا من الانصار فجاء رسول اللہ صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم فقال اھدیتم الفتاۃ قال ارسلتم معہا من تغنی الحدیث

اور طعام موجبِ جمع ہے اور جمع موجبِ اعلان[1] لہٰذا اطعام حاضرین سُنن اہل کرم و مروت سے ہے، خصوصًا جب کہ طول اقامت ہو اتباع فعل میں ہے۔ علی تفصیل فیہ نہ عدم فعل میں۔ فانہ غیر ماموربل ولا مقدور کما فی الغمز العیون۔

خصوصًا امور عادیہ میں اور حکم ہے خالقوا الناس باخلاقھم علماء فرماتے ہیں:

الخروج عن العادۃ شھرۃ ومکروہ رب عزّ وجل فرماتا ہے۔ ما آتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا۔ جو نہ آتی ہے نہ نہی وہ نہ خذوا میں داخل نہ انتھوا میں یعنی نہ واجب نہ منع بلکہ مباح ہے، یہ تمام مباحث ہمارے رسائل ردّ وہابیت میں طے ہو چکے۔

ہاں نیت مذموم یا باعث مذموم یا طور مذموم پر ولیمہ بھی ہو جائے گا، قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شر الطعام طعام الولیمۃ معاذ فرمایا۔ ومن لم یجب الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

نیوتے کی رسم ایک محمود قصد یعنی معاونت اخوان سے رکھی گئی کہ وقت حاجت ایک کا کام سو کی اعانت سے نکل جائے نہ اس پر بار بار ہو نہ سوال وغیرہ حرج و عار ہو۔ پھر معاونوں میں جسے یہ معاملہ پیش آئے وہ معاون اور باقی اخوان اس کی اعانت کریں لہٰذا اس میں جب کہ عرفا معاوضہ مقصود ہو قرض ہے اور اس کی ادا واجب فان المعروف کالمشروط۔

فتاویٰ خیریہ میں ہے:

سئل فیما اعتمادہ الناس فی الاعراس والافراح والرجوع من الحج من اعطاء الثیاب والدراھم وینتظرون بدلہ عند ما یقع لھم مثل ذلک ما حکمہ اجاب ان کان العرف شائعا فیما بینھم انھم یعطون ذلک لیاخذ بدلہ کان حکمہ کحکم القرض الخ

ترجمہ: سوال کیا گیا اس سے کہ امید رکھتے ہیں لوگ شادی اور خوشی اور حج سے

---

[1] نکاح کا اعلان کرو۔

[2] مسجد میں نکاح کرتے اور دف بجا کر اعلان کرتے

واپسی کے وقت تحفہ کپڑے/پیسہ کے ملنے کا انتظار کرتے ہیں ان سے ان دونوں کے نزدیک واقع ان کے لیے مثل اس کے جواب دیا۔ اگر دینے دلانے کا طریقہ ان میں رائج ہے کہ وہ آپس میں دیتے دلاتے ہیں تو اس کا علم قرض کے حکم کی طرح ہے اس میں ہے:

ان کان العرف قاضیا بانهم یدفعونه علی وجهه الهبة ولا ینظرون فی ذلك الی اعطاء البدل فحکمه حکم الهبة الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۹۔ پتوں کے لیے تسبیح سے غفلت کا نتیجہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کتاب ارشاد رحمانی تصنیف مولوی محمد علی سابق ناظم ندوہ جن کی بابت ان کے پیر بھائی نے مجھ سے کہا کہ وہ اب سابق افعال وکوشش متعلق ندوہ سے تائب ہوگئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

متعلق حالات مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے کہ بخاری شریف کے سبق حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ السلام کے ذکر پر احمد میاں نے کہا کہ کرشن کی سولہ ہزار گوپیاں تھیں اس پر مولانا مرحوم نے فرمایا کہ یہ لوگ مسلمان تھے اور مصنف نے اس کے بعد لکھا ہے کہ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ کسی مُردے کے کفر پر تاوقتیکہ ثبوت شرعی نہ ہو حکم نہ لگانا چاہیے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لکل قوم هاد اس تقدیر پر ہو سکتا ہے کہ رامچندر اور کرشن ولی یا نبی ہوں لہٰذا فتاویٰ مکلف خدمت فیضدرجت ہے کہ کیا حضرت مرزا مظہر جان جاناں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی مکتوب وغیرہ میں یہ لکھا ہے اور حضور نے ملاحظہ فرمایا ہے کہ قول مذکور متعلق رامچندر وکرشن مرزا صاحب علیہ الرحمۃ نے کسی شخص کے خواب کی تعبیر میں فرمایا ہے یہ بھی اسی کتاب میں مرقوم ہے۔

(۲) جو پتّا یا درخت بوجہ غفلت تسبیح گر جاتا ہے یا جانور ذبح کر دیا جاتا ہے تو پھر بعد سزائے غفلت ان کا تسبیح میں مشغول ہونا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب

مولوی محمد علی صاحب نہ خیالات سابقہ سے تائب ہوئے نہ اس حکایت کی کچھ اصل جو مولانا فضل الرحمٰن کی طرف منسوب ہوئی نہ یہ بات جناب مرزا صاحب نے کسی خواب کی تعبیر میں کہی بلکہ کسی خط کے جواب میں ایک مکتوب لکھا ہے اس میں ہندوؤں کے دین کو محض بر بنائے ظن و تخمین دین سماوی گمان کرنے کی ضرور کوشش فرمائی ہے بلکہ معارف و مکاشفات و علوم عقلی و نقلی ہیں۔ ان کا ید طولیٰ مانا ہے اور ان کے اعتقاد تناسخ کو کفر سے جدا بلکہ ان کی بت پرستی کو شرک سے منزہ اور صوفیہ کرام کے تصور برزخ کے مثل مانا ہے۔ اور بحکم لکل امۃ رسول ہندوستان میں بھی بعثت انبیاء ہونا اور ان کے بزرگوں کا مرتبہ کمال و تکمیل رکھنا لکھا ہے۔ مگر رام یا کرشن کسی کا نام نہیں۔ با ایں ہمہ فرمایا ہے:

"در شان آنہا سکوت اولیٰ ست نہ ما را جزم بکفر و ہلاک اتباع آنہا لازم ست و نہ یقین بنجات آنہا بر ما واجب و مادہ حسن ظن متحقق ست"

یہ اس تمام مکتوب کا خلاصہ ہے ان حضرات کا حال قبل اظہار خود آشکار اگر یہ مکتوب مرزا صاحب کا ہے اور اگر ان کا بے دلیل فرمانا سند میں پیش کیا جا سکتا ہے تو ان سے بدرجہا اقدم و اعلم حضرت زبدۃ العارفین سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی سبع سنابل شریف میں ہے کہ بارگاہِ رسالت میں پیش اور سرکار کو مقبول ہو چکی ص ۱۰۷ میں فرماتے ہیں:

"مخدوم شیخ ابوالفتح جونپوری را در ماہ ربیع الاول بجہت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام از دہ جا استدعا آید کہ بعد نماز پیشین حاضر شوند ہر دہ استدعا قبول کردند حاضران پرسیدند اے مخدوم ہر دہ استدعا را قبول فرمودید و ہر جا بعد از نماز پیش حاضر باید شد چگونہ بلیتر خواہد آمد فرمودہ کشن کہ کافر بود چند صد جا حاضر می شد اگر ابوالفتح دہ

جا حاضر شود چہ عجب ؟

بات یہ ہے نبوت ورسالت میں اوہام وتخمین کو دخل نہیں اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ اللہ ورسول نے جن کو تفصیلاً نبی بتایا ہم ان پر تفصیلاً ایمان لائے اور باقی تمام انبیاء اللہ پر اجمالاً لکل امۃ رسول اسے مستلزم نہیں کہ ہر رسول کو ہم جانیں یا نہ جانیں تو خواہی نخواہی اندھے کی لاٹھی سے ٹٹولیں کہ شاید یہ ہو شاید یہ ہو کا ہے کے لیے ٹٹولنا اور کاہے کے لیے شاید امنا باللہ ورسلہ ہزاروں امتوں کا ہمیں نام ومقام تک معلوم نہیں وقرونا بین ذلک کثیرا۔ قرآن عظیم یا حدیث کریم میں رام وکرشن کا ذکر تک نہیں ان کے نفس وجود پر سواد تواتر ہنود کے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ یہ واقعی کچھ اشخاص تھے بھی یا محض اپنا ب اغوال و رجال بوستان خیال کی طرح اوہام تراشیدہ ہیں تواتر ہنود اگر حجت نہیں تو اُن کا وجود ہی ناثابت اور اگر حجت ہے تو اسی تواتر سے ان کا فسق وفجور ولہو ولعب ثابت پھر کیا معنے کہ وجود کے لیے تواتر ہنود مقبول اور احوال کے لیے مردود مانا جائے اور انہیں کامل ومکمل بلکہ ظناً معاذ اللہ انبیاء ورسل جانا جائے۔ واللہ الہادی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) رب عزوجل فرماتا ہے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ	اس کی تسبیح کرتے ہیں آسمان اور زمین پر اور جو کوئی ان میں ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔

یہ کلیہ عامہ جمیع اشیاء عالم کو شامل ہے۔ ذی روح ہوں یا بے روح اجسام محضہ جن کے ساتھ کوئی روح نباتی بھی متعلق نہیں دائم التسبیح ہیں کہ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ کے دائرے سے خارج نہیں مگر ان کی تسبیح بے منصب ولایت نہ مسموع نہ مفہوم اور وہ اجسام جن سے روح انسی یا ملکی یا جنی یا حیوانی یا نباتی متعلق ہے ان کی

دو تسبیحیں ہیں ایک تسبیح جسم کہ اس روح کے متعلق اعتبار نہیں وہ اسی ان مِّن شَیۡءٍ کے عموم میں اس کی اپنی ذاتی تسبیح ہے۔ دوسری تسبیح روح یہ ارادی اختیاری ہے اور برزخ میں ہر مسلمان کو مسموع و مفہوم اس تسبیح ارادی ہی غفلت کی سزا حیوان و نبات کو قتل و قطع سے دی جاتی ہے اور اس کے بعد یا جب جانور مر جائے یا نبات خشک ہو جائے منقطع ہو جاتی ہے ولہذا ائمہ دین نے فرمایا ہے کہ تر گھاس مقابر سے نہ اکھیڑیں۔

فَاِنَّهٗ مَادَامَ رَطۡبًا يُسَبِّحُ لِلّٰهِ تَعَالٰی فيونس الميت — کہ جب تک وہ تر ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے تو میت کا دل بہلتا ہے۔

مگر قتل و قطع و موت و یبس کے بعد بھی وہ تسبیح کہ نفس جسم کی تھی جب تک اس کا ایک جزء لایتجزی بھی باقی رہے گا منقطع نہ ہوگی کہ ان من شیٔ الا یسبح بحمدہ اسے روح سے تعلق نہ تھا کہ تعلق روح نہ رہنے سے منقطع ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الرمز المرصف علٰی سؤال مولٰنا السید اصف ۱۳۳۹

مسئلہ کفار کے ساتھ موالات کی حرمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵ نحمدہ ۷ ونصلی علٰی رسولہ الکریم (یا حبیب محبوب اللہ روحی فداک)

قبلہ کونین و کعبہ دارین دامت برکاتہم بعد تسلیمات فدویانہ و تمنائے حصول سعادت آستانہ بوسی التماس اینکہ بفضلہ تعالیٰ کمترین بخیریت ہے۔ حضوری ملازمان سامی کی مدام بارگاہ احدیث سے مطلوب اشتہار اسلامی پیام ملی عبدالماجد کے اس لکھنے پر کہ:

ور مسلمان ڈوب رہا ہے تا مسلم تیراک ہاتھ دے تو جان بچانا چاہئیے

یا نہیں ؟

یوں درج ہے کہ مسلمان کو اگر ڈر ہے پر یقین نہ ہو ہاتھ پاؤں مار کر بچ جانے کی امید ہو یا کوئی مسلمان فریاد رس خواہ کوئی درخت وغیرہ ملنے کا ظن ہو تو کافر کو ہاتھ دینے کی اجازت نہیں الخ"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار سے معاملت کی بھی اجازت نہ ہو ان سے علاج بھی نہ کرائے لَا یَاْلُوْنَکُمْ خَبَالًا سے کیا مقصود ہے آیا دین کے معاملہ میں کفار محارب فی الدین نقصان پہنچانے میں کمی نہ کریں گے یا ہر معاملہ میں اور ہر وقت جب موقع پائیں اور ایک کافر کہ غیر محارب ہو۔ تفسیر کبیر میں آیہ کریمہ لَا یَنْہٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ الی آخر الآیۃ کے متعلق لکھا ہے:

وقال اهل التاویل هذه الآیة تدل علی جواز البر بین المشرکین والمسلمین وان کانت الموالاة منقطعة۔

رسالہ الرضا بابت ماہ ذی قعدہ حصہ ملفوظات ص ۸۶ میں ہے:

"حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں سے خلق فرماتے جو رجوع لانے والے ہوتے جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے اور کفار و مرتدین کے ساتھ ہمیشہ سختی فرماتے الخ"

پھر کفار کی آنکھوں میں سلائی پھروانا تو قصاصاً تھا کیا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم قبل نزول آیت یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ نرمی نہ فرماتے تھے اور کیا جو رجوع نہ لانے والے تھے ان سے بہ شدت پیش آتے تھے یا پہلے ان سے بھی نرمی سے پیش آتے۔ کفار مختلف طبائع کے تھے اور ہیں بعض کو اسلام اور مسلمانوں سے سخت عداوت ہے اور بعض کو بہت کم۔ کیا سب سے یکساں حکم ہے یا امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں ان سب سے حسب مراتب تدریجاً سختی کرنے کا حکم ہے اور محارب غیر محارب کا فرق کیا ہے۔ حضور فدوی کو اس مسئلہ میں کہ مرتد کا نکاح باقی رہتا ہے۔ فتاوے کی کتابوں کے خلاف ہونے کی وجہ

سے خلجان رہتا ہے۔ حضور کے فتاوے میں اور کتابوں کے خلاف لکھا ہے گو بعض
احکام بوجہ اختلاف زمانہ مختلف ہو جاتے ہیں۔ لیکن فتاوی ہندیہ جو قریب زمانہ
کی ہے اس میں بھی نہیں ہے۔ اگرچہ بوجہ سلطنتِ اسلامیہ ہونے کے مرتدہ پر احکام
شریعت نہیں جاری کئے جا سکتے مثلاً ضرب وغیرہ کے لیکن جب وہ اسلام سے
خارج ہو گئی تو نکاح کا باقی رہنا کیسا کیا وہ ترکہ بھی اپنے سابق شوہر کا شرعاً پاتی
گی اور اس کے مرنے پر اس کا جو پہلے شوہر تھا اس کا ترکہ شرعاً پائے گا۔ اگر
کفار غیر محارب کے ہمراہ محارب کفار کا مقابلہ تفسیر کبیر میں انہیں امور دنیویہ میں
ان سے مشاورت و موافقت تو سبب نزول کریمہ اور اس سے نہی مطلق کے لیے
بتایا اور اُسے اس گمان کا کہ ان سے مخالفت تو دین میں ہے دنیوی اُمور میں
بدخواہی نہ کریں گے رد ٹھہرایا کہ:

ان المسلمین کانوا یشاورونهم فی امورهم ویؤانسونهم لما کان
بینهم من الرضاع والحلف ظنا منهم انهم وان خالفوهم فی الدین
فهم ینصحون لهم فی اسباب المعاش فنهاهم الله تعالٰی بهذه الایة
عنه فمنع المؤمنین ان یتخذوا بطانة من غیر المؤمنین فیکون
ذلک نهیا عن جمیع الکفار وقال تعالٰی یایها الذین امنوا لا تتخذوا
عدوی وعدوکم اولیاء ومما یؤکد ذلک ماروی انه قیل لعمر بن الخطاب
رضی الله تعالٰی عنه ههنا رجل من اهل الحیرة نصرانی لا یعرف
اقوی حفظا ولا احسن خطا منه فان رأیت ان تتخذه کاتبا فامتنع عمر
رضی الله تعالٰی عنه من ذلک وقال اذن اتخذت بطانة من غیر
المؤمنین فقد جعل عمر رضی الله تعالٰی عنه هذه الایة دلیلا علی
النهی عن اتخاذ النصرانی بطانة

اس سے جملہ انواع معاملت کیوں ناجائز ہو گئی بیع وشرا اجارہ و استجارہ وغیرہا
میں کیا انذار بنایا اس کی خیرخواہی پر اعتماد کرنا ہے جیسے چمار کو دام دیئے جوتا

گھٹوالیا، بھنگی کو مہینہ دیا پاخانہ کموالیا۔ بزاز کو روپے دیئے کپڑا مول لے لیا آپ تاجر ہے کوئی جائز چیز اس کے ہاتھ بیچی دام لے لیے وغیرہ وغیرہ۔ ہر کافر حربی کافر محارب ہے حربی و محارب ایک ہی ہے۔ جیسے جدلی و مجادل و ذمی و معاہد کا مقابل ہے۔ راز دار بنانا ذمی و معاہد کو بھی جائز نہیں امیر المومنین کا وہ ارشاد ذمی ہی کے بارے میں ہے یونہی موالات مطلقاً جملہ کفار سے حرام ہے حربی ہوں یا ذمی۔ ہاں صرف دربارۂ برو احسان ان میں فرق ہے۔ معاہد سے جائز ہے کہ:

لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین

عبارت کبیر منقولہ سوال کا یہی مطلب ہے، یہی قول اکثر اہل تاویل ہے اور اسی پر اعتماد کیا جائے اور محارب کفار کو غیر محارب کی امداد سے نقصان پہنچایا جائے تو کیا گناہ ہے۔ اسی اسلامی پیغام میں ہے۔ اب جو قرآن کو جھٹلائے وہ مشرک یا مرتد کو ڈوبنے سے نجات دینے والا حامی و مددگار جانے،، کیا نعوذ باللہ جتنے مسلمان کفار سے علاج کراتے ہیں اور معاملات میں ان سے مدد لیتے ہیں، سب قرآن کو جھٹلاتے ہیں۔ فقط والتسلیم۔ عریضہ ادب فدوی محمد آصف یغفر اللہ و لوالدیہ و جمیع المومنین و المومنات بحرمۃ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مولانا المکرم اکرمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ارشاد الٰہی:

امنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یألونکم خبالا ط

عام و مطلق ہے کافر کو راز دار بنانا مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ امور دنیویہ میں ہو وہ ہرگز تا قدر قدرت ہماری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔ قل صدق اللہ و من اصدق من اللہ قیلا۔ سیدنا امام اجل حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث لا تستضیئوا بنار المشرکین (مشرکین کی آگ سے روشنی نہ لو) کی تفسیر فرمائی کہ

اپنے کسی کام میں ان سے مشورہ نہ لو اور اسے اسی آیۃ کریمہ سے ثابت بتایا ابو یعلی مسند اور عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم تفاسیر اور بیہقی شعب الایمان میں بطریق ازہر بن راشد، انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تستضیئوا بنار المشرکین قال فلم ندر ما ذلک حتی اتوا الحسن فسألوہ فقال نعم یقول لا تستشیروھم فی شیء من امورکم قال الحسن وتصدیق ذلک فی کتاب اللہ تعالیٰ ثم تلا ھذہ الایۃ یایھا الذین امنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم

ترجمہ :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکین کی آگ سے روشنی حاصل نہ کرو کہا ہم نہیں جانتے اس سے یہاں تک کہ حسن بصری کے پاس آئے اور اُن سے سوال کیا حسن بصری نے کہا ہاں ان سے اپنے کاموں میں مشورہ نہ لو اور اس کی تصدیق میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اے ایمان والو اپنے رازوں میں مشورہ اپنے مسلمانوں کے سوا دوسروں سے نہ لو۔

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی آیۃ کریمہ سے کافر کو محرر بنانا منع فرمایا۔ ابن ابی شیبہ مصنف اور ابنائے حمید و ابی حاتم رازی تفاسیر میں اس جناب سے راوی :

انہ قیل لہ ان ھھنا غلاما من اھل الحیرۃ حافظا کاتبا فلو اتخذتہ کاتبا قال اتخذت اذن بطانۃ من دون المومنین

تعویل ہے اور آئمہ حنفیہ کے یہاں تو اس پر اتفاق جلیل ہے خود کبیر میں زیر آیۃ کریمہ لا ینھکم اللہ ہے۔

الاکثرون علی انھم اہل العہد وھذا قول ابن عباس والمقاتلین والکلبی

ہم نے الحجۃ المؤتمنہ میں یہ مطلب تفیس جامع صغیر امام محمد و ہدایہ و درر الحکام و غایۃ البیان و کفایہ و جوہرہ نیرہ و متصفی و نہایہ و فتح القدیر و بحر الرائق و کافی تبیین الحقائق و تفسیر احمدی و فتح اللہ المعین و غنیہ ذوی الاحکام و معراج الدرایہ

وعنایہ[18] ومحیط[18] برہانی وجوہرہ[19] زادہ وبدائع[20] ملک العلماء سے ثابت کیا ہے۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں قبل ازیں واغلظ علیہم انواع انواع کے نرمی وعفو وصفح فرمائے خود اموال غنیمت میں مؤلفۃ القلوب کا ایک سہم مقرر تھا مگر اس ارشاد کریم نے ہر عفو وصفح کو نسخ فرمادیا اور مؤلفۃ القلوب کا سہم ساقط ہوگیا۔

وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظلمین نارا احاط بھم سرادقھا۔

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے افضل الاساتذہ امام عطا بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت امام فرماتے ہیں میں نے ان سے افضل کسی کو نہ دیکھا وہ آیہ کریمہ کو فرماتے ہیں: نسخت ھذہ الایۃ کل شیء من العفو والصفح قرآن عظیم نے یہود ونصاریٰ ومشرکین کو عداوت مسلمین میں سب کافروں سے سخت تر فرمایا:

لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین امنوا الیہود والذین اشرکوا

تکرار ارشاد:

یایھا النبی جاھد الکفار والمنفقین واغلظ علیھم وماوٰھم جھنم وبئس المصیر۔

عام آیا اس میں کسی کا استثناء نہ فرمایا کسی وصف پر حکم کا مرتب ہونا اس کی علیت کا مشعر ہوتا ہے یہاں انہیں وصف کفر سے ذکر فرما کر اس پر جہاد وغلظت کا حکم دیا تو یہ سزا ان کے نفس کفر کی ہے نہ کہ عداوت مومنین کی اور نفس کفر میں وہ سب برابر ہیں الکفر ملۃ واحدۃ ہاں معاہدہ کا استثنا دلائل قاطعہ متواترہ سے ہے بضرورت معلوم ومستثنی الاذہان کہ حکم جہاد سن کر اس کی طرف ذہن جاتا ہی نہیں۔ فنفس النص لم یتعلق بہ ابدا کما افادہ فی البحر الرائق تفاوت عداوت بر بنائے کار ہوتی تو یہود کا حکم مجوس سے سخت تر ہوتا حالانکہ امر بالعکس ہے اور نصاریٰ کا حکم یہود سے کمتر ہوتا حالانکہ یکساں ہے ذمی وحربی

کافر کا فرق میں بتا چکا ہوں اور یہ کہ ہر حربی محارب ہے حسب حاجت ذلیل و قلیل ذمیوں سے حربیوں کے مقاتلہ و مقابلہ میں مدد لے سکتے ہیں۔ ایسی جیسے سدھائے ہوئے مسخر کتے سے تسکار میں امام سرخسی نے شرح صغیر میں فرمایا:

والاستعانة باھل الذمة بالکلاب

اور بروایت امام طحاوی ہمارے آئمہ مذہب امام اعظم صاحبین وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس میں بھی کتابی کی تخصیص فرمائی مشرک سے استعانت مطلقاً ناجائز رکھی اگرچہ ذمی ہو، ان مباحث کی تفصیل جلیل الحجۃ المؤتمنہ میں ملاحظہ ہو۔ رہا کافر طبیب سے علاج کرانا خارجی یا ظاہر مکشوف علاج جس میں اس کی بدخواہی نہ چل سکے وہ تو لایا نون کم خیالا سے بالکل بے علاقہ ہے اور دنیوی معاملات بیع وشرا و اجارہ و استئجار کی مثل ہے۔ ہاں اندرونی علاج جس میں اس کے فریب کو گنجائش ہو اس میں اگر کافروں پر یوں اعتماد کیا کہ ان کو اپنی مصیبت میں ہمدرد اپنا دلی خیر خواہ اپنا مخلص با خلاص خلوص کے ساتھ ہمدردی کرکے اپنا دلی دوست بنانے والا اس کی بیکسی میں اس کی طرف اتحاد کا ہاتھ بڑھانے والا جانا تو بیشک آیہ کریمہ کا مخالف ہے اور ارشاد آیت جان کر ایسا سمجھا تو نہ صرف اپنی جان بلکہ جان و ایمان و قرآن سب کا دشمن اور انہیں اس کی خبر ہو جائے اور اس کے بعد واقعی دل سے اس کی خیر خواہی کریں تو کچھ بعید نہیں وہ تو مسلمان کے دشمن ہیں، اور یہ مسلمان ہی نہ رہا فاتہ منہم ہوگیا ان کی تو دلی تمنا یہی تھی، قال تعالیٰ ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواءان کی آرزو ہے کہ کسی طرح تم بھی ان کی طرح کافر ہو تو تم اور وہ ایک سے ہو جاؤ۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ مگر الحمد للہ کوئی مسلمان آیہ کریمہ پر مطلع ہو کر ہرگز ایسا نہ جانے گا۔ اور جانے تو آپ ہی اس نے تکذیب قرآن کی بلکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ ان کا پیشہ ہے اس سے روٹیاں کماتے ہیں۔ ایسا کریں تو بدنام ہوں، دکان پھیکی پڑے کھل جائے حکومت کا مواخذہ ہو سزا ہو۔ یوں بدخواہی سے باز رہتے ہیں تو اپنے خیر خواہ

ہیں نہ کر ہمارے۔ اس میں تکذیب نہ ہوئی۔ پھر بھی خلاف احتیاط و تشنیع ضرور ہے خصوصاً یہود و مشرکین سے خصوصاً سربرآوردہ مسلمان کو جس کے کم ہونے میں وہ اشقیاء اپنی فتح سمجھیں۔ وہ جیسے جان و ایمان دونوں عزیز ہیں۔ اس بارے میں آیۂ کریمہ:

لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا۔

(کسی کافر کو رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے) و کریمہ:

ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المؤمنین ولیجۃ۔

(اللہ و رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو دخیلکار نہ بنایا) و حدیث مذکور،

لاتستضیئوا بنار المشرکین۔

(مشرکوں کی آگ سے روشنی نہ لو)

بس میں اپنی جان کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دے دینے سے زیادہ اور کیا رازدار و دخیلکار و مشیر بنانا ہوگا۔ امام محمد عبدری ابن الحاج مکی قدس سرہٗ مدخل میں فرماتے ہیں:

واشد فی القبح واشنع ما ارتکبہ بعض الناس فی ھذا الزمان من معالجۃ الطبیب والکحال الکافرین الذین لا یرجی منھما نصح ولا خیر بل یقطع بغشھما اذ یتھما لمن ظفرا بہ من المسلمین سیما ان کان المریض کبیرا فی دینہ او علمہ۔	یعنی سخت تر قبیح و تشنیع ہے وہ جس کا ارتکاب آج کل بعض لوگ کرتے ہیں کافر طبیب اور سیتے سے علاج کرانا جن سے خیرخواہی اور بھلائی کی امید درکنار یقین ہے کہ جس مسلمان پر قابو پائیں اس کی بدسگالی کریں گے اور اسے ایذا پہنچائیں گے۔ خصوصاً جب کہ مریض دین یا علم میں عظمت والا ہو۔

پھر فرمایا:

انھم لا یعطون لاحد من المسلمین شیئا من الادویۃ التی تضرہ ظاھرا	یعنی وہ مسلمان کو کھلے ضرر کی دوا نہیں دیتے کہ یوں تو ان کی بدخواہی ظاہر ہو

ذنهم و فعلو ذلك بقدر غشهم
و نقصت مروءتهم ركنهم يصفون
له من الادوية ما يبقى به ذلك المرض
و يظهرون النصيحة فيه والنصح
وقد يتفق المريض فينسب ذلك الى
حذق الطبيب ومعرفته بلطيفه فيعيش
كثير بسببه بما له من التوغل
في صنعة لا يهتدي اليها غيره من حاجة
وينفعهم فيه من الفوائد بذكر كله
ذ حاجة تنفعه ذلك المريض ويتضرر منه
في حال لكنه يعود عليه بضرر في اخر
الزمان وقد يذكر حاجة تنفعه لكنه
جامع الكسل ومات وحاجة اخرى يمنعه
بعد ستة اشهر لكنه اذا حضر جامع الكسل
ومات وحاجة اخرى اذا ستعمل بعضه
وقد مع مرضه لكن بعد مدة اذا نقضت
عدة ... يختلف مدة في ذلك
فمنها ما يكون مدته سنة او اقل او اكثر
... غير ذلك من غشهم وهو كثير ثم
يتعلل عدو الله ان هذا مرض غريب
فيه حيلة ويظهر التأسف على صاحب
المريض ثم يصف الشيء الذي ينفع مرضه لكنه
... بعد ان فات الامر فيه فيصحبه حيث

جائے اور ان کی روزی میں خلل آئے
بلکہ مناسب دوا دیتے اور اس میں اپنی
خیر خواہی و فن دانی ظاہر کرتے ہیں اور
کبھی مریض اچھا ہو جاتا ہے جس میں ان
کا نام ہوا اور معاش خوب چلے اور اسی
کے ضمن میں ایسی دوا دیتے ہیں کہ فی الحال
مریض کو نفع دے اور آئندہ ضرر لائے
یا ایسی دوا کہ اس وقت مرض کھو دے مگر
جب مریض جماع کرے مرض لوٹ آئے
اور مر جائے یا ایسی کہ سر دست تندرست
کر دے مگر جب حمام کرے مرض پلٹے اور
موت ہو یا ایسی کہ اس وقت مریض کھڑا
ہو جائے اور ایک مدت سال بھر یا
کم و بیش کے بعد وہ اپنا رنگ لائے
اور ان کے سوا ان کے فریبوں کے بہت
طریقے ہیں پھر جب مرض پلٹا تو اللہ کا
دشمن یوں بہانے بناتا ہے کہ یہ جدید
مرض ہے اس میں میرا کیا اختیار ہے اور
مریض کی حالت پر افسوس کرتا ہے
بعد ہی نافع نسخے بتاتا ہے مگر جب بات
ہاتھ سے نکل گئی کیا فائدہ تو اس وقت
خیر خواہی دکھاتا ہے۔ جب اس سے
نفع نہیں دیکھنے والے اسے خیر خواہ

لا ینفع نصحہ فمن یری ذلک منہ یعتقد انہ
من الناصحین وھو من اکبر الغاشین ـہ
کل العداوۃ قد ترجی ازالتہا الا عداوۃ
من عاداک فی الدین

پھر فرمایا:

قد یستعملون النصح فی بعض الناس
ممن لا خطر لھم فی الدین ولا علم وذلک
ایضا من الغش لانھم لو لم ینصحوا لما
حصلت لھم الشھرۃ بالمعرفۃ بالطب
نشتھرو من غشہم نصحھم لبعض ابناء
الدنیا لیشتھروا بذالک ویحصل لھم
الحظوظ عندھم وعند کثیر ممن شابھھم و
یتسلطون بسبب ذلک علی قتل العلماء
والصالحین وھذا النوع موجود ظاھر
وقد ینصحون العلماء والصالحین وذلک
منھم غش ایضا لانھم یفعلون ذلک لکی
تحصیل لھم الشھرۃ وتظھر صنعتھم
فیکون سببا الی اتلاف من یریدون
اتلافہ منھم وھذا منھم مکر
عظیم

سمجھتے ہیں حالانکہ وہ سخت تر
بدخواہ ہے ـہ
تمام دشمنیوں کا زوال ممکن ہے
مگر عداوتِ دینی کہ یہ نہیں جاتی

یعنی وہ کبھی عوام کے علاج میں خیر خواہی کرتے
ہیں اور یہ بھی ان کا مکر ہے کہ ایسا نہ کریں
تو شہرت کیسے ہو روٹیوں میں فرق آئے
اور کبھی ان کے فریب پر لوگ چرچ
جائیں یوں ہی یہ فریب ہے کہ
بعض رئیسوں کا علاج اچھا کرتے ہیں
کہ شہرت، اور اس کے نزدیک اس
جلیسوں کی نگاہ میں وقعت ہو۔ پھیر
علماء و صلحا کے قتل کا موقع ملے اور
ایسے اب موجود و ظاہر ہیں اور کبھی
علما و صلحا کے علاج میں بھی خیر خواہی
کرتے ہیں اور یہ بھی فریب ہے کہ
مقصود ساکھ بندھنی ہے پھر جس عالم
یا دیندار کا قتل مقصود ہے اس کی راہ
ملنا اور یہ ان کا بڑا مکر ہے۔

پھر اپنے زمانہ کا ایک واقعہ ثقہ معتمد کی زبانی بیان فرمایا کہ مصر میں ایک رئیس
کے یہاں ایک یہودی طبیب تھا رئیس نے کسی بات پر ناراض ہو کر اسے نکال دیا وہ
خوشامدیں کرتا رہا یہاں تک کہ رئیس راضی ہو گیا کافر وقت کا منتظر رہا پھر رئیس

کو کوئی سخت مرض ہوا۔ طبیب مغربی سے طب پڑھ رہا تھا لوگ انہیں بلانے آئے انہوں نے عذر کیا لوگوں نے اصرار کیا۔ گئے اور مجھے فرما گئے میرے آنے تک بیٹھے رہنا تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ کانپتے تھرتھراتے واپس آئے میں نے کہا خیر فرمایا یہودی نے کیا نسخہ دیا معلوم ہوا کہ وہ رئیس کا کام تمام کر چکا میں اندر گیا کہ ایک تو اس کے بچنے کی اُمید نہیں۔ پھر یہ اندیشہ کہ کہیں یہودی میرے ذمہ نہ رکھ دے رئیس کل تک نہ بچے گا۔ وہی ہوا کہ صبح تک اس کا انتقال ہو گیا۔ پھر فرمایا بعض لوگ کافر طبیب کے ساتھ مسلمان طبیب کو بھی شریک کرتے ہیں کہ جو نسخہ وُہ بنائے مسلمان کو دکھا لیں۔ یوں اس کے مکر سے امن سمجھتے ہیں اور اس میں کچھ حرج نہیں جانتے فرمایا: وھذا لیس بشیٔ ایضا من وجوہ الاول ان المسلم قد یغفل عن بعض ما وصفه الثانی فی التذ ار الغیر به الثالث فیه الاعانة لھم علی کفرھم بما یعطیه لھم الرابع فیه ذلة المسلم لھم الخامس فیه تعظیم شانھم لا سیما ان کان المریض رئیسا وقد امر الشارع علیہ الصلوٰۃ والسلام بتصغیر شانھم وھذا عکسه یہ بھی بوجوہ کچھ نہیں۔

۱۔ ایک تو ممکن کہ جو دوا کافر نے بنائی اس وقت مسلمان طبیب کے خیال میں اس کا ضرر نہ آئے۔

۲۔ پھر اس کی دیکھا دیکھی اور مسلمان بھی کافر سے علاج کرائیں گے۔

۳۔ فیس وغیرہ جو اسے دی جائے وہ اس کے کفر پر مدد ہو گی۔

۴۔ مسلمان کو اس کے لیے تواضع کرنا پڑے گی۔ علاج کی ناموری سے کافر کی شان بڑھے گی۔ خصوصاً اگر مریض بڑا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تحقیر کا حکم دیا۔ اور یہ اس کا عکس ہے

پھر فرمایا:

ثم مع ذلك ما یحصل من الانس والود لھم وان قل الا من عصم اللہ وقلیل ماھم ولیس ذلك من اخلاق اھل الدین۔

پھر ان سب وجوہ کے ساتھ یہ ہے کہ:

۵۔ اس سے ان کے ساتھ انس اور کچھ محبت پیدا ہو جاتی ہے اگرچہ تھوڑی ہی سہی سوا اس کے جسے اللہ محفوظ رکھے اور وہ بہت کم ہیں اور کافر سے انس اہل دین کی شان نہیں۔ پھر فرمایا:

ومع ذلك يخشى على دين بعض من يستطبهم من المسلمين

۶۔ ان سب قباحتوں کے ساتھ سخت آفت یہ ہے کہ کبھی ان سے علاج کرانے والے کے ایمان پر اندیشہ ہوتا ہے پھر اپنے بعض ثقہ معتمد برادران دینی کا واقعہ بیان فرمایا کہ ان کے یہاں بیماری ہوئی مریض نے ایک یہودی طبیب کی طرف رجوع پر اصرار کیا انہوں نے اسے بلایا وہ علاج کرتا رہا ایک دن اسے خواب میں دیکھا کہ ان سے کہتا ہے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین قدیم ہے۔ اسی کو اختیار کرنا چاہئے یوں ہی کیا کیا بکتا رہا یہ ترساں ولرزاں جاگے اور عہد کرلیا کہ اب وہ میرے گھر نہ آنے پائے راستے میں بھی وہ جہاں ملتا رہا یہ اور راہ ہو جاتے کہ مبادا اس کا وبال انہیں پہنچے۔ امام فرماتے ہیں:

وهذا قد رحم بسبب انه كان معتني به فيخاف من استطبهم ولم يكن معتنى به ان يهلك معهم ولو لم يكن فيه الا الخوف من هذا الامر الخطر لكان متعينا تركه فكيف مع وجود ما تقدم۔

ان صاحب پر تو یوں رحمت ہوئی کہ زیر نظر عنایت تھے جو ایسا نہ ہو اور ان سے علاج کرائے اس پر خوف ہے کہ ان کے ساتھ ہلاک ہو جائے۔ ان کے علاج میں اس شدید خطرناک خوف کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تو اسی قدر سے اس کا ترک لازم ہوتا نہ کہ اور شناعتوں کے ساتھ جن کا ذکر گزرا۔ ان امام ناصح رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ان نفیس بیانوں کے بعد زیادت کی حاجت نہیں اور بالخصوص علمائے وعظائے دین کے لیے زیادہ خطر کا مؤید امام مازری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا واقعہ ہے علیل ہوئے ایک یہودی معالج تھا اچھے ہو جاتے پھر مرض عود کرتا کئی بار یوں ہی ہوا آخر اسے تنہائی میں بلا کر دریافت کیا اس نے کہا اگر آپ سچ پوچھتے ہیں تو ہمارے نزدیک

اس سے زیادہ کوئی کارِ ثواب نہیں کہ آپ جیسے امام کو مسلمانوں کے ہاتھ سے کھو دوں۔ امام نے اسے دفع فرمایا مولیٰ تعالیٰ نے شفا بخشی پھر امام نے طب کی طرف توجہ فرمائی اور اس میں تصانیف کیں اور طلبہ کو حاذق اطبا کر دیا اور مسلمانوں کو ممانعت فرمادی کہ کافر طبیب سے کبھی علاج نہ کرائیں۔ یہود کی مثل مشرکین ہیں کہ قرآن عظیم نے دونوں کو ایک ساتھ مسلمانوں کا سب سے سخت تر دشمن بتایا اور لا یالونکم خبالا۔ تو عام کفار کے لیے فرمایا عورت کا مرتدہ ہو کر نکاح سے نہ نکلنا تمام کتب ظاہر الروایۃ وجملہ متون وعامۂ شروح وفتاوائے قدیمہ سب کے خلاف ہے اور سب کے موافق۔ خلاف ہے قول صوری کے اور موافق ہے قول ضروری سے۔ قول صوری وضروری کا فرق میرے رسالہ "اجلی الاعلام بان الفتویٰ مطلقا علی قول الامام" میں ملے گا کہ میرے فتاوے جلد اول میں طبع ہوا اور اس کا قول ضروری کے موافق ہونا ——————— میرے فتوے سے کہ بجواب سوال علی گڑھ لکھا ظاہر اس کی نقل حاضر ہوگی۔ اور یہ حکم صرف نکاح ہے باقی تمام احکام ارتداد جاری ہوں گے نہ وہ شوہر کا ترکہ پائے گی نہ شوہر اس کا۔ اگر اپنے مرض الموت میں مرتدہ نہ ہوئی۔ نیز جب تک وہ اسلام نہ لائے شوہر کو اسے ہاتھ لگانا حرام ہوگا۔ عالمگیری متشنا مسئلہ مذکورہ سے خالی نہیں باب نکاح الکفار میں دیکھئے:

لو اجرت کلمۃ الکفر علی لسانہا مغایضۃ لزوجہا او اخراجا لنفسہا عن حبالتہ او لاستیجاب المہر علیہ بنکاح مستانف تحرم علی زوجہا فیجبر علی الاسلام ولکل قاض ان یجدد النکاح بادنی شئی ولو بدینار سخطت او رضیت ولیس لہا ان تتزوج الا بزوجہا قال الہندوانی اخذ بہذا قال ابو اللیث وبہ ناخذ کذا فی التمرتاشی

اسی کے بیان میں درمختار میں ہے:

صرحوا بتعزیرہا خمسۃ وسبعین وتجبیر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح

بھر بیسیکد نیارد علیہ الفتوی والواکبیۃ ۔

یہ احکام اسی طرح مذہب کے خلاف ہیں، جب مرتدہ ہوتے ہی نکاح فوراً فسخ ہوگیا کہ ارتداد احدھما فسخ فی الحال پھر لبعد عدت دوسرے سے اُسے نکاح نا جائز ہونا کیا معنی اور پہلے سے تجدید نکاح پر جبر کیا معنی کیوں نہیں جائز کہ وہ کسی سے نکاح نہ کرے اور اس تجدید میں زبردستی ادنیٰ سے ادنیٰ مہر باندھنے کا ہر قاضی کو اختیار ملنا کیا معنی مہر عوض بضع ہے اور معاوضات میں تراضی شرط۔

اقول بلکہ ان اکابر کے قول ماخوذ و مفتی بہ کو کہ قول آئمہ بخارا ہے فتوائے آئمہ بلخ رحمہم اللہ تعالیٰ سے جسے فقیر نے باتباع نہر الفائق وغیرہ اختیار کیا بعد نہیں تجدید نکاح بنظر احتیاط ہے اور شوہر پر حرام ہوجانا موجب زوال نکاح نہیں بارہا عورت ایک مدت تک حرام ہوجاتی ہے اور نکاح باقی ہے جیسے بحال نماز و روزہ رمضان و اعتکاف و احرام و حیض و نفاس یوں ہی جب کہ زوجہ کی بہن سے نکاح کر کے قربت کر لے زوجہ حرام ہوگئی۔ یہاں تک کہ اس کی بہن کو جدا کرے اور اس کی عدت گزر جائے کبھی ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتی ہے اور نکاح زائل نہیں جیسے حرمت مصاہرت طاری ہونے سے کہ متارکہ لازم ہے تو نکاح ہے اور زن مفضاۃ کہ سبیلین ایک ہوجائیں نکاح میں اصلاً خلل نہیں اور حرمت ابدی دائم ہے والمسائل منصوص علیہا فی الدر وغیرہ من الاسفار الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۱ مسجد کے اندر جمعہ کی اذان ثانی خلاف سُنت ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

۱۔ جمعہ کی اذان ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد کے اندر ہوتی تھی یا باہر۔

۲۔ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں کہاں ہوتی تھی۔

۳۔ فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان دینے کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے یا نہیں۔

۴۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے تو ہمیں اسی پر عمل لازم ہے یا رسم ورواج پر اور جو رسم و رواج حدیث شریف و احکام فقہ سب کے خلاف پڑجائے تو وہاں مسلمانوں کو پیروی حدیث و فقہ کا حکم ہے یا رسم ورواج پر اڑا رہنا۔

۵۔ نئی بات وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین و احکام ائمہ کے مطابق ہو یا وہ بات نئی ہے جو ان کے خلاف لوگوں میں رائج ہو گئی ہو۔

۶۔ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں یہ اذان مطابق حدیث و فقہ ہوتی ہے یا اس کے خلاف اگر خلاف ہوتی ہے تو وہاں کے علماء کے ارشادات دربارہ عقائد حجت ہیں یا وہاں کے تنخواہ دار مؤذنوں کے فعل اگرچہ خلاف شریعت و حدیث فقہ ہوں۔

۷۔ سنت کے زندہ کرنے کا حدیثوں میں حکم ہے اور اس پر سو شہیدوں کے ثواب کا وعدہ ہے یا نہیں اگر ہے تو سنت زندہ کی جائے گی یا سنت مردہ سنت اس وقت مردہ کہلائے گی جب اس کے خلاف لوگوں میں رواج پڑجائے یا جو سنت خود رائج ہو وہ مردہ قرار پائے گی۔

۸۔ علمائے کرام پر لازم ہے یا نہیں کہ سنت مردہ زندہ کریں اگر ہے تو کیا اس وقت ان پر یہ اعتراض ہو سکے گا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے اور اگر وہ اعتراض ہو سکے گا تو سنت زندہ کرنے کی کیا صورت ہوگی۔

۹۔ جن مسجدوں کے بیچ میں حوض ہے اس کی فصیل پر کھڑے ہو کر منبر کے سامنے اذان ہو تو بیرون مسجد کا حکم ادا ہو جائے گا یا نہیں۔

۱۰۔ جن مسجدوں میں ایسے منبر بنے ہیں کہ ان کے سامنے دیوار ہے اگر مؤذن باہر اذان دے تو خطیب کا سامنا نہ رہے گا وہاں کیا کرنا چاہیئے امید ہے کہ

دسوں مسئلوں کا جُدا جُدا جواب مفصل مدلل ارشاد ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جواب سوال اوّل:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازہ پر ہوتی تھی۔ سُنن ابی داؤد شریف جلد اوّل ص ۱۵۲ میں ہے:

عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر وعمر۔	یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی اور ایسا ہی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں۔

اور کبھی منقول نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو اگر اس کی اجازت ہوتی تو بیان جواز کے لیے کبھی ایسا ضرور فرماتے۔

جواب سوال دوم:

جواب اوّل سے واضح ہوگیا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مروی ہے اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ بعض صاحب جو بین یدیہ سے مسجد کے اندر ہونا سمجھتے ہیں غلط ہے دیکھو حدیث میں بین یدیہ ہے۔ اور ساتھ ہی علی باب المسجد ہے۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وخلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چہرۂ انور کے مقابل مسجد کے دروازہ پر ہوتی تھی بس اسی قدر بین یدیہ کے لیے۔

جواب سوال سوم:

بیشک فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان کو منع فرمایا اور مکروہ

لکھا ہے فتاویٰ قاضی خاں طبع مصر جلد اوّل ص ۷۸: لایؤذن فی المسجد مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔"

فتاویٰ خلاصہ قلمی ص ۶۲: لایؤذن فی المسجد مسجد میں اذان نہ ہو۔"

خزانۃ المفتیین قلمی فصل فی الاذان: لایؤذن فی المسجد مسجد کے اندر اذان نہ کہیں۔"

فتاویٰ عالمگیری طبع مصر جلد اوّل ص ۵۵: لایؤذن فی المسجد مسجد کے اندر اذان منع ہے۔"

بحر الرائق طبع مصر جلد اوّل ص ۲۶۸: لایؤذن فی المسجد مسجد کے اندر اذان کی ممانعت ہے۔"

شرح نقایہ علامہ برجندی ص ۸۴: فیہ اشعار بانہ لایؤذن فی المسجد امام صدر الشریعۃ کے کلام میں اس پر تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ ہو۔"

غنیہ شرح منیہ ص ۳۷۷: الاذان انما یکون فی المئذنۃ او خارج المسجد والاقامۃ فی داخلہ اذان نہیں ہوتی مگر منارہ یا مسجد سے باہر اور تکبیر مسجد کے اندر۔"

فتح القدیر طبع مصر جلد اوّل ص ۱۷۱: قالوا لایؤذن فی المسجد علماء نے مسجد میں اذان دینے کو منع فرمایا ہے۔"

ایضاً باب الجمعہ ص ۴۱۴: ھو ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ جمعہ کا خطبہ مثل اذان ذکر الٰہی ہے مسجد میں یعنی حدود مسجد میں اس لیے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔"

طحطاوی علی مراقی الفلاح طبع مصر جلد اوّل ص ۱۲۸: یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القہستانی عن النظم یعنی نظم امام زندویستی پھر قہستانی میں ہے کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے۔"

یہاں تک کہ اب زمانہ حال کے ایک عالم مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی رح عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ جلد اوّل ص ۲۴۵ میں لکھتے ہیں: قولہ یدیہ ای

مستقبل الامام فی المسجد کان او خارجہ والمسنون ھو الثانی یعنی بین یدیہ کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ امام کے روبرو ہو مسجد میں خواہ باہر اور سنّت یہی ہے کہ مسجد کے باہر ہو۔"

جب تو وہ بتصریح کر چکے کہ باہر ہی ہونا سنّت ہے تو اندر ہونا خلافِ سنّت ہوا تو اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ چاہے سنّت کے مطابق کرو چاہے سنت کے خلاف دونوں باتوں کا اختیار ہے۔ ایسا کون عاقل کہے گا بلکہ معنی وہی ہیں کہ بین یدیہ سے یہ سمجھ لینا کہ خواہی نخواہی مسجد کے اندر ہو غلط ہے اس کے معنی صرف اتنے ہیں کہ امام کے روبرو ہو اندر یا باہر کی تخصیص اس لفظ سے مفہوم نہیں ہوتی لفظ دونوں صورتوں پر صادق ہے اور سنّت یہی ہے کہ اذان مسجد کے باہر ہو تو ضرور ہے کہ وہی معنی لیے جائیں جو سنّت کے مطابق ہیں۔ بہر کیف اتنا ان کے کلام میں بھی صاف مصرح ہے کہ اذان ثانی جمعہ بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مطابق سنت ہے تو بلاشبہ مسجد کے اندر ہونا خلافِ سنّت ہے۔ وللہ الحمد

جواب سوال چہارم:

ظاہر ہے کہ حکم حدیث و فقہ کے خلاف رواج پر اڑا رہنا مسلمانوں کو ہرگز نہ چاہیئے۔

جواب سوال پنجم:

ظاہر ہے کہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خلفائے راشدین و احکام فقہ کے خلاف نکلی ہو وہی نئی بات ہے اسی سے بچنا چاہیئے نہ کہ سنّت و حکم حدیث و فقہ سے۔

جواب سوال ششم:

مکہ معظمہ میں یہ اذان کنارہ مطاف پر ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مسجد الحرام شریف مطاف ہی تک تھی۔ مسلک متقسط علی قاری طبع مصر ص۰ ۲۸:

المطاف ھو ما کان فی زمنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجدا

توحاشیہ مطاف بیرون مسجد و محل اذان تھا اور مسجد جب بڑھائی جائے تو پہلے جو جگہ اذان یا وضو کے لیے مقرر تھی بدستور مستثنٰی رہے گی ولہذا اگر مسجد بڑھا کر کنواں اندر کرلیا وہ بند نہ کیا جائے گا۔ جیسے زمزم شریف حالانکہ مسجد کے اندر کنواں بنانا ہرگز جائز نہیں۔ فتاویٰ قاضی خان و فتاویٰ خلاصہ و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

یکرہ المضمضۃ والوضوء فی المسجد الا ان یکون ثمہ موضع اعد لذلک ولا یصلی فیہ ویں ہے۔ لایحفر فی المسجد بئر ماء ولو قدیمۃ تترک کبئر زمزم

تو مکہ معظمہ میں اذان ٹھیک محل پر ہوتی ہے، مدینہ طیبہ میں خطیب سے بیس بلکہ زائد ذراع کے فاصلہ پر ایک بلند بکبرہ پر کہتے ہیں۔ طریق ہندیہ سے تو یہ بھی خلاف ہوا اور وہ جو بین یدیہ وغیرہ سے منبر کے متصل ہونا سمجھتے تھے اس سے بھی رد ہو گیا تو سندی فہم وطریقہ تو دونوں حرم محترم سے جدا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ بکبرہ قدیم ہے یا بعد کو حادث ہوا۔ اگر قدیم ہے تو مثل منارہ ہوا کہ وہ اذان کے لیے مستثنٰی ہے جیسا کہ غنیہ سے گزرا اور اسی طرح خلاصہ و فتح القدیر برجندی کے صفحات مذکورہ میں ہے کہ اذان منارہ پر ہو یا مسجد سے باہر مسجد کے اندر نہ ہو اس کی نظیر موضع وضو و چاہ ہیں کہ قدیم سے جدا کر دیئے ہوں نہ اس میں حرج نہ اس میں کلام۔ اور اگر حادث ہے تو اس پر اذان کہنا بالائے طاق۔ پہلے یہی تو دیکھئے کہ وسط مسجد میں ایک جدید مکان ایسا کھڑا کر دینا جس سے صفیں قطع ہوں کس شریعت میں جائز ہے، قطع صف بلاشبہ حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من قطعہ قطعہ اللہ۔ جو صف قطع کرے اللہ اسے قطع کر دے۔" (رواہ النسائی والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

نیز علماء نے تصریح فرمائی کہ مسجد میں پیڑ لونا منع ہے کہ نماز کی جگہ گھیرے گا نہ کہ بکبرہ کہ چار جگہ سے گھیرتا ہے اور کتنی صفیں قطع کرتا ہے بالجملہ اگر وہ جائز طور پر بنا تو مثل منارہ ہے جس سے مسجد میں اذان ہونا نہ ہوا اور نا جائز طور پر ہے تو اسے ثبوت میں پیش کرنا کیا انصاف ہے اب ہمیں افعال متوذنین سے بحث کی حاجت

نہیں مگر جواب سوال کو گذارش کر ان کا فعل کیا حجت ہو حالانکہ خطیب خطبہ پڑھ
رہے اور یہ بولتے جاتے ہیں۔ جب وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام لیتا ہے
یہ بآواز ہر نام پر رضی اللہ عنہ کہتے جاتے ہیں۔ جب وہ سلطان کا نام لیتا ہے
یہ بآواز بلند دعا کرتے ہیں۔ اور یہ سب بالاتفاق ناجائز ہے صحیح حدیثیں اور
تمام کتابیں ناطق ہیں کہ خطبہ کے وقت بولنا حرام ہے۔ درمختار و ردالمحتار جلد اول
ص ۵۹۰: اما مایفعله المؤذن حال الخطبه من الترضی ونحوه فمکروه اتفاقا
یعنی وہ جو یہ مؤذن خطبے کے وقت رضی اللہ عنہ وغیرہ کہتے ہیں یہ بالاتفاق
مکروہ ہے یہی مؤذن نماز میں امام کی تکبیر پہنچانے کو جس وضع سے تکبیر کہتے ہیں اسے
کون عالم جائز کہہ سکتا ہے مگر سلطنت کے وظیفہ داروں پر علماء کا کیا اختیار علمائے
کرام نے تو اس پر یہ حکم فرمایا کہ تکبیر درکنار اس طرح تو ان کی نمازوں کی بھی خبر نہیں دیکھو
فتح القدیر جلد اول ص ۲۶۲، ۲۶۳ درمختار و ردالمحتار ص ۶۱۵ خود مفتی مدینہ منورہ
علامہ سید اسعد حسینی مدنی تلمیذ علامہ صاحب مجمع الانہر رحمہما اللہ نے تکبیریں اپنے
یہاں کے مکبروں کی سخت بے اعتدالیاں تحریر فرمائی ہیں۔ دیکھو فتاوی اسعدیہ جلد
اول ص ۸ آخر میں فرمایا ہے: اما حرکات المکبرین وصنعهم فانا بریٔ الی اللہ
تعالی منه یعنی ان مکبروں کی جو حرکتیں جو کام ہیں میں ان سے اللہ تعالی کی طرف
براءت کرتا ہوں اور اوپر اس سے بڑھ کر لفظ لکھا پھر کسی عاقل کے نزدیک ان
کا فعل کیا حجت ہوسکتا ہے نہ وہ علماء ہیں نہ علماء کے زیر حکم۔

جواب سوال ہفتم:

بلیشک احادیث میں سنت زندہ کرنے کا حکم ہے اور اس پر بڑے ثوابوں کے
وعدے ہیں۔ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں:

من احیا سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنه	جس نے میری سنت زندہ کی بلیشک اسے مجھ سے محبت ہے اور جسے مجھ سے محبت ہے وہ

(اللھم ارزقنا) رواہ السجزی فی الابانۃ و الترمذی بلفظ من احب۔ — جنّت میں میرے ساتھ ہوگا۔

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احیا سنۃ من سنتی قد امیتت بعدی فان لہ من الاجر مثل اجر من عمل بھا من غیر ان ینقص من اجورھم شیئًا — جو میری کوئی سنّت زندہ کرے کہ لوگوں نے میرے بعد چھوڑدی ہو جتنے اس پر عمل کریں سب کے برابر سے ثواب ملے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔

(رواہ الترمذی و رواہ ابن ماجہ عن عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ)

من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید۔ رواہ البیہقی فی الزھد۔ — جو فسادِ امّت کے وقت میری سنّت مضبوط تھامے اُسے سو شہیدوں کا ثواب ملے۔

اور ظاہر ہے کہ زندہ وہی سنّت کی جائے گی جو مردہ ہوگئی اور سنّت مُردہ جبھی ہوگی کہ اس کے خلاف رواج پڑ جائے۔

جواب سوال ہشتم:

احیائے سنّت علماء کا تو خاص فرضِ منصبی ہے اور جس مسلمان سے ممکن ہو اس کے لیے حکم عام ہے ہر شہر کے مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے شہر یا کم از کم اپنی اپنی مساجد میں اس سنّت کو زندہ کریں اور سو سو شہیدوں کا ثواب لیں اور اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے۔ یوں ہی ہو کوئی سنّت زندہ ہی نہ کر سکے۔ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے کتنی سنّتیں زندہ فرمائیں اس پر ان کی مدح ہوئی نہ کہ الٹا اعتراض کہ تم سے پہلے تو صحابہ و تابعین تھے رضی اللہ عنہم۔

جواب سوال نہم:

حوض کا بانی مسجد نے قبل مسجدیت بنایا اگرچہ وسط مسجد میں ہو اور اس

فصیل ان احکام میں خارج مسجد ہے لانہ موضع اعد للوضوء کما تقدم۔

جواب سوال دہم :

لکڑی کا منبر بنائیں کہ یہی سنّت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اسے گوشۂ محراب میں رکھ کر محاذات ہو جائے گی، اور اگر صحن کے بعد مسجد کی بلند دیوار ہے تو اسے قیام مؤذن کے لائق تراش کر باہر کی جانب جالی یا کواڑ لگالیں۔

مسلمان بھائیو !

یہ دین ہے کوئی دنیوی جھگڑا نہیں دیکھ لو کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کیا ہے تمہاری مذہبی کتابوں میں کیا لکھا ہے۔

حضرات علمائے اہلِ سنّت سے معروض :

حضرات احیائے سنّت آپ کا کام ہے اس کا خیال نہ فرمایئے کہ آپ کے ایک چھوٹے نے اسے شروع کیا وہ بھی آپ ہی کا کرنا ہے آپ کے رب کا حکم ہے۔ تعاونوا علی البر والتقویٰ اور اگر آپ کی نظر میں یہ مسئلہ صحیح نہیں تو غصہ کی حاجت نہیں۔ بے تکلف بیان حق فرمایئے اور اس وقت لازم ہے کہ ان دسوں سوالوں کے جدا جدا جواب ارشاد ہوں۔ اور ان کے ساتھ ان پانچوں سوالوں کے بھی :

۱۔ اشارت مرجوح ہے یا عبارت اور ان میں فرق کیا ہے۔

۲۔ کیا محتمل و صریح کا مقابلہ ہو سکتا ہے۔

۳۔ تصریحات کتب فقہ کے سامنے کسی غیر کتاب فقہ سے استنباط پیش کرنا کیسا ہے۔ خصوصاً استنباط بعید یا جس کا منشا بھی ہے۔

۴۔ حنفی کو تصریحات فقہ حنفی کے مقابل کسی غیر کتاب حنفی کا پیش کرنا کیسا ہے۔

۵۔ قرآن مجید کی تجوید فرض عین ہے یا نہیں اگر ہے تو کیا سب ہندی علماء اسے بجالاتے ہیں یا سو میں کتنے ؟

مسئلہ ۱۳۱: عبد المصطفیٰ نام کے جواز میں دلائل:

زید کہتا ہے مولانا احمد رضا خاں ہر کتاب اور ہر خط میں لکھتے ہیں: "راقم عبد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" خدا جل جلالہ، کے سوا دوسرے کا عبد کیسے بن سکتا ہے فقیر نے جواب دیا بھائی یہاں عبد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ غلام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہ کہ بندہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے: وانکحوا الایامی منکم والصلحین من عبادکم وامائکم ہمارے غلاموں کو ہمارا بندہ فرمایا کہ تم میں جو عورتیں بے شوہر ہوں انہیں بیاہ دو اور تمہارے بندوں اور تمہاری باندیوں میں جو لائق ہوں ان کا نکاح کردو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لیس علی المسلم فی عبدہ ولا فرسہ صدقۃ مسلمان پر اس کے بندے اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں۔ یہ حدیث صحیح بخاری ومسلم اور باقی سب صحاح میں ہے۔ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مجمع صحابہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرما کر علانیہ بر سر منبر فرمایا: کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکنت عبدہ وخادمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا میں حضور کا بندہ تھا، اور حضور کا خدمتگار تھا۔ یہ حدیث وہابیہ کے امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کے دادا اور زعم طریقت میں پردادا جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ازالۃ الخفا میں بحوالہ ابو حنیفہ وکتاب الریاض النضرہ لکھی اور اس سے سند لی ور مقبول رکھی۔ مثنوی شریف میں قصہ خریداری بلال رضی اللہ عنہ میں ہے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا عرض کی ؎

گفت ما دو بندگان کوئے تو ۔۔۔ کردمش آزاد ہم بر روئے تو

کہا ہم آپ کی گلی کے دونوں غلام ہیں۔ میں نے اس کو آپ کے رخ انور کے صدقہ میں آزاد کر دیا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

قل یعبادی الذین اسرفوا	اے محبوب تم اپنی تمام امت سے یوں
علی انفسھم لاتقنطوا من	خطاب فرمایا کہ اے میرے بندو جنہوں
رحمۃ اللہ ط ان اللہ یغفر	نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اللہ کی رحمت
الذنوب جمیعا ط انہ ھو	ناامید نہ ہو بیشک اللہ سب گناہ بخشدیتا
الغفور الرحیم ہ	بیشک وہی ہے بخشنے والا مہربان۔

حضرت مولوی معنوی قدس سرہٗ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

بندۂ خود خواند احمد در رشاد　　جملہ عالم را بخوان کل یعباد

ترجمہ: اپنا بندہ کہا احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے فرمان میں تمام عالم کو پکارا اے میرے بندو طرفہ یہ کہ وہابیہ حال کے حکیم الامۃ اشرف علی تھانوی صاحب بھی جب تک کہ مسلمان کہلاتے تھے حاشیہ شمائم امدادیہ میں قرآن کریم کا یہی مطلب ہونے کی تائید کر گئے کہ تمام جہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بندہ ہے۔ اب گنگوہی اضطباع پاکر شاید اسے ہر شرک سے بدتر شرک کہیں گے۔ حالانکہ ہر شرک سے بدتر شرک کے مرتکب خود گنگوہی صاحب ہیں براہین قاطعہ میں صاف صاف شیطان کو خدا کا شریک مانا ہے جس کا بیان علمائے حرمین شریفین کے فتاویٰ مسمّی بہ "حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین" ۱۳۲۰ھ میں ہے۔ اور اس مسئلہ عبدالمصطفیٰ کی تمام تفصیل ہمارے رسالہ "بذل الصفا لعبد المصطفیٰ" میں ہے اے مسکین عبداللہ یعنی خلق خدا و ملک خدا تو ہر مومن و کافر ہے۔ مومن وہی ہے جو عبدالمصطفیٰ ہے۔ امام الاولیاء و مرجع العلماء حضرت سیدنا سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

من لم یر نفسہ فی ملک النبی	جو اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لایذوق	مملوک نہ جانے ایمان کا مزہ نہ
حلاوۃ الایمان۔	چکھے گا۔

آخر تو دیکھا جب اللہ عزّ وجل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی میں ودیعت رکھا۔ اور اسی نور کی تعظیم کے لیے تمام ملائکہ کرام

علیہم الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کا حکم دیا سب نے سجدہ کیا، ابلیس لعین نے نہ کیا کیا وہ اس وقت عبداللہ ہونے سے نکل گیا۔ اللہ کا مخلوق اللہ کا مملوک نہ رہا حاشا یہ تو نا ممکن ہے بلکہ نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کو نہ جھکا عبدالمصطفےٰ نہ بنا لہٰذا مردود ابدی وملعون سرمدی ہوا۔ آدمی کو اختیار ہے عبدالمصطفےٰ بنے اور ملائکہ مقربین کا ساتھی ہو یا اس سے انکار کرے اور ابلیس لعین کا ساتھ۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳ - ناپاک گھی کو پاک کرنے کا طریقہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ جمے ہوئے گھی میں حرام جانور مثلاً چوہا، بلی یا کتا مرگیا یا جوٹھا کرگیا وہ گھی یا تیل کیسے پاک ہوگا اور وہ کھانا درست ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

گھی اگر جما ہوا ہے تو اس جانور یا اس کے منہ لگنے کی جگہ سے کھرچ کر تھوڑا سا پھینک دیں باقی پاک ہے۔ احمد وابو داؤد وابو ہریرہ اور دارمی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا وقعت الفارۃ فی السمن ...ن کان جامد افالقوھا وما حولھا۔ اگر جمے ہوئے گھی میں چوہا گرجائے تو ...و با اور اس کے آس پاس کا گھی نکال کر پھینک دو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گھی گرم تھا اس میں مرغی کا بچہ گرا ... فوراً مرگیا یہ گھی کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

گھی ناپاک ہوگیا بے پاک کئے اس کا کھانا حرام ہے پاک کرنے کے تین طریقے ...۔ ایک یہ کہ اتنا ہی پانی اس میں ملا کر جنبش دیتے رہیں یہاں تک کہ سب گھی اوپر

آجائے اتارلیں اور دوسرا پانی اُسی قدر ملا کر یوں ہی کریں پھر اتار کر تیسرے پانی میں
اسی طرح دھوئیں اور اگر گھی سرد ہو کر جم گیا ہو تو تینوں بار اس کے برابر پانی ملا کر
جوش دیں یہاں تک کہ گھی اُوپر آجائے اتارلیں بلکہ جوش دینے کی پہلے ہی بار حا
ہے۔ پھر تو گھی رقیق ہو جائے گا۔ اور پانی ملا کر جنبش دینا کفایت کرے گا۔

دوم ناپاک گھی جس برتن میں ہے اگر جمنے کی طرف مائل ہو گیا ہو آگ پر پگھلا لیں
ویسا ہی پگھلا ہوا پاک گھی اس برتن میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ گھی سے بھر کر ابل جا
سب گھی پاک ہو جائے گا۔

سوم دوسرا گھی پاک لیں اور مثلاً تخت پر بیٹھ کر نیچے ایک خالی برتن رکھیں اور پرنا
کے مثل کسی چیز میں وہ پاک گھی ڈالیں اور اس کے بعد یہ ناپاک گھی اس پرنالے میں ڈالیں
یوں کر دونوں کی دھاریں ایک ہو کر پرنالے سے برتن میں گریں اسی طرح پاک و ناپاک
دونوں گھی ملا کر ڈالیں۔ یہاں تک کہ سب ناپاک گھی پاک گھی سے ایک دھار ہو کر بر
میں پہنچ جائے سب پاک ہو گیا۔

پہلے طریقہ میں یہ پانی سے گھی کو تین بار دھونے میں گھی خراب ہونے کا اندیشہ
ہے اور دوسرے طریقہ میں یُوں کہ تھوڑا گھی ضائع ہو جائے گا تیسرا طریقہ بالکل
صاف ہے مگر اس میں احتیاط بہت درکار ہے کہ برتن میں ناپاک گھی کی کوئی بوند ناپاک
پہلے پہنچے نہ بعد کو گرے نہ پرنالے میں بہاتے وقت اس کی کوئی چھینٹ اڑ کر پاک گھی
سے جدا برتن میں گرے ورنہ برتن میں جتنا پہنچا یا اب پہنچے گا سب ناپاک ہو جائے
گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ لمبی مونچھوں کی حرمت:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسلمان کو مونچھ بڑھانا یہاں تک کہ
منہ میں آوے کیا حکم ہے۔ زید کہتا ہے ترکش لوگ بھی مسلمان ہیں وہ کیوں مونچھ بڑھاتے
ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مونچھیں اتنی بڑھانا کہ منہ میں آئیں حرام وگناہ وسنت مشرکین ومجوس ویہود ونصاریٰ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کی حدیث صحیح میں فرماتے ہیں:

احفوا الشوارب واعفوا اللحی ولا تشبھوا بالیھود رواہ الامام الطحاوی عن انس بن مالک ولفظ مسلم۔

ترجمہ: "مونچھ کترواؤ، داڑھی بڑھاؤ اور یہود کی مشابہت نہ کرو"

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جزوا الشوارب وارخوا اللحی وخالفوا المجوس

مونچھ کاٹو اور داڑھی چھوڑو مجوس کی مخالفت کرو۔

مونچھیں کتر کر خوب پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ، یہودیوں اور مجوسیوں کی صورت نہ بنو۔ فوجی جاہل ترکوں کا فعل حجت ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶ - جمعہ کے خطبہ میں سلطانِ اسلام کا نام لینا:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے روز سلطان المسلمین کے لیے خطبہ میں دعا مانگنا فرض ہے "مثلاً" اتنی دعا مانگی جائے تو درست ہے یا نہیں؟ اللھم اعز الاسلام والمسلمین بالامام العادل ناصر الاسلام والملۃ والدین زید کہتا ہے نہیں درست سلطان المعظم کا نام لے کر دعا مانگنا چاہیئے۔

الجواب۔

سلطانِ اسلام کے لیے خطبہ میں دعا فرض نہیں ایک مستحب ہے اور وہ اتنی دعا سے کہ سوال میں لکھی بیشک حاصل ہے۔ زید کا اسے نادرست کہنا محض غلط و باطل ہے بلکہ دُرِ مختار میں ہے:

یندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین لا الدعاء للسلطان وجوزہ القھستانی

خاص نام کی ضرورت ان شہروں میں ہے جو سلطان کی سلطنت میں ہیں کہ سکہ وخطبہ

شعار سلطنت ہے۔ ردّ المختار میں ہے:

(کرہ سدل) تحریمًا للنھی (ثوبہ) ارسالہ بلا لبس معتاد کشد مندیل یرسلہ من کتفیہ۔ در دالمختار میں ہے وذلك نحو الشال۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۱۔ شال سر پر ڈال کر نماز پڑھنا:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر پیش امام سر پر شال ڈال کر نماز پڑھائے تو کیسا ہے۔

الجواب

شال اگر ریشمی یا زری کی معرق ہے اس کا کوئی بوٹا زری یا ریشم کا چار انگل سے زیادہ چوڑا ہے تو مرد کو مطلقًا نا جائز ہے۔ اگرچہ غیر نماز میں اور نماز کے باعث خراب ومکروہ خواہ امام ہو یا مقتدی یا تنہا۔ اور اگر ایسی نہیں تو دو صورتیں ہیں اگر سر پر ڈال کر اس کا آنچل شانہ پر ڈال لیا جو اوڑھنے کا طریقہ ہے تو حرج نہیں اور اگر سر پر ڈال کر دونوں پلو لٹکتے چھوڑ دیئے تو مکروہ تحریمی وگناہ ہے۔ اور نماز کا پھیرنا واجب ہے۔

دُرِّ مختار میں ہے:

(کرہ سدل) تحریمًا للنھی (ثوبہ) ارسالہ بلا لبس معتاد کشد مندیل یرسلہ من کتفیہ۔ ردالمختار میں ہے وذلك نحو الشال واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲۔ ولدالزنا کی نماز جنازہ اور تدفین:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ولدالزنا کی نماز جنازہ پڑھنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن جائز ہے یا نہیں۔ ولدالزنا کی ماں کافرہ ہے اور باپ مسلمان۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جب وہ مسلمان ہے اس کے جنازہ کی نماز فرض ہے اور مسلمانوں کے مقابر میں اُسے دفن کرنا بے شک جائز ہے اگرچہ اس کی ماں باپ یا دونوں کافر ہوں بلکہ یہ اور بھی اَولیٰ ہے کہ ولد الزنا ہونے میں اس کا اپنا کوئی قصور نہیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہٖ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

ملفوظات

عرض ۔ حضور ۱۳ سال میں میری اہلیہ کے ۴ لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئے جن
میں سے پانچ اولادیں انتقال کر گئیں۔ کسی کی عمر ۲ سال کسی کی ڈیڑھ سال کسی کی ایک سال
ہوئی اور سب کو ایک ہی بیماری لاحق ہوئی، یعنی پسلی اور ام الصبیان فی الحال صرف
ایک لڑکی ۲ سالہ حیات ہے۔ حضور دعا فرمائیں اور ان امراض کے واسطے کوئی عمل جو
مناسب ہو ارشاد فرمائیں۔

ارشاد ۔ مولیٰ تعالیٰ اپنی رحمت فرمائے اب جو حمل ہو اُسے دو مہینے نہ گزرنے پائیں کہ
یہاں اطلاع دیجئے اور زوجہ اور ان کی والدہ کا نام بھی معلوم ہونا چاہیئے۔ اس
وقت سے ان شاء اللہ تعالیٰ بندوبست کیا جائے۔ اپنے گھر میں پابندی نماز کی
تاکید شدید رکھیے اور پانچوں نمازوں کے بعد آیۃ الکرسی ایک ایک بار ضرور پڑھا
کریں۔ اور علاوہ نمازوں کے ایک ایک بار صبح سورج نکلنے سے پہلے اور شام کو
سورج ڈوبنے سے پہلے اور سوتے وقت جن دنوں میں عورتوں کو نماز کا حکم نہیں
ان میں بھی ان تین وقت آیۃ الکرسی نہ چھوٹے مگر ان دنوں میں آیت قرآن مجید کی
نیت سے نہ پڑھے بلکہ اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں۔ اور جن
دنوں میں نماز کا حکم ہے ان میں اس کا بھی التزام رکھیں کہ تینوں کل ۳۔۳ بار صبح و
شام اور سوتے وقت پڑھیں۔ صبح سے مراد یہ ہے کہ آدھی رات ڈھلنے سے
سورج نکلنے تک اور شام سے مراد یہ ہے کہ دوپہر ڈھلے سے غروب آفتاب تک
اور سوتے وقت اس طور پر پڑھیں کہ چت لیٹ کر دونوں ہاتھ دعا کی طرح پھیلا
کر ایک ایک بار تینوں قل پڑھ کر ہتھیلیوں پر دم کر کے سارا منہ اور سینہ اور
پیٹ پاؤں آگے اور پیچھے جہاں تک ہاتھ پہنچ سکے سارے بدن پر ہاتھ پھیریں
دوبارہ ایسے ہی سہ بارہ ایسے ہی اور جن دنوں میں عورتوں کو نماز کا حکم نہیں

ان میں آپ اسی طرح پڑھ کر تین بار ان کے بدن پر ہاتھ پھیر دیا کیجئے۔ بڑا چراغ یہاں ایک صاحب بتاتے ہیں وہ بنوا لیجئے اور آیام حمل ہیں اور بچہ پیدا ہونے کے بعد جس ترکیب سے بتایا جائے اسے روشن کیجئے اور یہ لڑکی جو موجود ہے اس کو اگر ناسازی لاحق ہو تو اس کے لیے بھی روشن کیجئے۔ اور وہ چراغ باذنہ تعالیٰ اسحر اور آسیب و مرض تینوں کے دفع میں مجرب ہے۔ بچہ جو پیدا ہو پیدا ہوتے ہی معاً سب سے پہلے اس کے کانوں میں ۷ بار اذانیں دی جائیں ۴ بار اذان سیدھے کان میں اور ۳ بار تکبیر بائیں کان میں اس میں ہرگز دیر نہ کی جائے دیر کرنے میں شیطان کا دخل ہو جاتا ہے۔ چالیس روز تک بچہ کو کسی اناج سے تول کر خیرات کیا جائے پھر سال بھر تک ہر مہینہ پر پھر دو برس کی عمر تک ہر دو مہینے پر تیسرے سال ہر تین مہینے پر چوتھے سال ہر چار مہینے پر پانچویں سال بھی ہر چار مہینے پر چھٹے سال ہر چھ مہینے پر، ساتویں سال سالانہ یہ تول اس لڑکی کے لیے بھی کیجئے۔ چوتھے میں ہے تو ہر چار مہینے پر تولیے۔ مکان میں سات دن تک مغرب کے وقت ۷، ۷ بار اذان باآواز بلند کہی جانے، اور تین شب کسی صحیح خواں سے پوری سورہ بقرہ ایسی آواز سے تلاوت کرائی جائے کہ مکان کے ہر گوشہ میں پہنچے شب کو مکان کا دروازہ بسم اللہ کہہ کر بند کیا جائے اور صبح کو بسم اللہ کہہ کر کھولا جائے۔ آپ کے گھر میں جب پاخانہ کو جائیں اس کے دروازہ سے باہر بسم اللہ اعوذ باللہ من الخبیث والخبائث پڑھ کر بایاں پیر پہلے رکھ کر جائیں اور جب نکلیں تو داہنا پاؤں پہلے نکالیں اور الحمد للہ کہیں۔ اور کپڑے بدلنے یا نہانے کے لیے جب کپڑے اتاریں پہلے بسم اللہ کہہ لیں اور قربت کے وقت نہایت اہتمام کے ساتھ یاد رکھیئے کہ شروع فعل کے وقت آپ اور وہ دونوں بسم اللہ کہہ لیں اور ان باتوں کا التزام رہے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی خلل نہ ہونے پائے گا۔

عرض۔ حضور بڑا چراغ روشن کرنے کی کیا ترکیب ہے۔

ارشاد۔ (۱) یہ چراغ معلق روشن کیا جائے گا کسی چھینکے یا قندیل میں۔

۲۔ روشن کرتے وقت لَو کے پاس سونے کا چھلہ یا انگوٹھی یا بالی ڈال دیا کریں جلتے ختم ہونے پر وہ مساکین مسلمین پر تصدق کریں۔

۳۔ چراغ باوضو نمازی آدمی روشن کرے اگرچہ عورت ہو اور مرد بہتر ہے۔

۴۔ مرض ہلکا ہو تو چراغ روز ڈیڑھ گھنٹہ روشن ہو اور سخت ہو تو دو گھنٹے تین گھنٹے اور بہت سخت ہو تو شب بھر۔

۵۔ مریض اس کی روشنی میں بیٹھے خواہ لیٹے مگر منہ اس کی طرف رکھے اور اکثر اوقات اس کو دیکھے۔

۶۔ جتنی دیر تک جلانا منظور ہو اسی حساب سے اعلیٰ درجہ کا پھلیل اس میں ڈالیں اور اسے ڈال کر چراغ کے سب طرف پھرالیں کہ تمام نقوش پر دورہ کر آئے پھر تجبہ کا کر رکھ دیں اور جس طرف بتی کا نشان ہے بسم اللہ کہہ کر اس طرف روشن کریں۔

۷۔ اگر مرض نہایت شدید ہو تو چاروں گوشوں میں چار بتیاں جلائیں اور چراغ سیدھا رکھیں اور ہر لَو کے پاس سونا رکھیں۔

۸۔ جس مکان میں یہ چراغ روشن ہو وہاں نہ کوئی تصویر ہو نہ کتا آنے پائے نہ سوا مریضہ کے کوئی عورت حیض یا نفاس والی یا کوئی ناپاک مرد یا عورت۔

۹۔ اس جگہ بیٹھ کر سب ذکر الٰہی و درود شریف میں مشغول رہیں جو بات ضرورت کی ہو بقدر ضرورت آہستگی سے کہہ دیں چپقلش نہ کریں نہ کوئی لغو و بیہودہ بات وہاں ہونے پائے۔

۱۰۔ جتنی عورتیں وہاں بیٹھیں یا آئیں جائیں سب سنگین کپڑے پہنے ہوں نماز کی طرح سوا منہ کی ٹکی یا ہتھیلیوں کے سر کا کوئی بال یا گلے یا کلائی یا بازو یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی حصہ اصلاً نہ کھلنے پائے۔

۱۱۔ چراغ پہلے دن جس وقت روشن ہو وہ گھنٹہ منٹ یاد رکھیں کہ کسی دن اس سے زیادہ دیر روشن کرنے میں نہ ہونے پائے اس کے مؤکلات اپنی حاضری

کا وہی وقت مقرر کر لیتے ہیں جس وقت پہلے دن روشن ہوا تھا۔ پھر اگر کسی دن آئے اور چراغ اس وقت روشن نہ پایا تو ان کو تکلیف ہوتی ہے لہذا چاہیئے کہ پہلے دن کچھ دیر قصداً کر کے روشن کریں کہ اگر کسی دن اتفاقیہ دیر ہو جائے تو اس وقت سے زیادہ دیر نہ ہونے پائے مگر پہلے دن اتنی دیر بھی نہ کریں کہ اور کسی دن اتفاقیہ دیر ہو جائے تو اس وقت سے زیادہ دیر نہ ہونے پائے مگر پہلے دن اتنی نہ کریں کہ اور کسی دن چراغ روشن ہو کر اس وقت کے آنے سے پہلے ختم ہو جائے۔

۱۲۔ جب چراغ بڑھانے کا وقت آئے کوئی باوضو شخص بڑھائے اور اس وقت یہ کہے السلام علیکم احیوا ماجورین۔

۱۳۔ روز نیا پھلیل ڈالیں کل کا بچا ہوا آج مریض کے سر اور بدن پر مل دیں۔

۱۴۔ جس کے لیے چراغ روشن ہوا ہو اس کے سوا اور مریض بھی بہ نیت استفادہ شرائط کی پابندی سے بیٹھ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عرض ۔ ایک صاحب کی لڑکی بلا ناغہ کچھ عرصہ سے سورۂ مزمل شریف پڑھا کرتی تھیں بلکہ قریب نصف کے حفظ بھی تھی۔ اب ان صاحبزادی کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔

ارشاد :۔ لاحول شریف ۶ بار الحمد شریف اور آیۃ الکرسی شریف ایک ایک بار تینوں قل تین تین بار پانی پر دم کر کے پلایئے۔

عرض :۔ کیا آیات قرآنی بھی یہ اثر رکھتی ہے۔

ارشاد :۔ جو قیود عامل بتاتے ہیں ان کی پابندی نہ کرنے سے ایسا ہوتا ہے۔

عرض :۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کمبل اوڑھنا ثابت ہے یا نہیں۔

ارشاد :۔ ہاں حدیث شریف سے ثابت ہے۔

عرض :۔ پیراہن اقدس میں کیا کیا کپڑے ہیں۔

ارشاد: ردا، تہ بند، عمامہ یہ تو عام طور سے ہوتا تھا اور کبھی قمیض اور ٹوپی پاجامہ ایک بار خریدنا ثابت ہے پہننے کی روایت نہیں حضور بھی تہ بند ہی باندھتے تھے ایک بار حضورؐ تشریف لیے جاتے تھے راہ میں ایک بیوی کا پاؤں پھسلا روئے مبارک اس طرف سے پھیر لیا صحابہ نے عرض کیا حضور وہ پاجامہ پہنے ہوئے ہے ارشاد فرمایا: اللھم اغفر للمسترولات۔ اے اللہ بخش دے ان عورتوں کو جو پاجامہ پہنتی ہیں اور غالباً پاجامہ تنگ تھا اس واسطے کہ اگر ڈھیلا ہوتا تو اس میں بھی تہ بند کی طرح کھل جانے کا احتمال ہو سکتا تھا۔

عرض: موم بتی جس میں چربی پڑتی ہے مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں۔

ارشاد: اگر مسلمان کی بنائی ہوئی ہے تو جائز ہے ورنہ مسجد ہی میں نہیں ویسے بھی جلانا نہ چاہیئے۔

عرض: یہ جو جرمن وغیرہ ولایتوں سے آتی ہے اس کا کیا حکم ہے۔

ارشاد: ان کا بھی وہی حکم ہے اس واسطے کہ چربی اور گوشت کا ایک حکم ہے اگرچہ گائے ہو یا بکری کسی مسلمان سے کوئی ہندو یا نصرانی چربی لے گیا اور تھوڑی دیر میں واپس لائے اور کہے کہ یہ وہی چربی ہے جو ابھی تم سے لے گیا ہوں اس کا لینا حرام النصرانیۃ لا ذبیحۃ لہ۔ بخلاف یہودیوں کے کہ ان کے یہاں اب تک ذبح کرنے کا اہتمام ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے الیہودیۃ یذبح او یا کل ذبیحۃ المسلم۔ نصرانی و یہودی کا فرق دونوں میں کہ ایک محبوبانِ خدا کی محبت میں اور دوسرے عداوت میں قرآن عظیم میں یہودیوں کو مغضوب علیہم اور نصاریٰ ضالین فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ آج روئے زمین پر کوئی یہودی ایک گاؤں کا بھی حاکم نہیں بخلاف نصاریٰ کے کہ ان کی سلطنت ظاہر ہے اور بعینہٖ یہ مثال روافض و وہابیہ کی ہے کہ روافض مثل نصاریٰ کے محبت میں کافر ہوئے اور وہابیہ مثل یہود کے عداوت میں چنانچہ روافض کی حکومت ایران کا تخت موجود ہے اور وہابیہ کی کہیں ایک چڑیا بھی نہیں۔

عرض :۔ امام مسافر کے پیچھے مقتدی مقیم کو ایک رکعت ملی تو بقیہ نماز میں قرأت کس طرح کرے۔

ارشاد :۔ پہلے دو رکعت مثل لاحق کے بغیر قرأت بقدر سورۂ فاتحہ قیام کر کے قعدہ کرے اور پچھلی رکعت میں قرأت کرے۔

عرض :۔ جماعت ثانیہ جس وقت شروع ہو سنت ظہر اس وقت پڑھنا جائز ہے یا نہیں یا فجر کی سنت جماعت ثانیہ کے قعدہ نہ ملنے کی وجہ سے چھوڑ دی جائیں یا کیا کریں۔

ارشاد :۔ جماعت ثانیہ فقط جائز ہے۔ اس کے لیے سنتیں نہ چھوڑے اصل نماز جماعت اولیٰ ہے جس کے لیے حدیث میں ارشاد ہے کہ اگر مکانوں میں بچے اور عورتیں نہ ہوتیں تو جو لوگ جماعت میں شریک نہیں ہوتے ہیں اُن کے مکانوں کو جلوا دیتا۔ ایک مرتبہ مولوی عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مارہرہ مطہرہ میں اتفاقاً مجھے نماز میں دیر ہوگئی جب میں مسجد کی سیڑھیوں پر پہنچا تو حضرت میاں صاحب قبلہ نماز پڑھ کر تشریف لا رہے تھے ارشاد فرمایا عبد القادر نماز تو ہوگئی نو اصل نماز جماعت اولیٰ ہی ہے۔

عرض :۔ نماز جنازہ میں تو تین صف کرنے کی فضیلت ہے اس کی ترکیب دُرِ مختار وغیرہ میں یہ لکھی ہے کہ پہلی صف میں تین دوسری میں دو اور تیسری میں ایک آدمی کھڑا ہو اس کی کیا وجہ ہے کہ ہر صف میں دو دو کھڑے ہو سکتے تھے۔

ارشاد :۔ اصل درجہ صف کامل کا تین آدمی ہیں اس واسطے صف اوّل کی تکمیل کر دی گئی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام کی برابر دو آدمیوں کا کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی اور تین کا مکروہ تحریمی۔ کیونکہ صف کامل ہوگئی۔ اور اس صورت میں امام کا صف میں کھڑا ہونا ہوگیا اور یہ ممنوعہ نماز میں بھی۔ بعض صورتوں میں تنہا صف میں کھڑا ہونا جائز ہے۔ مثلاً دو مرد اور ایک عورت ہے تو عورت پچھلی صف میں تنہا کھڑی ہوگی۔

عرض :۔ ایام وبا میں بعض جگہ دستور ہے کہ بکرے کے داہنے کان میں سورہ یٰسین شریف اور بائیں میں سورہ مزمل شریف پڑھ کر دم کرتے ہیں اور شہر کے اردگرد پھرا کر چھوڑا ہے پھر ذبح کرتے ہیں اور اس کی کھال دوسری زمین میں دفن کر دیتے ہیں یہ کیسا ہے۔

ارشاد :۔ کھال دفن کرنا حرام ہے کہ اضاعت مال ہے اور چھوڑا ہے پھرے جا کر ذبح کرنا جہالت اور بیکار بات ہے اللہ کے نام پر ذبح کر کے مساکین کو تقسیم کر دے۔

عرض :۔ کیا خطبہ نکاح بھی کھڑے ہو کر قبلہ رُو پڑھنا چاہیئے۔

ارشاد :۔ ہاں کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور قبلہ رُو ہونا کچھ ضروری نہیں ہے سامعین کی طرف منہ ہونا چاہیئے۔ خطبہ جمعہ بھی تو قبلہ کی جانب پشت کر کے پڑھا جانا مشروع ہے۔

عرض :۔ معلم کی اگر تنخواہ مقرر نہ ہو تو بچوں سے کام لے سکتا ہے یا نہیں۔

ارشاد :۔ اگر والدین کو ناگوار نہ ہو اور بچوں کو تکلیف نہ ہو تو حرج نہیں تنخواہ مقرر ہو یا نہ ہو۔

عرض :۔ میلاد خواں کے ساتھ اگر امرد شامل ہوں یہ کیسا ہے۔

ارشاد :۔ نہیں چاہیئے۔

عرض :۔ نوشہ کے ابٹن ملنا جائز ہے یا نہیں۔

ارشاد :۔ خوشبو ہے۔ جائز ہے۔

عرض :۔ اگر بیسلپور سے بدایوں جانا ہو اور راستہ میں بریلی اترا تو قصر کرے گا یا نہیں۔

ارشاد :۔ اس صورت میں قصر نہیں کہ سفر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

عرض :۔ ایک شخص بریلی کا ساکن مراد آباد میں دکان کھولے اور وہاں تجارت کا ارادہ ہو اور کبھی کبھی اپنے اہل وعیال کو بھی لے جایا کرے اس صورت میں

مرادآباد وطن اصلی ہوگا یا وطن اقامت۔

ارشاد:۔ وطن اصلی نہ ہوگا ہاں اگر وہاں نکاح کرے تو ہو جائے گا۔

عرض:۔ اگر وہابی نکاح پڑھائے تو ہو جائے گا یا نہیں۔

ارشاد:۔ نکاح تو ہی جائے گا اس واسطے کہ نکاح تمام باہمی ایجاب وقبول کا ہے اگرچہ برہمن پڑھا دے چونکہ وہابی سے پڑھوانے میں اس کی تعظیم ہوتی ہے جو حرام ہے۔ لہذا احتراز لازم ہے۔

عرض:۔ ولیمہ نکاح کی سنت ہے یا زفاف کی اور نابالغ کا نکاح ہو تو ولیمہ کب اور کس دن کرے۔

ارشاد:۔ ولیمہ زفاف کی سنت ہے اور نابالغ بھی بعد زفاف کے ولیمہ کرے اور ولیمہ شب زفاف کی صبح کو کرے۔

عرض:۔ نکاح کے بعد چھوہارے لٹانے کا جو رواج ہے یہ کہیں ثابت ہے یا نہیں۔

ارشاد:۔ حدیث شریف میں لوٹنے کا حکم ہے اور لٹانے میں بھی کوئی حرج نہیں اور یہ حدیث دار قطنی و بیہقی وطحاوی سے مروی ہے۔

عرض:۔ خضاب سیاہ اگر وسمہ سے ہو۔

ارشاد:۔ وسمہ سے ہو یا کسی سے ہو سیاہ خضاب حرام ہے۔

عرض:۔ کوئی صورت بھی اس کے جواز کی ہے۔

ارشاد:۔ ہاں جہاد کی حالت میں جائز ہے۔

عرض:۔ اگر جوان عورت سے مرد ضعیف نکاح کرنا چاہے تو خضاب سیاہ کر سکتا ہے یا نہیں۔

ارشاد:۔ بوڑھا بیل سینگ کاٹنے سے بچھڑا نہیں ہو سکتا۔

عرض:۔ بعض کتب میں ہے کہ وقت شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے وسمہ کا خضاب تھا۔

ارشاد :۔ حضرت امام حسن و حسین و عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم خضاب وسمہ کا کیا کرتے تھے کہ یہ سب حضرات مجاہدین تھے۔

عرض :۔ نماز قسر تہ تھی اور قصر پڑھی تو اعادہ ہوگا یا نہیں۔

ارشاد :۔ ضرور اعادہ ہوگا کہ سر سے نماز ہی نہ ہوئی۔

عرض :۔ ایک گاؤں میں مسجد پاس ویرانہ میں ہے اس کے متصل ایک کمہار نام ... ہے مسجد مذکور میں نماز بھی نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کے اردگرد لوگ کوڑہ وغیرہ ڈالتے ہیں۔ وہ کمہار زمین مسجد کو خریدنا چاہتا ہے آیا اس کی بیع ہو سکتی ہے یا نہیں۔

ارشاد :۔ حرام ہے اگرچہ زمین کے برابر سونا دے۔ مسجد کے بیچ جو لوگ ایسا کریں ان کی نسبت قرآن عظیم فرماتا ہے لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم ونیا میں ان کے لیے رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔

عرض :۔ نماز جنازہ کی تعجیل سے کیا مراد ہے۔

ارشاد :۔ غسل وکفن بغیر تو نماز پڑھ سکتے ہی نہیں ہاں اس کے بعد تاخیر نہ کرے بعض لوگ شب جمعہ میں جس کا انتقال ہوا ہے تو نماز جمعہ رکھے رہتے ہیں کہ آدمیوں کی نماز میں کثرت ہو جائے یہ ناجائز ہے اور اس کی تصریح کتب فقہ میں موجود ہے اور اگر قبر تیار ہونے سے پیشتر کسی عذر سے تاخیر کی جائے تو حرج نہیں

عرض :۔ مردہ کے ساتھ مٹھائی تو قبرستان میں چیونٹیوں کے ڈالنے کے لیے لے جانا کیسا ہے۔

ارشاد :۔ ساتھ لے جانا روٹی کا جس طرح علمائے کرام نے منع فرمایا ہے۔ ویسے ہی مٹھائی ہے اور چیونٹیوں کو اس نیت سے ڈالنا کہ میت کو تکلیف نہ پہنچائیں یہ محض جہالت ہے اور یہ نیت نہ بھی ہو تو بھی بجائے اس کے مساکین صالحین پر تقسیم کرنا بہتر ہے (پھر فرمایا) مکان پر جس قدر چاہیں خیرات کریں قبرستان میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ اناج تقسیم ہوتے وقت بچے اور عورتیں وغیرہ غل مچاتے اور

مسلمانوں کی قبروں پر دوڑتے پھرتے ہیں۔

عرض:۔ معمولی چھینٹ جس کے پاجامے عورتوں کے ہوتے ہیں خوش دامن کا پاجامہ ایسی چھینٹ کا ہو اس پر سے اس کے جسم کو ہاتھ بشہوت لگائے تو کیا حکم ہے۔

ارشاد:۔ اگر ایسا کپڑا ہے کہ حرارت جسم کی نہ معلوم ہو تو خیر ورنہ حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔

عرض:۔ یہ جو مولود شریف کی بعض کتب میں لکھا ہے کہ جس رات آمنہ خاتون حاملہ ہوئیں دو سو عورتیں رشک حسد سے مرگئیں یہ صحیح ہے یا نہیں۔

ارشاد:۔ اس کی صحت معلوم نہیں البتہ چند عورتوں کا بہ تمنائے نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرجانا ثابت ہے۔

عرض:۔ اسقاط کی حالت میں چند سیر گندم اور قرآن عظیم دیا جاتا ہے اس میں کل کفارہ ادا ہو جائے گا یا نہیں۔

ارشاد:۔ جتنی قیمت قرآن عظیم کی بازار میں ہے اتنے کا کفارہ ادا ہو جائے گا۔

عرض:۔ ثمن کے اندر عاقدین مختار ہیں جتنا چاہیں طے کرلیں۔

ارشاد:۔ یہاں یہ کہ صدقہ دیا جارہا ہے وہی بازار کے بھاؤ کا اعتبار ہوگا۔

عرض:۔ خطبہ کے وقت عصا ہاتھ میں لینا سنت ہے یا کیا۔

ارشاد:۔ اختلاف ہے علماء کا بعض کہتے ہیں کہ سنت ہے اور بعض مکروہ بتاتے ہیں۔

عرض:۔ سنت و مکروہ میں تعارض ہو تو کیا کرنا چاہیے۔

ارشاد:۔ ترک اولی ہے جامع الرموز میں محیط سے نقل ہے کہ سنت ہے اور محیط ہی میں ہے کہ مکروہ ہے اسی کو ہندیہ میں نقل کیا ہے۔

عرض:۔ دیہات میں جمعہ نہ پڑھنے کے مسائل و رسائل علماء نے لکھے ہیں۔ اس سے اہلِ دیہات بہت پریشان ہیں۔

ارشاد:۔ مذہب حنفی میں جمعہ و عیدین جائز نہیں لیکن جہاں قائم ہے وہاں منع نہ

کیا جائے اور جہاں نہیں ہے وہاں قائم نہ کیا جائے آخر شافعی مذہب پر تو جو ہی جائے گا۔ ایسی صورت میں جہلا جمعہ تو جمعہ ظہر بھی چھوڑ دیں گے ارأیت الذی ینھی عبداً اذا صلّی۔ سے خوف کرنا چاہیئے۔ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منقول ہے کہ ایک شخص کو طلوع آفتاب کے وقت نفل پڑھتے ہوئے دیکھ کر منع نہ فرمایا جب وہ پڑھ چکا تو مسئلہ تعلیم فرمادیا۔

عرض:۔ حضور کی قسم کھا کر خلاف کرنے سے کفارہ لازم آئے گا یا نہیں۔

ارشاد:۔ نہیں۔

عرض:۔ حضور کی قسم کھانا جائز ہے۔

ارشاد:۔ نہیں۔

عرض:۔ کیا بے ادبی ہے۔

ارشاد:۔ ہاں۔

عرض:۔ خلال تانبے پیتل کا گلے میں لٹکانا کیسا ہے۔

ارشاد:۔ ناجائز ہے کیونکہ یہ تعلیق کے حکم میں ہے ویسے جائز ہے اور سونے چاندی کا حرام ہے بلکہ عورتوں کو بھی ایسے ہی سونے چاندی کے ظروف میں کھانا جائز ہے اور گھڑی کی چین بھی عام ازیں کہ چاندی کی ہو یا پیتل کی ہاں ڈورا باندھ سکتا ہے۔

عرض:۔ جوان غیر محرم عورتوں کے سلام کا جواب دینا چاہیئے یا نہیں۔

ارشاد:۔ دل میں جواب دے۔

عرض:۔ اگر غائبانہ نامحرم کو سلام کہلائے۔

ارشاد:۔ یہ بھی ٹھیک نہیں ؎

بسا کین آفت از گفتار خیزد۔

عرض:۔ سنت الفجر اول وقت پڑھے یا متصل فرضوں کے۔

ارشاد:۔ اول وقت پڑھنا اولیٰ ہے حدیث شریف میں ہے جب انسان سوتا ہے شیطان تین گرہ لگا دیتا ہے جب صبح اٹھتے ہی وہ رب عزوجل کا نام لیتا ہے

ایک گرہ کھل جاتی ہے اور وضو کے بعد دوسری اور جب سنتوں کی نیت باندھی تیسری بھی کھل جاتی ہے۔ لہذا اوّل وقت سنتیں پڑھنا اولیٰ ہے۔

عرض:۔ ظہر کے وقت بغیر سنت پڑھے امامت کر سکتا ہے۔

ارشاد:۔ بلا عذر ٹھیک نہیں۔

عرض:۔ سنت جمعہ اگر خطبہ شروع ہونے کی وجہ سے چھوٹ جائیں تو بعد نماز جمعہ پڑھے یا نہیں۔

ارشاد:۔ پڑھے اور ضرور پڑھے۔

عرض:۔ بعض جگہ دستور ہے کہ مسلمان ہندو کی آڑت میں مال فروخت کرتا ہے اور اس صورت میں ہندو کو کمیشن دینا پڑتا ہے اور وہ لوگ کمیشن کے ساتھ چار آنے سیکڑہ اس بات کا لیتے ہیں کہ اس رقم کا اناج خرید کر اناج خرید کر کبوتروں کو ڈالا جائے گا یہ دینا جائز ہے یا نہیں۔

ارشاد:۔ اگر جانوروں کے لیے لیں کچھ حرج نہیں البتہ بت وغیرہ کے لیے یہ ناجائز ہے۔

عرض:۔ دست غیب وکیمیا حاصل کرنا کیسا ہے۔

ارشاد:۔ دستِ غیب کے لیے دُعا کرنا محال عادی کے لیے دُعا کرنا ہے۔ جو مثل محال عقلی و ذاتی کے حرام ہے اور کیمیا تضییع مال ہے اور یہ حرام ہے آج تک کہیں ثابت نہیں ہوا کہ کسی نے بنائی ہو کباسط کفیہ الی الماء دماھو ببالغہ دستِ غیب جو قرآنِ عظیم میں ارشاد ہے اس کی طرف لوگوں کو توجہ ہی نہیں کہ فرماتا ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاہ ویرزقہ من حیث لایحتسب۔ یتق اللہ ۱۲

خہ جیسے کوئی دونوں ہاتھ پھیلائے پانی کی طرف بیٹھا ہو اور وہ پانی یوں اسے پہنچنے والا نہیں

عسہ جو اللہ سے ڈرتا ہے (پرہیز گار ہے) اللہ عزوجل اس کے لیے نجات دیتا ہے اور اسے روزی پہنچاتا ہے وہاں سے جہاں کا اُسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم بالصواب ۱۲ منہ

عمل نہیں ورنہ حقیقۃً سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے میرے ایک دوست مدینہ طیبہ کے رہنے والے ان کا مدینہ منورہ سے بھیجا ہوا ایک خط اتوار کے روز مجھے ملا جس میں پچاس روپیہ کی طلب کی تھی بدھ کے روز یہاں سے ڈاک جاتی تھی جو ہفتہ کے روز ڈاک کے جہاز میں روانہ ہو جاتی تھی پیر کے دن تو مجھے خیال ہی نہ رہا منگل کے روز یاد آیا دیکھا تو اپنے پاس پانچ پیسے بھی نہیں وہ دن بھی ختم ہوا، نماز مغرب پڑھ کر حسب معمول استنجے کو گیا اور یہ فکر کہ کل کو بدھ ہے اور ابھی تک روپیہ کی کوئی سبیل نہیں ہوئی میں نے سرکار میں عرض کیا کہ حضور ہی بھیجنا ہیں عطا فرمائے جائیں کہ باہر سے حسنین (اعلیحضرت مدظلہ کے بھتیجے) نے آواز دی "سیٹھ ابراہیم بمبئی سے ملنے آئے ہیں" میں باہر آیا اور ملاقات کی چلتے وقت اکیاون روپیہ انہوں نے دیئے حالانکہ ضرورت صرف پچاس روپیہ کی تھی یہ اکیاون یوں تھے کہ ایک روپیہ فیس منی آرڈر کا بھی تو دینا پڑتا غرض صبح کو فوراً منی آرڈر کر دیا۔

مؤلف: یہ ہے یرزقہ من حیث لا یحتسب

عرض: ادنیٰ درجہ علم باطن کیا ہے۔

ارشاد: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار سفر کیا اور وہ علم لایا جسے خواص و عوام سب نے قبول کیا۔ دوبارہ سفر کیا اور وہ علم لایا جسے خواص نے قبول کیا عوام نے نہ مانا سہ بارہ سفر کیا اور وہ علم لایا جو خواص و عوام کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔

یہاں سفر سے سیر اقدام مراد نہیں بلکہ سیر قلب ہے اُن کے علوم کی حالت تو یہ ہے اور ادنیٰ درجہ اُن سے اعتقاد ان پر اعتماد و تسلیم ارشاد جو کچھ سمجھ میں آیا فبہا ورنہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب ۔ حضرت شیخ اکبر اور اکابر فن نے فرمایا ہے کہ ادنیٰ درجہ علم باطن کا یہ ہے کہ اس کے عالموں کی تصدیق کرے کہ اگر نہ جانتا تو ان کی تصدیق نہ کرتا نیز حدیث میں فرمایا ہے اغد عالما او متعلما او مستمعا او محبا و لا تکن الخامس فتہلک صبح کر اس حالت میں کہ تو خود عالم ہے

یا علم سیکھتا ہے یا عالم کی باتیں سنتا ہے یا ادنیٰ درجہ یہ کہ عالم سے محبت رکھتا ہے اور پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہو جائے گا۔

عرض:۔ کیا واعظ کا عالم ہونا ضروری ہے۔

ارشاد:۔ غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے۔

عرض:۔ عالم کی کیا تعریف ہے۔

ارشاد:۔ عالم کی تعریف یہ ہے کہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو اور مستقل ہو اور اور اپنی ضروریات کے کتاب سے نکال سکے بغیر کسی کی مدد کے۔

عرض:۔ کتب بینی ہی سے علم ہوتا ہے۔

ارشاد:۔ یہی نہیں بلکہ علم افواہ رجال سے بھی حاصل ہوتا ہے۔

عرض:۔ حضور مجاہدہ میں عمر کی قید ہے۔

ارشاد:۔ مجاہدے کے لیے کم از کم اسیؒ برس درکار ہوتے ہیں باقی طلب ضرور کی جائے۔

عرض:۔ ایک شخص اسیؒ برس کی عمر سے مجاہدات کرے یا اسیؒ برس مجاہدہ کرے۔

ارشاد:۔ مقصود یہ ہے کہ جس طرح اس عالم میں مسببات کو اسباب سے مربوط فرمایا گیا ہے اسی طریقہ پر اگر چھوڑیں اور جذب وعنایت ربانی بعید کو قریب نہ کر دے تو اس راہ کی قطع کو اسیؒ برس درکار ہیں اور رحمت توجہ فرمائے تو ایک آن میں نصرانی ابدال کر دیا جاتا ہے اور صدق نیت کے ساتھ یہ مشغول مجاہدہ ہو تو امداد الٰہی ضرور کارفرما ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا او جو ہماری راہ میں مجاہدہ کریں ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے۔

حصہ سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ شطرنج اور تاش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تاش وشطرنج کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

دونوں ناجائز ہیں اور تاش زیادہ گناہ وحرام کہ اس میں تصاویر بھی ہیں ومسألة الشطرنج مبسوطة فی الدر وغیرھا من الحظر والشھادات والصواب الاطلاق المنع کما اوضحه فی رد المحتار. واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم

مسئلہ سود اور رشوت سے توبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سود اور رشوت کا مال توبہ سے پاک ہو جاتا ہے اور اس کے یہاں نوکری کرنا اور کھانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

زبانی توبہ سے حرام مال پاک نہیں ہو سکتا بلکہ توبہ کے لیے شرط ہے کہ جس جس سے لیا ہے واپس دے وہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو دے پتہ نہ چلے تو اتنا مال تصدق کر دے بے اس کے گناہ سے برأت نہیں اس کے یہاں نوکری کرنا تنخواہ لینا، کھانا کھانا جائز ہے جبکہ وہ چیز جو اسے دے اسکا بعینہ مال حرام ہونا نہ معلوم ہو کما فی الھندیة عن الذخیرة عن محمد رحمة اللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم

مسئلہ ۳ - لباس کے بارے میں قاعدہ اور کلیہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید انگریزی ٹوپی یعنی ہیٹ استعمال نہیں کرتا ہے مگر پتلون پہنتا ہے اور پتلون پر ترکی ٹوپی پہنتا ہے یہ لباس درست ہے یا نہیں۔

الجواب

دربارۂ لباس اصل کلی یہ ہے کہ جو لباس جس جگہ کفار یا مبتدعین یا فساق کی وضع ہے اپنے اختصاص و شعاریت کی مقدار پر مکروہ یا حرام یا بعض صورت میں کفر تک ہے حدیقہ ندیہ میں فرمایا ولبس زی الافرنج کفر علی الصحیحۃ ہیٹ اسی قسم میں ہے اور پتلون قسم اول میں اور دوسرے ملک میں کسی اسلامی قوم کی وضع ہونا کافی نہیں جب کہ اس میں ملک میں کفار یا فساق کی وضع ہو فان کل بلدۃ وعوائدھا خصوصاً اس حالت میں کہ ترکوں نے بھی یہ وضع بہت قریب زمانہ سے اختیار کی اور وہ بھی نہ طوعاً بلکہ جبراً سلطان محمود خاں کے زمانہ میں سلطنت کی طرف سے اس پر مجبور کیا گیا اور ینگچری فوج نے اس پر مخالفت کی اور کشت و خون واقع ہوا بالآخر مجبوری مانی۔

مسئلہ ۴ - قبر کے طواف یا سجدہ کی ممانعت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوسہ دینا قبر اولیائے کرام اور طواف کرنا گرد قبر کے اور سجدہ کرنا تعظیماً از روئے شرع شریف موافق مذہب حنفی جائز ہے یا نہیں بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب

الجواب

بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے خصوصاً مزارات طیبۂ اولیائے کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ فاصلہ سے

کھڑا ہو یہی ادب ہے پھر تقبیل کیونکر مقصود ہے یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو د
جاتا ہے اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے:

لکل مقام مقال ولکل مقال رجال ولکل رجال مجال ولکل مجال منال
نسأل اللہ حسن المال وعندہ العلم بحقیقۃ کل حال۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ نقالوں کو پیسے دینا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نقالوں کو دینا جیسا کہ تقریب نکاح وغ
میں آتے ہیں اور گھیرتے ہیں اور مانگتے ہیں ان کو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر انہیں ممنوعات شرعیہ سے اپنے یہاں باز رکھا جائے اور بغیر کسی امر ممنوع
شرعی کی اُجرت کے احساناً دیا جائے تو جائز ہے بلکہ اگر اس نیت سے دیں کہ یہ مسلمان
اس مالِ حلال کو پاکر اکل حلال سے بہرہ مند ہوں اور شاید اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ
ان کو توبہ نصیب فرمائے تو محمود و حسن باعث اجر ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث
اللھم لک الحمد علی زانیۃ۔ اللھم لک الحمد علی سارق اس پر شاہد عدل
ہے اس صورت میں دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال وطیب ہے عالمگیری
وغیرہ میں اس کی تصریح ہے اور اگر یہ صورت ہے کہ نہ دے گا تو اسے مطعون کرتے
پھریں گے اس کا مضحکہ اڑائیں گے نقل بنائیں گے جیسا کہ ان کی عادات سے
معروف و مشہور ہے۔ تو اس صورت میں بھی اپنے تحفظ کے لیے دینا جائز و حلال ہے
اگرچہ انہیں لینا حرام ہے اس کے جواز پر وہ حدیث شاہد ہے کہ ایک شاعر نے بارگاہ
رسالت میں آکر سوال کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو ارشاد
فرمایا اقطع عنی لسانہ (میری طرف سے اس کی زبان کاٹ دے) درمختار وغیرہ
میں اس کا جواز مصرح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ ایک دوسرے کو آم کی گٹھلیاں مارنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اکثر لوگ جب فصل آم آتی ہے تو باغوں کو جا کر آم کھاتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے آموں کی گٹھلیاں مارتے ہیں اور لہو ولعب میں مشغول ہوتے ہیں آیا یہ فعل ان کا کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز برتقدیر عدم جواز کے حرام ہے یا بدعت ہے یا مکروہ اور برتقدیر بدعت کے بدعت حسنہ ہے یا سیئہ۔

الجواب

گٹھلیاں مارنا ناجائز وممنوع ہے۔ مسند امام احمد وصحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد وسنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

قال نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عن الخذف وقال انہ لا یقتل الصید ولا ینکا العدو وانہ یفقؤ العین ویکسر السن۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلّا یا گٹھلی یا کنکری پھینک کر مارنے سے منع فرمایا اور فرمایا اس سے نہ دشمن پر وار ہو سکے نہ جانور کا شکار، اس کا نتیجہ یہی ہے کہ آنکھ پھوڑ دے یا دانت توڑ دے۔

فی التیسیر الخذف بمجتمین وقاء الرمی بحصاۃ او نواۃ لانہ یفقؤ العین ولا یقتل الصید

اور صرف چھلکوں سے ہم مرتبہ لوگ نادراً محض تطییب قلب کے طور پر باہم مزاح دوستانہ کریں جس میں اصلاً کسی حرمت یا حشمت دینی کا ضرر حالاً یا مالاً نہ ہو تو مباح ہے عالمگیری میں ہے: قال القاضی الامام ملک الملوک اللعب الذی یلعب الشبان ایام الصیف بالبطیخ بان یضرب بعضھم بعضا مباح غیر مستنکر۔ کذا فی جواھر الفتاوی فی الباب السادس۔

عوارف المعارف شریف میں ہے۔ راوی بکر بن عبداللہ:

قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتبادحون بالبطیخ فاذا کانت الحقائق کانواھم الرجال یقال بدح یبدح اذا رمی ای یترامون بالبطیخ اھ۔ ذکر قدس سرہ فی الباب الثلثین۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ بیل بکرے کو خصی کرنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیل اور بکرے کو خصی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بالاتفاق جائز ہے کہ اس میں منفعت ہے خصی کا گوشت بہتر ہوتا ہے اور خصی بیل محنت زیادہ برداشت کرتا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اگر جانور کے خصی کرنے میں واقعی کوئی منفعت یا دفع مضرت مقصود ہو تو مطلقاً حلال اگرچہ جانور غیر ماکول اللحم ہو مثلاً بلی وغیرہ ورنہ حرام ہے۔ اسی اصل کی بنا پر ہمارے علماء گھوڑے کو خصی کرنا بھی جائز جانتے ہیں جب کہ مقصود دفع شرارت ہو اگرچہ بعض منع فرماتے ہیں:

لما فیہ من تقلیل آلۃ الجہاد اقول الموجود لایعدم والموہوم لایعتبر الاتری ان العزل یجوز عن الامۃ مطلقا وعن الحرۃ باذنہا بخلاف الاکل فان فیہ اعدام موجود

ہاں آدمی کا خصی ہونا بالاجماع مطلقاً حرام ہے۔ دُرمختار میں ہے:

وجاز خصاء البہائم حتی الہرۃ واما خصاء الآدمی فحرام قیل الفرس وقیدوہ بالمنفعۃ والافحرام۔

ردالمحتار میں ہے:

قولہ قیل والفرس ذکر شمس الائمۃ الحلوانی انہ لاباس بہ عند اصحابنا وذکر شیخ الاسلام انہ حرام ط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸ - بچوں کی تعلیم کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابیوں کے پاس اپنے لڑکوں کو پڑھانا کیسا ہے اور جو اُن کے پاس اپنے لڑکوں کو پڑھنے کے بیٹھے بھیجے اس کے لیے کیا حکم ہے۔

الجواب

حرام۔ حرام۔ حرام اور جو ایسا کرے بدخواہ اطفال و مبتلائے آثام، قال اللہ:

یا ایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹ - اہل کتاب کی ملازمت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزوں کی نوکری سلائی کے کام کی کرنا یا ان کا کپڑا مکان پر لا کر سینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

انگریز کی سلائی کی نوکری کرنے یا گھر پر لا کر اس کا کپڑا سینے میں کوئی مضائقہ نہیں جب کہ کسی محذور شرعی پر مشتمل نہ ہو۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

اجر نفسہ من نصرانی ان النعال من انواع الملبوسات والنساء والرجال سواء فی کراھۃ لبس النحاس۔

مسئلہ ۱۰ - جوتے پر گوٹے اور تلے کے احکامات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جھوٹے کام کا جوتا مردوں کو پہننا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ جزئیہ کتب متداولہ فقہ میں فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کی نظر سے نہ گزرا مگر ظاہر یہ ہے

والعلم عند اللہ کہ جوتے کام کا جوتہ مرد وزن سب کے لیے مکروہ ہونا چاہیئے:
فان المنسوخ کغیرہ ولاشک ان النعال من انواع الملبوسات والنساء والرجال
سواء فی کراھۃ لبس النحاس۔
ہاں سچے کام کا جوتہ عورتوں کے لیے مطلقاً جائز اور مردوں کے واسطے بشرطیکہ
مغرق نہ ہو۔ نہ اس کی کوئی بوٹی چار انگل سے زیادہ کی ہو یعنی اگر متفرق کام کا ہے اور
ہر بوٹی چار انگل یا کم ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اگرچہ جمع کرنے سے چار انگل سے زیادہ
ہو جائے خلاصہ یہ ہے کہ جوتی اور ٹوپی کا ایک ہی حکم ہونا چاہیئے۔
وفی الفتاوی الھندیۃ یلبس الذکور قلنسوۃ من الحریر او الذھب او الفضۃ
او الکرباس الذی خیط علیہ ابریشم کثیرا وشی من الذھب او الفضۃ اکثر من
قدر اربع اصابع انتھی۔ قال العلامۃ الشامی وبہ یعلم حکم العراقیۃ المسماۃ
بالطاقیۃ فاذا کانت منقشۃ بالحریر وکان احد نقوشھا اکثر من اربع اصابع
لا تحل وان کان اقل تحل وان زاد مجموع نقوشھا علی اربع اصابع بناء
علی ما مر من ان ظاھر المذھب عدم جمیع المتفرق انتھی وقد قال العلامۃ
الشامی ایضا ان قد استوی کل من الذھب والفضۃ والحریر فی الحرم فترخیص
الحریر ترخیص غیرہ بدلالۃ المساواۃ ویؤیدہ عدم الفرق ما مر من اباحۃ
الثوب المنسوج من ذھب اربعۃ اصابع اھ ملخصا فافھم وتبثت اذ بہ تحرر
ما کان العلامۃ الطحطاوی متوقفا فیہ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۱۱: بیوی کی میت کو دیکھنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شوہر اپنی بی بی
اور بی بی اپنے شوہر کی میت کو غسل دے سکتی ہے یا نہیں اور اس کا چھونا
کیسا ہے۔ یعنی مرد اپنی عورت کو اور عورت اپنے شوہر کو چھو سکتی ہے یا
نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

زن و شوہر کا باہم ایک دوسرے کو حیات میں چھونا مطلقاً جائز ہے حتیٰ کہ فرج و ذکر کو بہ نیت صالحہ موجب ثواب و اجر ہے:

کما نص علیہ سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

البتہ بحالت حیض و نفاس زیر ناف زن سے زیر زانو تک چھونا منع ہوتا ہے۔ علی قول الشیخین رضی اللہ عنہما و بہ یفتی اسی طرح اور عوارض خاصہ مثل صوم و اعتکاف و احرام وغیرہا کے باعث ان عوارض تک ممانعت ہو جاتی ہے اور شوہر بعد وفات اپنی عورت کو دیکھ سکتا ہے مگر اس کے بدن کو چھونے کی اجازت نہیں لانقطاع النکاح بالموت اور عورت جب تک عدت میں ہے اپنے شوہر مردہ کا بدن چھو سکتی ہے اُسے غسل دے سکتی ہے جب کہ اس سے پہلے بائن نہ ہو چکی ہو۔ لبقاء النکاح فی حقہا بالعدۃ نص علی ذالک فی تنویر الابصار والدر المختار وغیرہما من معتمدات الاسفار واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ[۱۲]۔ بدمذہبوں کی ملازمت گناہ ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسلمانوں کے حق میں جو آریہ سماجوں میں جاکر کاپی نویسی کرتے ہیں یا پریس میں ہیں یا ان کے اخبار میں مذہبی پرچے روانہ یا تقسیم کرتے ہیں۔ حالانکہ ان پرچوں میں قرآن کریم اور رسول رحیم پر یہ کھلے اعتراض و الزام ہوتے ہیں اور خداوند عالم کی شان میں گستاخانہ کلمات استعمال کرتے ہیں۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ منہا......[ع] اور علمائے متقدمین و متاخرین کھلی کھلی گالیاں دی جاتی ہیں جن کی شاہد سماجی کتب ترک اسلام، تہذیب الاسلام آریہ مسافر جالندھر۔ آریہ مسافر میگزین، مسافر بھڑائچ آریہ پتر بریلی، ستیارتھ پرکاش موجود ہیں۔ نمونہ کے طور پر سے چند الفاظ نقل ذیل ہیں:

[ع] اس جگہ الفاظ کفریہ ملعونہ تھے لہٰذا بیاض چھوڑ دی گئی۔

عــ .... ستیارتھ پرکاش ....

سلــہ .... مسافر بھڑا یچ ....

آیا ان مسلمانوں سے جو سماجوں میں ملازم ہیں میل جول رکھا جائے اور وہ مسلمان سمجھے جائیں ایسے مسلمان جو مخالفین اسلام و دشمنان خدا و رسول کی اعانت کرنے والے ہیں ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا درست ہے اور ان کے ساتھ شرکت نکاح جائز ہے یا نہیں مفصل بیان فرمایئے اللہ اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

الجواب

اللہ عزوجل اپنے غضب سے پناہ دے۔ الحمد للہ فقیر نے وہ ناپاک ملعون کلمات نہ دیکھے کہ جب سوال کی اس سطر پر آیا جس سے معلوم ہوا کہ آگے کلمات لعینہ ملعونہ منقول ہوں گے ان پر نگاہ نہ کی نیچے کی سطریں جن میں سوال ہے باحتیاط دیکھیں ایک ہی لفظ جو اوپر سائل نے نقل کیا ہے اور نادانستگی میں نظر پڑا وہی مسلمان کے دل پہ زخم کو کافی ہے اب کہ جواب لکھ رہا ہوں کا غذ تہ کر لیا ہے کہ اللہ تعالٰی ملعونات کو نہ دکھائے نہ سنائے جو نام کے مسلمان کاپی نویسی کرتے ہیں اور اللہ عزوجل و قرآن عظیم

سلــہ اس مقام پر بھی کلمات خبیثہ تھے لہذا نقل نہ کئے گئے اوّل تعجب اور نہایت تعجب ان مسلمانوں سے کاپی نویسی و تصحیح ایسی ناشائستہ کتابوں کی کرتے ہیں اور ایسے سچے پکے قائم باللہ مسلمان بھی ہیں جو ان کتابوں کی جلدیں باندھتے ہیں۔ چنانچہ بعد ارسال اسی سوال کے سائل صاحب راقم کے پاس آئے اور دو کتابیں آریہ کی ان کے ہاتھ میں تھیں اس میں سے انہوں نے ایک ایک مقام سے کچھ پڑھ کر سنایا ایک کتاب میں یہی قصہ منقول تھا کہ ایک کتاب آریہ نے اپنے مذہب کی کتابیں ایک مسلمان کو جلد کرنے کو دیں مگر اس نے اسی بنا پر کہ یہ کفر کی کتابیں ہیں جلد باندھنے سے انکار کر دیا جس پر اس آریہ کو بڑا غصہ آیا مختصر (مولوی نواب) سلطان احمد خان (صاحب) نانکن چیوٹی۔

عــہ یہاں بھی سطور طعنونہ تھیں۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسے ملعون کلمات ایسی گالیاں اپنے قلم سے لکھتے یا چھاپتے یا کسی طرح اس میں اعانت کرتے ہیں اُن سب پر اللہ عزوجل کی لعنت اترتی ہے وہ اللہ و رسول کے مخالف اور اپنے ایمان کے دشمن ہیں۔ قہر الٰہی کی آگ ان کے لیے بھڑکتی ہے۔ صبح کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں اور شام کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں اور خاص جس وقت ان ملعون کلموں کو آنکھ سے دیکھتے ہیں قلم سے لکھتے مقابلہ وغیرہ میں زبان سے نکالتے یا پتھر پر اس کا ہلکا بھرا بناتے ہیں ہر کلمہ پہ اللہ عزّوجل کی سخت لعنتیں ملائکہ اللہ کی شدید لعنتیں اُن پہ اترتی ہیں۔ یہ میں نہیں کہتا قرآن فرماتا ہے:

ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لھم عذابا مھینا۔
بے شک وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں۔ اللہ نے ان کے لیے تیار کر رکھا ہے ذلت کا عذاب۔

ان ناپاکوں کا یہ گمان کہ گناہ تو اس خبیث کا ہے جو مصنف ہے ہم تو نقل کر دینے یا چھاپ دینے والے ہیں سخت ملعون و مردود گمان ہے زید کسی دنیا کے عزت دار کو گالیاں لکھ کر چھپوانا چاہے تو ہرگز نہ چھاپیں گے۔ جانتے ہیں مصنف کے ساتھ چھاپنے والے بھی گرفتار ہوں گے۔ مگر اللہ واحد قہار کے قہر و عذاب و لعنت و عتاب کی کیا پرواہ ہے یقیناً یقیناً کاپی لکھنے والا پتھر بنانے والا چھاپنے والا کل چلانے والا غرض جان کر کر اس میں کچھ ہے کسی طرح اس میں اعانت کرنے والا سب ایک رسی میں باندھ کر جہنم کی بھڑکتی آگ میں ڈالے جانے کے مستحق ہیں اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔
گناہ اور حد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو
جو دانستہ کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد دینے

یعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام   چلا وہ یقیناً اسلام سے نکل گیا۔

یہ اس ظالم کے لیے ہے جو گرہ بھر زمین یا چار پیسے کسی کے دبا لے یا زید عمرو کسی کو ناحق سخت سست کہے اس کے مددگار کو ارشاد ہوا کہ اسلام سے نکل جاتا ہے نہ کہ یہ اشد ظالمین جو اللہ و رسول کو گالیاں دیتے ہیں ان باتوں میں ان کا مددگار کیونکر مسلمان رہ سکتا ہے: رواہ الطبرانی فی الکبیر و الضیاء فی صحیح المختارۃ عن اوس ابن شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہے:

من افات الید کتابۃ ما یحرم تلفظہ من شعر المجون والفواحش والتذف والقصص التی فیہا نحو ذلک والاہاجی نثرا ونظما والمصنفات والمشتملۃ علی مذاہب الفرق الضالۃ فان القلم احدی اللسانین فکانت الکتابۃ فی معنی الکلام بل ابلغ منہ لبقائہا علی صفحات اللیالی والایام والکلمۃ مذہب فی الھواء ولا یبقی اھ مختصرا

ایسے اشد فاسق فاجر اگر توبہ نہ کریں تو ان سے میل جول ناجائز ہے ان کے پاس دوستانہ اٹھنا بیٹھنا حرام ہے پھر مناکحت تو بڑی چیز ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین ۰

اور رجوان میں اس ناپاک کبیرہ کو حلال بتائے اس پر اصرار و استکبار و مقابلہ شرع سے پیش آئے وہ یقیناً کافر ہے اس کی عورت اس کے نکاح سے باہر ہے اس کے جنازہ کی نماز حرام اُسے مسلمانوں کی طرح غسل دینا کفن دینا دفن کرنا اس کے دفن میں شریک ہونا اُس کی قبر پر جانا سب حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ. واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر کے یہاں فتاوے مجموعہ پر نقل ہوتے ہیں میں نے نقل فرمانے والے سے کہہ دیا ہے کہ ان ملعون الفاظ کی نقل نہ کریں سُنا گیا کہ سائل کا قصد اس فتوے کے چھاپنے کا ہے درخواست کرتا ہوں کہ ان ملعونات کو نکال ڈالیں[1] ان کی جگہ دو

---

[1] جس وقت حضرت صاحب نے یہ فتویٰ مرتب فرما کر بھیجا سائل میرے پاس بیٹھے ہوئے

ایک سطریں خالی صرف نقطے لگا کر چھوڑ دیں کہ مسلمانوں کی آنکھیں اُن لعنتی ناپاکیوں کے دیکھنے سے باذنہٖ تعالیٰ محفوظ رہیں۔ فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین۵

مسئلہ ۱۳۔ نامحرم اندھے سے پردے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ نامحرم عورتوں کو اندھے سے پردہ کرنا لازم ہے اس زمانہ میں یا نہیں اور مقتضیٔ احتیاط کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اندھے سے پردہ ویسا ہی ہے جیسا کہ آنکھ والے سے اور اس کا گھر میں جانا عورت کے پاس بیٹھنا ویسا ہی ہے جیسا آنکھ والے کا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افعمیاوان انتما۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۔ کبوتر بازی، مرغ بازی کی حرمت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کبوتر اُڑانا اور پالنا اور مرغ بازی، بٹیر بازی، کن کیا بازی اور فروخت کرنا اور کنکیا اور ڈورا اور مانجھا جائز ہے یا ناجائز اور ان لوگوں سے سلام علیک کرنا اور سلام کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

کبوتر پالنا جائز ہے جب کہ دوسروں کے کبوتر نہ پکڑے اور کبوتر اڑانا اور لعنتوں اُن کو اُترنے نہیں دیتے حرام ہے اور مرغ یا بٹیر کا لڑانا حرام ہے

نوٹ: اس تحریر حضرت کو دیکھ کر اسی وقت انہوں نے اپنے سوال میں ان ناپاک کلمات پر قلم پھیر دیا اور کہا میں نے صرف دکھانے کے واسطے یہ کلمات سوال میں نقل کر دیئے تھے ۱۲

ان لوگوں سے ابتدا سلام نہ کی جائے جواب دے سکتے ہیں۔ واجب نہیں کنکیں
اڑاتے ہیں وقت ومال کا ضائع کرنا ہوتا ہے۔ یہ بھی گناہ ہے اور گناہ کے
آلات کن کیا ڈور بیچنا بھی منع ہے۔ اصرار کریں تو ان سے بھی ابتدا بہ سلام
نہ کی جائے۔ واللہ اعلم

مسئلہ۔ گیارہویں شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ گیارہویں ہم
رباعی شریف پڑھنا چاہیئے یا نہیں رباعی یہ ہے ؎

سید وسلطاں فقیر وخواجہ مخدوم وغریب
بادشاہ وشیخ ودرویش وولی مولانا

اور اگر یہ رباعی پڑھنا جائز ہے تو کل طریقہ فاتحہ گیارہویں شریف کا براہ
مہربانی تحریر فرما دیجئے۔

الجواب

یہ رباعی نہ پڑھی جائے اس میں بعض الفاظ خلاف شانِ اقدس ہیں۔ فاتحہ
ایصالِ ثواب کا نام ہے جو کچھ قرآن مجید اور درود شریف سے ہوسکے پڑھ کر
ثواب نذر کرے۔ اور ہمارے خاندان کا معمول یہ ہے کہ سات بار درود
غوثیہ پھر ایک بار الحمد شریف و آیۃ الکرسی پھر سات بار سورۂ اخلاص پھر تین بار
درود غوثیہ۔ درود غوثیہ یہ ہے:

اللھم صل علی سیدنا ومولینا محمد معدن الجود والکرم وعلی
الہ وبارک وسلم۔

اور فقیر اتنا زائد کرتا ہے:

وعلی الہ الکرام وابنہ الکریم وامتہ الکریم وبارک وسلم

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۱ حقے کے پانی سے وضو

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حقہ کے پانی سے وضو جائز رکھا گیا ہے وہ کون حالت اور کس وقت پر۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جب آب مطلق اصلاً نہ ملے تو یہ پانی بھی آب مطلق ہے اس کے ہوتے ہوئے تیمم ہرگز صحیح نہیں اور اس تیمم سے نماز باطل۔ واللہ اعلم

مسئلہ ۱۶۲ سوتی یا اونی موزوں پر مسح

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں سوتی موزہ پر مسح جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

سوتی یا اونی موزے جیسے ہمارے بلاد میں رائج ہیں ان پر مسح کسی کے نزدیک درست نہیں کہ نہ وہ مجلد ہیں یعنی ٹخنوں تک چمڑا منڈھے ہوئے نہ منعل یعنی تلا چمڑے کا لگا ہوا نہ ثخین یعنی ایسے دبیز و محکم کہ تنہا انہیں کو پہن کر قطع مسافت کریں تو شق نہ ہو جائیں اور ساق پر اپنے ہونے کے سبب بے بندش کے رکے رہیں ڈھلک نہ آئیں اور ان پر پانی پڑے تو روک لیں اور فوراً پاؤں کی طرف چھن نہ جائے جو پائتابے ان تینوں وصف مجلد منعل ثخین سے خالی ہوں ان پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے، ہاں اگر ان پر چمڑا منڈھا لیں یا چمڑے کا تلا لگا لیں تو بالاتفاق شاید نہیں اس طرح کے دبیز بنائے جائیں تو صاحبین کے نزدیک مسح جائز ہو اور اسی پر فتویٰ ہے۔ فی المنیۃ والغنیۃ۔

والمسح علی الجوارب لایجوز عند ابی حنیفۃ الا ان یکونا مجلدین ای استوعب مجلدما یستر القدم الی الکعب (او منعلین) ای جعل الجلد علی مایلی الارض منھا خاصۃ

كالنعل للرجل (وقالا يجوز اذا كانا ثخينين لايشفان) فان الجوارب اذا كان لايجاوز الماء منه الى القدم فهو بمنزلة الاديم والصرم في عدم جذب الماء الى نفسه الابعد لبث وذلك بخلاف الرقيق فانه يجذب الماء وينفذه الى الرجل في الحال (وعليه) اى على قول ابي يوسف ومحمد (الفتوى والثخين ان يستمسك على الساق من غير ان يشد بشئ) هكذا فسره كلامهم وينبغي ان يقيد بما اذا لم فانه نشاهد ما يكون فيه ضيق يستمسك على الساق من غير شد والحد بعدم جذب الماء اقرب وبما يمكن فيه متابعة المشي اصوب وقد ذكر نجم الدين زاهدي عن شمس الائمة الحلواني ان الجوارب من الغزل والشعر ما كان رقيقا منها لايجوز المسح عليه اتفاقا الا ان يكون مجلدا او منعلا وما كان ثخينا منها فان لم يكن مجلدا او منعلا فمختلف فيه وما كان خلاف فيه اهـ ملتقطا قلت وههنا وهم عرض للمولى الفاضل اخي يوسف چلپي في حاشية شرح الوقاية فلا عليك منه بعد ما سمعت نص امام الشان شمس الائمة وكذلك نص في الخلاصة بما يكفي لازاحة كما حققه في الغنية وذكر طرفا منه في رد المحتار فراجعهما ان شئت والله سبحنه وتعالى اعلم۔

مسئلہ: حالت جنابت میں سلام کا جواب دینا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو پر غسل جنابت یا احتلام کا ہے اور زید سامنے ملا اور سلام کہا تو اس کو جواب دے یا نہیں اور اگر اپنے دل میں کوئی کلام الٰہی یا درود شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

دل میں بایں معنی کہ نرے تصور میں بے حرکت زبان تو یوں قرآن مجید پڑھ سکتا ہے اور قرآن مجید بحالت جنابت جائز نہیں اگرچہ آہستہ ہو اور درود شریف پڑھ سکتا ہے مگر کلی کے بعد چاہیئے اور جواب سلام دے سکتا ہے اور بہتر یہ کہ بعد تیمم ہو کما فعلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

تنویر میں ہے:

لا یکرہ النظر الیہ (ای القرآن) لجنب وحائض ونفساء کادعیۃ۔

ردّالمحتار میں ہے:

نص فی الھدایۃ علی استحباب الوضوء لذکر اللہ تعالیٰ۔

اسی میں بحر سے ہے:

وترک المستحب لا یوجب الکراھۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ[۱۹] ۔ آیاتِ قرآنی کو بے وضو چھونا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی اردو کتاب یا اخبار میں چند آیات قرآن بھی شامل ہوں تو ان کو بلا وضو چھونا یا پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

کتاب یا اخبار میں جس جگہ آیت لکھی ہے خاص اس جگہ کو بلا وضو ہاتھ لگانا جائز نہیں اسی طرف ہاتھ لگایا جائے جس طرف آیت لکھی ہے خواہ اس کی پشت پر دونوں ناجائز ہیں۔ باقی ورق کے چھونے میں حرج نہیں پڑھنا بے وضو جائز ہے نہایت کی حاجت ہو تو حرام ہے۔ واللہ اعلم

مسئلہ[۲۰] ۔ نمازِ معذور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

۱۔ معذور صبح کے وضو سے اشراق کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔

۲۔ معذور نے ایسے آخر وقت میں نماز شروع کی کہ دوسرے وقت میں تمام ہوئی مثلاً ظہر کی عصر میں یا عصر کی مغرب میں تو نماز ہوگئی یا اس کو پھر قضا پڑھے در صورت ثانیہ جب ایسا وقت آخر ہوگیا کہ نماز دوسرے وقت میں جا کر ختم ہوگی تو نماز پڑھ کر پھر اس کی قضا پڑھے یا نہ پڑھے جب تک وقت دوسرا نہ ہو جائے کہ پہلے نماز اول

پڑھے پھر دوسری ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) کہ خروج وقت ناقض وضوئے معذور ہے ہاں اشراق کے وضو سے آخر ظہر تک نمازیں فرض و نفل پڑھ سکتا ہے کہ دخول وقت ناقص وضو نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) نماز بالاجماع باطل ہوگئی کہ خروج وقت و دخول دونوں پائے گئے تو خلال نماز میں وضو جاتا رہا۔ ہاں اگر بعد قعدہ اخیرہ کے قبل سلام وقت جاتا رہا تو صاحبین کے نزدیک نماز ہو جائے گی اور امام کے نزدیک نہیں کما فی المسائل الاثنا عشر۔

اگر وقت قلیل رہ گیا اور خلال نماز میں خروج وقت کا اندیشہ ہے واجبات پر اقتصار کرے مثلاً ثنا و تعوذ و درود و دعا ترک کرے۔ رکوع و سجود میں صرف ایک بار کہے اور اگر واجبات کی بھی گنجائش نہیں تو بجائے فاتحہ کے صرف ایک آیت پڑھے غرض فرائض پر قناعت کرے اور خروج وقت مشکوک ہو جائے تو شک سے نہ وقت خارج مانا جائے گا نہ وضو ساقط لان الیقین لا یزول بالشک۔ ہاں اگر اقتصار علی الفرائض پر بھی خروج وقت بالیقین ہو جائے گا تو اگر کسی امام کے نزدیک نماز ہو سکے گی اُس کے اتباع سے پڑھ لے۔ فان الاداء الجائز عند البعض اولیٰ من الترک۔ کما فی الدر۔ پھر قضا پڑھے اُس وقت مذاہب دیگر کی طرف مراجعت کی مہلت نہ ملی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱ جنبی کا پسینہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالت جنابت میں اگر پسینہ آئے اور کپڑے تر ہو جائیں تو نجس ہو جائیں گے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نہیں کہ جنب کا پسینہ مثل اُس کے لعاب دہن کے پاک ہے

الآدمی مطلقا ولو جنبا او کافرا طاهر وحکم العرق کسوراہ ملخصا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۔ پڑیا سے رنگے ہوئے کپڑوں سے نماز کی ادائیگی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پڑیا کے رنگے ہوئے کپڑے سے نماز درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بادامی رنگ کی پڑیا میں تو کوئی مضائقہ نہیں اور رنگت کی پڑیا سے ورع کے لیے بچنا اولیٰ ہے پھر بھی اُس سے نماز نہ ہونے پر فتویٰ دینا آج کل سخت حرج کا باعث ہے پھر بھی :

والحرج مدفوع بالنص وعموم البلوی من موجبات التخفیف لاسیما فی مسائل الطہارۃ والنجاسۃ۔

لہٰذا اس مسئلہ میں مذہب حضرت امام اعظم وامام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عدول کی کوئی وجہ نہیں ہمارے ان اماموں کے مذہب پر پڑیا کی رنگت سے نماز بلاشبہ جائز ہے۔ فقیر اس زمانہ میں اسی پر فتویٰ دینا پسند کرتا ہے :

وقد ذکرنا علیٰ ھٰذہ المسئلۃ کلاما اکثر من ھٰذا فی فتاوانا وتحقیق الامر بمالا مزید علیہ ان ساعد التوفیق من اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۔ شبہ سے ناپاکی

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ گدا روئی کا جس میں نجس ہونے کا شبہ قوی ہے نیچے بچھا ہے اور اُس پر پاک رضائی اوڑھی ہے بارش سے چھت ٹپکی رضائی اور گدا خوب تر ہوگیا رضائی پیروں کے تلے بھی دبی تھی یعنی گدے سے ملحق تھی اس صورت میں رضائی کی نسبت کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

شبہہ سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی کہ اصل طہارت ہے۔ والیقین لا یزول بالشک۔ ہاں ظن غالب کہ بربنائے دلیل صحیح ہو فقہیات میں ملحق بیقین ہے نہ بربنائے توہمات عامہ پس اگر گدے میں کسی نجاست کا ہونا معلوم تھا اور یہ بھی معلوم ہو کہ رضائی گدے کے خاص موضع نجاست سے ملتصق تھی اور گدے میں خاص اس جگہ تری بھی اتنی تھی کہ چھوٹ کر رضائی کو لگے یا رضائی کے موضع اتصال میں اس قدر رطوبت تھی کہ چھوٹ کر گدے کے محل نجاست کو تر کرے غرض یہ کہ موضع نجاست پر رطوبت خواہ وہیں کی خواہ دوسری چیز مجاور کی پہنچی ہوئی اس قدر ہو جس کے باعث نجاست ایک کپڑے سے دوسرے تک تجاوز کر سکے اور اس تجاوز کے یہ معنی کہ کچھ اجزاء رطوبت نجسہ اُس سے متصل ہو کر اس میں آجائیں نہ صرف وہ جسے سیل یا ٹھنڈک کہتے ہیں کہ حکم فقہ میں یہ انفصال اجزا نہیں صرف انتقال کیفیت ہے اور وہ موجب نجاست نہیں اور اس قابلیت تجاوز کی تقدیر رطوبت کا اس قدر ہونا جسے نچوڑے سے بوند ٹپکے کہ ایسے ہی رطوبت کے اجزا دوسری شے کی طرف متجاوز ہوتے ہیں جب تینوں شرطیں ثابت ہوں تو البتہ رضائی کے اتنے موضع پر تجاوز نجاست کا حکم دیا جائیگا پھر اگر موضع بقدر معتبر فی الشرع مثلاً ایک درہم سے زائد ہو تو رضائی ناپاک ٹھہرے گی اور اُسے اُوڑھ کر نماز ناجائز ہوگی ورنہ حکم عفو میں رہے گی اور اگرچہ ایک درہم کی قدر میں کراہت تحریمی اور کم میں صرف تنزیہی ہوگی اور اگر ان تینوں شرطوں میں کسی کی بھی کمی ہوئی تو رضائی سرے سے اپنی طہارت پر باقی اور سراپا پاک ہے مثلاً گدے کی نجاست مشکوک تھی یا وہ سب ناپاک تھا اور رضائی کا خاص موضع نجاست سے ملنا معلوم نہیں یا محل نجاست کی رطوبت خواہ رضائی سے حاصل کی ہوئی قابل تجاوز نہ تھی۔ یہ سب صورتیں طہارت مطلقہ تامہ کی ہیں:

ھذا ھو التحقیق الذی عولنا علیہ لظہور وجہہ ولکونہ احوط وان کان الکلام فی المسئلۃ طویل الذیل ذکر بعضہ فی ردالمحتار آخر الانجاس وآخر

الکتب وفیه عن البرھان ولا یخفی منہ انہ لا یتیقن بانہ مجرد ندا وۃ الا اذا کان النجس الرطب ھو الذی لا یتقاطر بعصرہ اذ یمکن ان یصیب الثوب الجاف قدر کثیر من النجاسۃ ولا ینبع منہ شئ بعصرہ کما ھو شاھد عند البدایۃ بغسلہ الخ وفیہ عن الامام الزیدی لانہ اذ لم یتقاطر منہ بالعصر لا یتصل منہ شئ وانما یتبل ما یجاورہ بالنداوۃ وبذلک لا یتنجس الخ وعن الخانیۃ اذا غسل رجلہ فمشی علی ارض نجسۃ بغیر مکعب فابتل الارض من بلل رجلہ و اسود وجہ الارض لکن لم یظھر اثر بلل الارض فی رجلہ فصلی جازت صلاتہ و ان کان بلل الماء فی رجلہ کثیرا حتی ابتل وجہ الارض و صار طینا ثم اصاب الطین رجلہ لا تجوز صلاتہ الخ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۴ مردہ جانوروں کی ہڈی کا پاک ہونا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہڈی مردار جانور کی پاک ہے یا ناپاک ہے کیونکہ سینگ تو ہر جانور کا پاک ہے اگر مسواک میں ہڈی ہاتھی دانت کی ہو کیسی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ہڈی ہر جانور کی پاک ہے حلال ہو یا حرام مذبوح ہو یا مُردار جبکہ اُس پر بدن میتہ کی کوئی رطوبت نہ ہو سوا سؤر کے کہ اُس کی ہر چیز ناپاک ہے۔ مسواک میں ہاتھی دانت کی ہڈی ہو تو کچھ حرج نہیں ہاں اُس کا ترک بہتر ہے لمحل خلاف محمد فانہ قائل بنجاسۃ عینیۃ کالخنزیر کما فی فتح القدیر ورد المحتار وغیرھما ورعایۃ الخلاف مستحبۃ بالاجماع۔

درمختار میں ہے:

شعر المیتۃ غیر الخنزیر وعظمھا طاھر اھ ملخصا۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۲۵: بچے کا پیشاب ناپاک ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیر خوار بچہ کا پیشاب پاک ہے یا
یا ناپاک؟

الجواب

آدمی کا بچہ اگرچہ ایک دن کا ہو اس کا پیشاب ناپاک ہے اگرچہ لڑکا ہو: والمسئلة
واردة متونا وشروحا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶: ناپاک لحاف کو پاک کرنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لحاف توشک وغیرہ روئی دار کپڑے ناپاک ہو جائیں تو وہ مع روئی کے دھل کر پاک ہو سکتے ہیں یا روئی علیحدہ ہو کر کپڑا الگ دھونے سے پاک ہوگا اور اگر روئی کا سوت کات لیا جائے تو وہ سوت بغیر اس کے کہ دری وغیرہ بنوائی جائے دھونے سے پاک ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بھرے کپڑے نچوڑنے میں آسکیں جیسے ہلکی توشک رضائی وغیرہ وہ یوہیں دھونے سے پاک ہو جائیں گے ورنہ بہتے دریا میں رکھیں یا اُن پر پانی بہائیں یہاں تک کہ نجاست باقی رہنے پر ظن حاصل ہو یا تین بار دھوئیں اور ہر بار اتنا وقفہ کریں کہ پہلا پانی نکل جائے۔

فی الدر المختار یطھر محل غیر مرئیة بغلبة ظن غاسل طھارة محلھا بلا عدد به یفتی وقدر ذلك لموسوس بغسل عصر ثلثا فیما ینعصر وتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیرہ مما ینشرب النجاسة وھذا کله اذا غسل فی غدیر اوصب علیه ماء کثیرا وجری علیه الماء طھر مطلقا بلا شرط عصر وتجفیف وتکرار غمس ھو المختار۔ اھ۔

ناپاک روئی کا سوت دھونے سے بخوبی پاک ہو سکتا ہے بلکہ دری بنا کر پاک کرنے

سے سوت کی تطہیر آسان ہے کہ وہ نچوڑنے میں سہل آسکتا ہے۔ لا یخفی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸ - نجاست کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خلوائیوں کی کڑاھائیوں کو کتے چاٹتے ہیں انہیں کڑاھائیوں میں وہ شیرینی بناتے ہیں اور دودھ گرم کرتے ہیں ان کے یہاں کی شیرینی یا دودھ سے کر کھانا پینا درست ہے یا کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

طہارت، نجاست ظاہری میں شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ احتمال سے نجاست ثابت نہیں ہوتی جس خاص شے کی نجاست معلوم ہو وہی خاص نجس وحرام ہے۔ ولہٰس امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بہ ناخذ مالم نعرف شیئًا حرامًا بعینہ۔ مسئلہ کی تمام تر تحقیق وتفصیل ہمارے رسالہ "الاحلی من السکر" میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹ - نجاست کے بارے میں ایک اور مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگلی پر نجاست لگ جائے اور اُسے چاٹ لیا جائے تو انگلی پاک ہو جائے اور منہ بھی پاک رہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

انگلی کی نجاست چاٹ کر پاک کرنا کسی سخت گندی ناپاک روح کا کام ہے اور اُسے جائز جاننا شریعت پر افترا واتہام اور تحلیل حرام اور قاطع اسلام ہے اور یہ کہنا محض جھوٹ ہے کہ منہ بھی پاک رہے گا نجاست چاٹنے سے قطعًا ناپاک ہو جائے گا اگرچہ بار بار وہ نجس ناپاک تھوک یہاں تک نگلنے سے کہ اثر نجاست کا منہ سے دھل کر سب پیٹ میں جائے پاک ہو جائے گا مگر اس چاٹنے نگلنے

کو وہی جائز رکھے گا جو نجس کھانے والا ہو۔ الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت۔ والطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت۔ اولٰٓئک مبرؤن مما یقولون۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۹ مسئلہ۔ ہندوؤں کی اشیائے خوردنی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندو سے اشیاء خوردنی جیسے دودھ۔ دہی۔ گھی۔ ترکاری۔ شیرینی وغیرہ تر یا خشک کا استعمال اہل سنت کے نزدیک درست ہے یا حرام اور آیۂ انما المشرکون نجس سے اہل تشیع کا اشیاء مذکورہ میں کیا خیال ہے اور مجدد صاحب کا اس امر میں کیا فتویٰ ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

آیۂ کریمہ انما المشرکون نجس۔ اُن کے نجاست قلب و نجاست دین کے بارے میں ہے احسام اگر ملوث بہ نجاست میں نجس ہیں ورنہ نہیں، تمام کتب فقہ متون و شروح و فتاویٰ اس کی تصریحات سے مالا مال ہیں اُن کے یہاں کا گوشت تو ضرور حرام مگر اُس حالت میں کہ مسلمانوں نے اللہ عزوجل کے لیے ذبح کیا اور بنانے پکانے لانے کے وقت مسلمانوں کی نگاہ سے غائب نہ ہوا کوئی نہ کوئی مسلمان اُسے دیکھتا رہا تو اس وقت تک حلال ہے ورنہ حرام اور باقی اشیاء جن میں نجاست یا حرمت متحقق و ثابت ہو نجس و حرام ہیں ورنہ طاہر و حلال اصل اشیاء میں طہارت و حلت ہے۔ قال تعالیٰ خلق لکم ما فی الارض جمیعًا۔ جب تک کسی عارض سے اس اصل کا زوال ثابت نہ ہو حکم اصل ہی کے لیے رہے گا۔ محرر المذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں بہ ناخذ مالم نعرف شیئًا حرامًا بعینہٖ۔ مگر اس میں شک نہیں کہ ہنود بلکہ تمام کفار اکثر ملوث بنجاست رہتے ہیں بلکہ اکثر نجاستیں اُن کے نزدیک پاک ہیں بلکہ بعض نجاستیں ہنود کے خیال میں پاک کنندہ ہیں تو جہاں ایک دشواری نہ ہو اُن سے بچنا اولیٰ ہے۔ غرض فتویٰ جواز

اور تقوی احتراز روافض کا خیال ضلال ہے اور اس مسئلہ میں حضرت مجدد کا کوئی خیال مجھے اس وقت یاد نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ لوح محفوظ کیا ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لوح محفوظ کیا چیز ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

زیر عرش ایک لوح ہے جس کا طول پانسو برس کی راہ ہے اس میں ما کان وما یکون الی یوم القیامۃ ثبت ہے

مسئلہ۔ لوح محفوظ کی تحریر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو کچھ لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے اُس کو تبدل و تغیر بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

صحیح یہ ہے کہ لوح تغیر سے محفوظ ہے تغیر وتبین صحف ملئکہ میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ نسخ صحف میں ہے یا لوح میں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو کچھ اللہ عزوجل نے بعد آفرینش دنیا کے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے ایک ہی مرتبہ اُس کا انتظام کر دیا ہے یا بتدریج اُس کی ترمیم و تنسیخ ہوتی رہتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نسخ صحف میں ہے نہ لوح میں۔ کل صغیر و کبیر مستطر۔ جف القلم بما هو

کائن۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۲ ترک تدبیر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حدیث
جف القلم اور تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہوتا تھا ہو لیا تدبیر انسانی کچھ فائدہ
نہیں دیتی۔

الجواب

دنیا عالم اسباب ہے اور سبب و مسبب سب مقدر مطلقاً ترک تدبیر جہل
شدید ہے اور اس پر اعتماد تام ضلال بعید۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۳ شقی ازلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شقی ازل کوشش انسانی سے
سعید ہو سکتا ہے یا نہیں اور سعید ازلی پر صحبت بد کا اثر ہو سکتا ہے یا نہیں؟
بینوا توجروا۔

الجواب

نہ شقی ازلی سعید ہو سکے نہ سعید ازلی شقی سعید ازلی پر صحبت بد کا اثر ممکن ہے یونہی
شقی ازلی پر صحبت نیک کا مگر انجام اسی پر ہو گا جس لیے بنائے گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۵ حاکم حقیقی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اور ہو گا
بوساطت فرشتگان اور سیارگان و عقول عشرہ ہی ہو رہا ہے یا ہر آن میں بلا توسل

ان سب کے خود حاکم حقیقی نظم و نسخ فرماتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اللہ اکبر۔ حاکم حقیقی عزجلالہ پاک ہے اس سے کہ کسی سے توسل کرے۔ وہی اکیلا حاکم، اکیلا خالق، اکیلا مدبر ہے۔ سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں اس نے عالم اسباب میں ملائکہ کو تدابیر امور پر مقرر فرمایا ہے قال تعالیٰ والمدبرات امرا۔ علماء نے کہا کہ پہلے بعض کام ارواح کواکب سے بھی متعلق تھے زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کام ان سے نکال لیا گیا اب ملائکہ مدبر ہیں اور عقول عشرہ جس طرح فلاسفہ مانتے ہیں ان کا ہذیان بین البطلان ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ انبیاء کا علم غیب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے رسالہ میں لکھتا ہے کہ کاہن جو غیب کا حال بتاتا ہے اس پر یقین کرنا کفر ہے وہ کیا حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی غیب کا حال نہیں معلوم تھا۔ آیا یہ دونوں عقیدے زید کے موافق عقائد سلف اہل سنت وجماعت کے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اللھم لک الحمد۔ علم ذاتی کہ بے عطائے غیر ہو اور علم مطلق تفصیلی کہ جملہ معلومات الٰہیہ کو محیط ہو اللہ عزوجل سے خاص ہیں مگر مغیبات کا مطلق علم تفصیلی بعطائے الٰہی ضرور تمام انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے لیے ثابت ہے انبیاء سے اس کی نفی مطلقاً ان کی نبوت ہی سے منکر ہونا ہے امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی فرماتے ہیں النبی ھو المطلع علی الغیب یعنی نبی کہتے ہیں اسے جو غیب پر مطلع ہو ابن جریر ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابو الشیخ امام مجاہد تلمیذ خاص سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرماتے ہیں:

انہ قال فی قولہ تعالیٰ ولئن سالتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قال رجل من

المنافقین یحدثنا محمد ان ناقۃ فلان بوادی کذا وکذا وما یدریہ بالغیب ۔
یعنی کسی شخص کی اونٹنی گم ہوگئی اس کی تلاش تھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے اس پر ایک منافق بولا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے ۔ محمد غیب کیا جانیں اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری کہ کیا اللہ اور اُس کی آیتوں اور اُس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد ۔ تو جو نفی مطلق کرے بلا شبہہ کافر ہے اور اگر علم ذاتی یا علم محیط جملہ معلومات الٰہی سے تاویل کرے تو کفر سے بچ جائے گا مگر شان اقدس میں ایسا موہوم کلام بولنے کا اس پر الزام قائم ہے کہ اس کا ظاہر کلام بعینہ وہی ہے جو اُس منافق نے کہا اور اللہ عزوجل نے اُس کے کفر کا فتویٰ دیا کیوں نہ کہا کہ بے اللہ کے بتائے کچھ معلوم نہیں ہوتا ۔

مسئلہ ۔ حقے کا استعمال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حقہ کے بارہ میں تحقیق حق کیا ہے ۔

الجواب

حق یہ ہے کہ معمول حقہ جس طرح تمام دُنیا گے عامۂ بلاد کے عوام وخواص یہاں تک کہ علماء وعظمائے حرمین محترمین زادہما اللہ شرفاً وتکریماً میں رائج ہے شرعاً مباح وجائز ہے جس کی ممانعت پر شرع مطہر سے اصلا دلیل نہیں تو اُسے ممنوع وناجائز کہنا یا احوال حقہ سے بے خبری پر مبنی ۔ کما عرض لکثیر من المتکلمین علیہ فی بدو ظہورہ قبل اختیارہ ووضوح امرہ فقیل مسکر وقیل مفتر وقیل مفر ای مطلقا کالسموم وقیل وقیل ۔
یا بعض احوال عارضہ بعض فساق متناولین کی نظر پر مبنی ۔ کقول من قال انہ مما یجتمع علیہ الفساق کاجتماعہم علی المحرمات وقول اٰخر انہ یصد عن

ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ۔

یا بعض عوارض مخصوصہ بعض بلاد و بعض اوقات کے لحاظ سے ناشی جن کا حکم ان کے غیر امصار و امصار کو ہرگز شامل نہیں:

کمن احتج بالنهی السلطانی علی کلام فیه للعلامة النابلسی۔

یا محض مفتریات کاذبہ مخترعات ذاہبہ پر متفرع کتھور من تفوه ان کل دخان حرام۔ وجعله حدیثا عن سید الانام علیه افضل الصلوٰة واکمل السلام وکجراة من قال اجمعوا علی حرمته والاجماع۔

فقیر نے اس باب میں زیادہ بیباک متقشف افغانستان سے پائی کہ چند کتب فقہ پڑھ کر تقشف و تصلف کو حد سے بڑھاتے اور عامۂ امت مرحومہ کو ناحق فاسق و فاجر بناتے ہیں اور جب اپنے دعوے باطل پر نہیں پاتے ناچار حدیثیں گڑھ بناتے ہیں میں نے ان کی بعض تصانیف میں ایک حدیث دیکھی کہ:

من شرب الدخان فکانما شرب دم الانبیاء۔

جس نے حقہ پیا گویا اس نے پیغمبروں کا خون پیا۔

اور دوسری حدیث یوں تراشی:

من شرب الدخان فکانما زنی بامه فی الکعبة

جس نے حقہ پیا گویا اس نے کعبہ معظمہ میں اپنی ماں سے زنا کیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ جہل بھی کیا بد بلا ہے خر خر گامرکب کہ لا دا ہے۔ مسکین نے ایک مباح شرعی کے حرام کرنے کو دیدہ و دانستہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر بہتان اٹھایا اور حدیث متواتر:

من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعده من النار۔

کا اصلا دھیان نہ لایا یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔

اللهم تب علینا وعلیه ان کان حیا واغفر لنا وله ان کان میتا۔

یا قواعد شرع میں بے غوری اور نظر و فکر کی بیطوری سے پیدا

کرا عم من زعم انه بدعة وکل بدعة ضلالة ومنه زعم الزاعم ان فیه استعمال الة العذاب یعنی النار وذالک حرام وهذا امن البطلان یا بین مکان نقضه المحدث الدهلوی فیما نسب الیه باستعمال الماء المعذب به قوم نوح علیه الصلوٰة والسلام قلت وفی الترویح بالمرواح استعمال الة عذاب عاد. واما اصلاح الفاضل اللکهنوی بزیادة قید علی هیئاة اهل العذاب. فاقول لایجدی نفعا والالم یجز الاغتسال بماء حار قال تعالیٰ یصب من فوق رؤسهم الحمیم وماذا یزعم الزاعم فی دخول الحمام فیکون علی هذا حراما منهیا عنه لذاته بل من الکبائر اما مطلقا علی ما اختارهٰذا الفاضل من کون تعاطی المکروه تحریمًا من الکبائر او بعد الاعتیاد علی ما علیه الاعتماد من کونه فی نفسه من الصغائر وذٰلک لان الحمام کما افاد العلامة المناوی فی التیسیر اشبه شئ بجهنم النار من تحت والظلام من فوق وفیه الغم والحبس والضیق ولذا لما دخله سیدنا سلیمٰن نبی الله علیه الصلوٰة والسلام تذکر به النار وعذاب الجبار اخرج العقیلی والطبرانی وابن عدی والبیهقی فی السنن عن ابی موسی الاشعری رضی الله تعالیٰ عنه یرفعه الی النبی صلی الله تعالیٰ علیه واٰله وسلم قال اول من دخل الحمامات وضعت له النورة سلیمان بن داؤد فلما دخله وجد حره وغمه فقال اوّه من عذاب الله اوّه قبل ان لاتکون اوه قلت وبهذا ابرحدیث التشبیه باهل النار وحدیث الملابسة بالنار کمالایخفی علی اولی الابصار۔

ولہذا علمائے محققین واجلہ معتمدین مذاہب اربعہ نے بعد تنقیح کار و امکان انکار اس کی

اباحت کا حکم فرمایا۔ وھو الحق التحقیق بالقبول۔

علامہ سیدی احمد حموی غمز العیون والبصائر میں فرماتے ہیں:

یعلم منه حل شرب الدخان۔

اس قاعدہ سے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے حقہ پینے کی حلت معلوم ہوئی۔

علامہ عبد الغنی بن علامہ اسمٰعیل نابلسی قدس سرہما القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

من البدع العادیة استعمال التتن والقهوة الشائع ذکرهما فی هٰذا الزمان بین الاسافل والاعیان والصواب انه لا وجه لحرمتهما ولا لکراهتهما فی استعمالهما

بدعات عادیہ سے ہے حقہ اور کافی کا پینا جن کا چرچا آج کل عوام وخواص میں شائع ہے اور حق یہ ہے کہ ان کی حرمت کی کوئی وجہ ہے نہ کراہت کی۔ علامہ محقق علاؤالدین دمشقی در مختار میں عبارت اشباہ نقل کر کے فرماتے ہیں:

فیفهم منه حکم التتن۔

شامی میں ہے:

وھو الاباحة علی المختار۔

یعنی اس سے تمباکو کا حکم مفہوم ہوتا ہے اور وہ اباحت ہے مذہب مختار میں، پھر فرمایا:

وقد کرهه شیخنا العمادی فی هدیة الحاقاله بالثوم والبصل بالاولی۔

ہمارے استاد عبد الرحمٰن بن محمد عماد الدین دمشقی نے اپنی کتاب ہدیہ میں اُسے سیر و پیاز سے ملحق ٹھہرا کر مکروہ رکھا۔

علامہ سیدی ابو السعود علامہ سیدی طحطاوی نے حاشیہ در مختار میں فرمایا:

لا یخفی ان الکراهة تنزیهیة بدلیل الالحاق بالثوم والبصل والمکروه تنزیها یجامع الجواز

پوشیدہ نہیں کہ یہ کراہت تنزیہی ہے جیسے لہسن پیاز کی اور مکروہ تنزیہی جائز ہوتا ہے

علامہ حامد آفندی عمادی ابن علی آفندی مفتی دمشق الشام اپنے فتاوے مغنی مستفتی عن سوال المفتی میں علامہ محی الدین بن احمد بن محی الدین حید کردی جزری

رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں:

فی الاختیار له دفع الحرج عن المسلمین فان اکثرهم مبتلون بتناوله مع ان تحلیله ایسر من تحریمه وما خیر رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بین امرین الا اختار ایسرهما واما کونه بدعة فلا ضرر فانه بدعة فی التناول لا فی الدین فاثبات حرمته امر عسیر لا یکاد یوجد له نصیر۔	حلت تلیاں پر فتوی دینے میں مسلمانوں سے دفع تنگی ہے کہ اکثر اہل اسلام اس کے پینے میں مبتلا ہیں معہذا اس کی تحلیل تحریم سے آسان تر ہے اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دو کاموں میں اختیار دیئے جاتے جو اُن میں زیادہ آسان ہوتا اسے اختیار فرماتے رہا اس کا بدعت ہونا یہ کچھ باعث ضرر نہیں کہ یہ بدعت کھانے پینے میں ہے نہ امور دین میں تو اس کی حرمت ثابت کرنا ایک دشوار کام ہے جس کا کوئی معین و مددگار نظر نہیں آتا۔

❊

علامہ خاتم المحققین سیدی امین الملۃ والدین محمد بن عابدین شامی قدس سرہ السامی ردالمحتار حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

للعلامة الشیخ علی الاجهوری المالکی رسالة فی حله نقل فیها انه افتی بحله من یعتمد علیه من ائمة المذاهب الاربعة۔	علامہ شیخ علی اجہوری مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حقہ کی حلت میں ایک رسالہ لکھا جس میں نقل فرمایا کہ چاروں مذہب کے ائمہ معتمدین نے ان کی حلت پر فتوی دیا۔

پھر فرماتے ہیں:

قلت والف فی حله ایضا سیدنا العارف عبد الغنی النابلسی رسالة سماها الصلح بین	حلت تلیاں میں ہمارے سردار عارف باللہ حضرت عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بھی ایک رسالہ تالیف فرمایا

بین الاخوان فی اباحة شرب الدخان وتعرض له فی کثیر من تالیف الحسان و اقامة الطامة الکبری علی القائل بالحرمة او بالکراهة فانهما حکمان شرعیان لابد لهما من دلیل ولا دلیل علی ذلک فانه لم یثبت اسکاره ولا تفتیره ولا اضراره بل ثبت له منافع فهو داخل تحت قاعدة الاصل فی الاشیاء الاباحة وان فرض اضراره للبعض لایلزم منه تحریمه علی کل احد فان العسل یضر باصحاب الصفراء الغالبة وربما امرضهم مع انه شفاء بالنص القطعی ولیس الاحتیاط فی الافتراء علی الله تعالیٰ باثبات الحرمة او الکراهیة اللذین لابد لهما من دلیل بل فی القول بالاباحة التی هی الاصل وقد توقف النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مع انه هو المشرع فی تحریم الخمر ام الخبائث حتی نزل علیه النص القطعی فالذی

جس کا نام الصلح بین الاخوان فی اباحة شرب الدخان۔ رکھا اور اپنی بہت تالیفات نفیسہ میں اُس سے تعرض کیا اور حقہ کی حرمت یا کراہت ماننے والے پر قیامت کبریٰ قائم فرمائی کہ وہ دونوں حکم شرعی ہیں جس کے لیے دلیل درکار اور یہاں دلیل معدوم کہ نہ اُس کا نشہ لانا ثابت ہوا نہ عقل میں فتور ڈالنا نہ مضرت کرنا بلکہ اُس کے منافع ثابت ہوئے ہیں تو وہ اس قاعدہ کے نیچے داخل ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور اگر فرض کیجئے کہ بعض کو ضرر کرے تو اس سے سب پر حرمت نہیں ثابت ہوتی جن مزاجوں پر صفرا غالب ہوتا ہے شہد انہیں نقصان کرتا بلکہ بارہا بیمار کر دیتا ہے آنکہ وہ نص قرآنی شفا ہے اور یہ کوئی احتیاط کی بات نہیں کہ حرمت یا کراہت ٹھہرا کر خدا پر افترا کر دیجئے کہ اُن کے لیے دلیل کی حاجت ہے بلکہ احتیاط مباح ماننے میں ہے کہ وہی اصل ہے خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ بہ نفس نفیس صاحب شرع ہیں شراب جیسی ام الخبائث کی تحریم میں

ينبغي للانسان اذا سئل عنه سواء كان ممن يتعاطاه او لا كهذا العبد الضعيف وجميع من في بيته ان يقول هو مباح لكن رائحته تستكرهها الطباع فهو مكروه طبعا لا شرعا الى اخر ما اطال به رحمه الله تعالى ۔	توقف فرمایا جب تک نص قطعی نہ اتری تو آدمی کو چاہیے کہ جب اُس سے حقہ کے بارہ میں سوال کیا جائے تو اُسے بات ہی بتائے خواہ آپ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو جیسے میں اور میرے گھر میں جس قدر لوگ ہیں ذکر ہم میں کوئی نہیں پیتا مگر فتویٰ اباحت ہی پر دیتا ہوں، ہاں اُس کی بو طبیعت کو ناپسند ہے تو وہ مکروہ طبعی ہے نہ شرعی اور ہنوز علامہ مذکور کا کلام طویل اس کی تحقیق میں باقی ہے ۔

بالجملہ عند التحقیق اس مسئلہ میں سوا حکم اباحت کے کوئی راہ نہیں خصوصًا ایسی حالت میں عجمًا و عربًا و شرقًا و غربًا عام مومنین بلاد و بقاع تمام دُنیا کو اُس سے ابتلاء ہے تو عدم جواز کا حکم دینا عامہ امت مرحومہ کو معاذ اللہ فاسق بنانا ہے جسے ملت حنیفہ سمحہ سہلہ غرا بیضا ہرگز گوارا نہیں فرماتی اسی طرف علامہ جزری نے اپنے اُس قول میں ارشاد فرمایا کہ :

في الافتاء بحله دفع الحرج عن المسلمين ۔

اور اُسے علامہ حامد عمادی پھر منقح علامہ محمد شامی آفندی نے برقرار رکھا ۔ اقول :

ولسنا نعني بهذا ان عامة المسلمين اذا ابتلوا بحرام حل بل الامر ان عموم البلوى من موجبات التخفيف شرعا وما ضاق امر الا اتسع فاذا وقع ذلك في مسئلة مختلف فيها ترجح جانب اليسر هونا للمسلمين عن العسر ولا يخفى على خادم الفقه ان هذا كما هو جار في باب الطهارة والنجاسة كذلك في باب الاباحة والحرمة ولذا تراه من مسوغات الافتاء بقول غير الامام الاعظم رضي الله تعالى عنه كما في مسئلة المخابرة وغيرها مع تنصيصهم بانه لا يعدل عن قوله

الی قول غیرہ الا بضرورۃ بل ھو من مجوزات المیل الی روایۃ النوادر علی خلاف ظاھر الروایۃ کما نصوا علیہ مع تصریحھم بان ما خرج عن ظاھر الروایۃ فھو قول مرجوع عنہ وما رجع عنہ المجتھد لم یبق قولا لہ وقد تشبث العلماء بھذا فی کثیر من مسائل الحلال والحرام ففی الطریقۃ وشرحھا الحدیقۃ فی زماننا ھذا لایمکن الاخذ بالقول الاحوط فی الفتوی الذی افتی بہ الائمۃ ھو ما اختارہ الفقیہ ابو اللیث انہ ان کان فی غالب الظن ان اکثر مال الرجل حلال جاز قبول ھدیتہ و معاملتہ والا لا اھ ملخصا۔ وفی رد المحتار من مسئلۃ بیع الثمار لایخفی تحقیق الضرورۃ فی زماننا ولاسیما فی مثل دمشق الشام وفی نزعھم عن عادتھم حرج وما ضاق الامر الا اتسع ولایخفی ان ھذا مسوغ للعدول عن ظاھر الروایۃ اھ ملخصا۔ وفیہ مسئلۃ العلو فی الثواب ھو ارفق باھل ھذا الزمان لئلا یقعوا فی الفسق والعصیان اھ۔ وفیہ من کتاب الحدود مقتضی ھذا کلہ ان من زفت الیہ زوجۃ لیلۃ عرسہ ولم یکن یعرفھا لایحل لہ وطؤھا مالم یقل واحدۃ او اکثر انھا زوجتک وفیہ حرج عظیم لانہ یلزم منہ تاثیم الامۃ اھ ملخصا الی غیر ذلک من مسائل یکثر عدھا و بطول سردھا فاندفع ما عسی متوھم ان یتوھم من القول الفاضل اللکھنوی ان عموم البلوی انما یؤثر فی باب الطھارۃ والنجاسۃ لا فی باب الحرمۃ والاباحۃ صرح بہ الجماعۃ اھ

ہاں بنظر بعض وجوہ اُسے مکروہ تنزیہی کہہ سکتے ہیں جیسا کہ محقق علائی و علامہ ابو السعود و علامہ طحطاوی و علامہ شامی نے الحاقا بالثوم والبصل افادہ فرمایا:

علی ما فیہ لبعض الفضلاء مع کلام المنافی ذلک المراء۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

الحاقہ بما ذکر ھو الانصاف۔

اقول: یہیں سے ظاہر کہ اس وجہ کو موجب کراہت تحریم جاننا:

کماجزم به الفاضل اللکھنوی فی فتاواہ تردد فی رسالۃ واضطرب فیہ کلام المحدث الدھلوی فیما نسب الیہ فادھم اولا انہ یوجب کراھۃ التحریم وعاد اخرا فقال التنزیہ سراسر خلاف تحقیق ہے۔

ثم اقول : پھر کراہت تنزیہہ کا حاصل مرتب اس قدر کہ ترک اولیٰ ہے نہ کہ فعل ناجائز ہو علما تصریح فرماتے ہیں کہ یہ کراہت مجامع جواز واباحت ہے جانب ترک میں اس کا وہ مرتبہ ہے جو جہت فعل میں مستحب کا کہ مستحب بات کیجئے تو بہتر نہ کیجئے تو گناہ نہیں مکروہ تنزیہی نہ کیجئے تو بہتر کیجئے تو گناہ نہیں پس مکروہ تنزیہی کو داخل دائرہ اباحت مان کر گناہ صغیرہ اور اعتیاد کو کبیرہ قرار دینا کما صدر عن الفاضل اللکھنوی وتبعہ السید الشھدی ثم الکدی سخت لغزش وخطا فاحش ہے یارب مگر وگناہ کون سا جو شرعاً مباح ہو اور وہ مباح کیسا جو شرعاً گناہ ہو۔

فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس ذلت کے رد میں ایک مستقل تحریر مسمی بہ جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ تحریر کی وباللہ التوفیق۔

ثم اقول یوہیں مانحن فیہ میں تین وجہ کراہت تنزیہہ ٹھہرا کر کراہت تحریم کی طرف مرتقی کر دینا کما وقع فیما نسب الی المحدث الدھلوی۔ محض نامعقول قطع نظر اس سے کہ اُن وجوہ سے اکثر محل نظر شرع سے اصلا اس پر دلیل نہیں کہ جو چیز تین وجہ سے مکروہ تنزیہی ہو مکروہ تحریمی ہے۔ ومن ادعی فعلیہ البیان خود محدث دہلوی کے تلمیذ رشید مولانا رشید الدین خان دہلوی مرحوم اپنے رسالہ عربیہ میں صاف لکھتے ہیں کہ علمائے محققین حنفیہ میں کراہت تنزیہی ملتے ہیں۔

حیث قال اما المحققون القائلون بکراھۃ تنزیھا فھم ایضا تشبثوا بالروایات الفقھیہ مثل ما قال صاحب الدر المختار۔

اور اس میں تصریح کی ہے کہ مالت متأخنا الیھا۔ اسی کراہت تنزیہہ کی طرف ہمارے اساتذہ نے میل کیا، اس رسالہ پر شاہ عبد العزیز صاحب و شاہ رفیع الدین صاحب کی تقریظیں ہیں شاہ صاحب نے اُسے تحریر انیق وتقریر رشیق وصحیح والباقی

وستحکم المعانی وموافق روایات ومطابق درایات بتایا اور شاہ رفیع الدین صاحب نے

استحسنت غایۃ الاستحسان ما نثر بالنیہ من جواہر لا لیہ فی میانیہ معانیہ۔
فرمایا تو ظاہر اور دوسری تحریر کی نسبت غلط ہے یا اس میں تحریفیں واقع ہوئی اور اس پر دلیل یہ بھی ہے کہ اس تحریر کے اکثر جوابات مخدوش ومختل اور خلاف تحقیق باتوں پر مشتمل ہیں اور نسبت بہر جہت صحیح ہی مانیئے تو رسالہ تلمیذ کی مدح وتقریظ معارض و مناقض ہوگی وہ تحریر پایۂ اعتبار سے یوں بھی گر گئی اور اس سے بھی قطع نظر کیجیے تو مقصود

اتباع حق ہے نہ تقلید اہل عصر واتباع زید وعمرو واللہ الہادی وولی الایادی۔
الحاصل یہ معمولی حقہ کے حق میں تحقیق حق وتحقیق یہی ہے کہ وہ جائز ومباح و صرف مکروہ تنزیہی ہے یعنی جو نہیں پیتے بہت اچھا کرتے ہیں جو پیتے ہیں کچھ برا نہیں کرتے۔

فان الاساءۃ فوق کراھۃ التنزیہ کما حققہ العلامۃ الشاقی۔
البتہ وہ حقہ جو بعض جہال بلاد ہند ماہ رمضان المبارک شریف میں وقت افطار پیتے اور دم لگاتے اور حواس ودماغ میں فتور لاتے اور دیدۂ ودل کی عجب حالت بناتے ہیں بیشک ممنوع وناجائز وگناہ ہے اور وہ بھی معاذ اللہ ماہ مبارک میں اللہ عزوجل ہدایت بخشے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مفتر چیز سے نہی فرمائی اور اس حالت کے حالت تغیر ہونے میں کچھ کلام نہیں سا احمد وابوداؤد بسند صحیح

عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر۔ واللہ تعالٰی اعلم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ کرنے والی اور دماغ میں خلل ڈالنے والی چیز سے منع فرمایا۔

مسئلہ ۳۸ - حقے کے بارے میں مزید مسائل

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین درباب قلیان کشیدن کہ بعضے مکروہ تنزیہی می فرمایند وبعضے مکروہ تحریمی میگویند وبعض حرام مطلق میدانند وبعضے میفرمایند کہ کسے قلیان میکشد از مشاہدہ جمال جہاں آرای حضرت خواجہ عالم وعالمیان محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ

وسلم واز احضار مجلس حضور پرنور اقدس داخل محروم می ماند پس تا ل میدیم کہ آیات مذہب مختار حنفی چیست کہ درین باب استفتا با صلو دستخط نموند گر مفصل ارقام نرفت وتسکینہ نشد لہذا امید وارم کہ تشریح مفصل ارقام رود۔ بینوا توجروا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین حقہ پینے کے بارے میں بعض مکروہ تنزیہی فرماتے ہیں اور بعض مکروہ تحریمی کہتے ہیں اور بعض مطلق حرام جانتے ہیں اور بعض کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ جو شخص حقہ پیتا ہے وہ جمال جہاں آرا حضرت خواجہ عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار اور حاضری دربار حضور پرنور سے محروم رہتا ہے۔ پس یہ عرض کرتا ہوں کہ دلائل مذہب مختار حنفی کے کیا ہیں۔ اگرچہ اس مسئلہ پر بہت سے علماء نے دستخط فرمائے ہیں مگر کسی نے مفصل تحریر نہیں فرمایا اور میری تسکین نہیں ہوتی۔ لہذا میں امید رکھتا ہوں کہ اس کو تشریح اور تفصیل سے تحریر فرمائیں۔

بینوا توجروا۔

الجواب باید دانست کہ در مسئلہ کشیدن قلیان کہ اختلافات بطور آمدہ اند بر دو قسم اند یکے اختلاف علمائے کاملین و دیگر اختلاف متعصبین۔ اما اختلاف علمائے کاملین کہ بطور رسیدہ بنظر غور و تعمق راجع طرف اختلاف حال تباکو یا اختلاف حال شاربین ست۔

اما اختلاف متعصبین پس مبتنی بر اختیار اقوال شاذہ مردودہ مخالف جمہور یا حکایات بے سروپا مشتمل بر کذب و زور است تفصیل ایں اجمال آنکہ از روئے احادیث و آثار و اقوال جمہور فقہاء کبار اصل در اشیاء اباحت ست پس چیزیکہ در آں دلیلے کہ منصوص الحرمۃ است یافتہ شود مثل بیست یا اسکار البتہ حرام و ممنوع است و چیزیکہ دراں دلیل منصوص حرمت یافتہ نشود و حکمش مسکوت عنہ بود باعتبار ذات حلال و مباح است اگر کراہت و حرمت در کدامی صورت خاصہ یافتہ خواہد شد مکروہ و حرام گفتہ خواہد شد ورنہ بر اصل خود باقی خواہد ماند و چوں در تباکو در بعض بلاد یافتہ میشود اسکار و تفتیر موجود است مثل بلاد بخارا وغیرہ علما آنجا حکم ممانعت فرمودہ اند و در تباکوئے بعض بلاد ہر گز اثرے از تفتیر و اسکار نیست مثل تباکوئے مصر وغیرہ علمائے محققین آنجا حکم بحلت و جواز فرمودہ

اند و قول مسکر را مر دود نموده اند و علی ہذا القیاس اختلاف حال شاربین را ہم دخلی است معتد بہ در حکم آں پس کسے کہ بطور لہو و لعب انہماک بعبث ورزد آں می نماید حکمش جداست و کسے کہ برائے منافع کہ انکار ازاں نتواں نمود بقدر ضرورت استعمال می سازد حکمش جدا است پس ایں اختلاف کہ در اقوال محققین یافتہ میشود فی الحقیقۃ اختلافے نیست و آنچہ متعصبین حرام مطلق میگویند قطع نظر از آنکہ برائے منفعت باشد یا بطور لہو و لعب و عبث تباکو ہم خواہ مسکر و مضر باشد یا نباشد و بغیر نقل از شارع و مجتہدین شریعت اصل در اشیاء حرمت قرار دادہ اند پس تعصبے ست باطل و از حلیہ صدق و انصاف عاطل و قول و حکم قائل کہ از کشیدن قلیان حرمان از مشاہدہ لمعان جمال حضرت سید انس و جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاصل می گردد بے دلیل کامل در ہمیں تعصب لا حاصل داخل است ہر چند علمائے دین دریں مسئلہ رسائل مستقلہ تالیف فرمودہ اند اما دریں جا بیک سند مستند اکتفا نمودہ میشود علامہ شامی در ردالمحتار حاشیہ در المختار بعد ازاں کہ فرمودہ :

جاننا چاہیئے کہ حقہ پینے کے مسئلہ میں جو اختلافات پیدا ہوئے ہیں دو قسم کے ہیں۔ ایک علماء کاملین کا اختلاف اور دوسرا متعصبین کا اختلاف۔ لیکن علماء کاملین کا اختلاف بنظر غور و فکر تباکو یا تباکو پینے والوں کی حالت میں ہے لیکن متعصبین کا اختلاف اقوال شاذ اور مردود خلاف جمہور کا یا حکایات بے سر و پا مشتمل بر کذب و افترا پر مبنی ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے اقوال فقہاء اور احادیث و آثار کی رُو سے یہ ہے کہ اصل میں ہر چیز مباح ہے پس جس چیز کی حرمت کی دلیل نص میں پائی جائے حرام ہوتی ہے جیسے زہر منشیات حرام و ممنوع ہیں اور جس چیز کی حرمت کی دلیل نص میں موجود نہ ہو اس کے حکم سے سکوت اختیار کیا جاتا ہے۔ باعتبار ذات ہر چیز حلال و مباح ہے اگر کراہت اور حرمت کسی خاص صورت میں پائی جائے تو مکروہ یا حرام کہا جائے گا ورنہ اپنی اصل پر باقی رہے گی (یعنی حلال رہے گی) جیسا کہ تباکو کو بعض علاقوں کا مثل بخارو غیرہ کے نشہ اور دماغ میں فتور والی کیفیت نہیں جیسے مصر وغیرہ

کا تو اس جگہ کے علماء محققین نے تباکو کی حلت اور جواز کا فتویٰ دیا اور منکر حرام کہنے والے کے قول کا رد فرمایا اور علیٰ ہذا القیاس تباکو پینے والوں کی حالت کا بھی دخل ہے۔ قابل اعتماد بات یہ ہے۔ اس شخص کا حکم کہ جو بطور لہو ولعب یا وقت گزاری کے پئے اس کا حکم جُدا ہے اور وہ آدمی کہ فائدہ کے لیے بقدر ضرورت استعمال کرے اس کا حکم جدا ہے بس یہ اختلاف محققین کے اقوال میں پایا جاتا ہے اور حقیقت میں یہ اختلاف نہیں ہے اور وہ متعصبین حرام مطلق کہتے ہیں۔ قطع نظر فائدہ کے لیے پیا جائے یا بطور لہو ولعب اور بیکار پیا جائے اور خواہ نشہ دے یا نہ دے دماغ میں فتور ڈالے۔ کسی دلیل شارع اور مجتہدین شریعت کے نقل کے بغیر کہہ دیا۔ انھوں نے اشیاء کی اصل حرمت قرار دے دی ہے۔ یہ تعصب باطل ہے اور صدق و انصاف سے دُور ہے اور اور قائل کا یہ قول کہ حقہ پینے والے مشاہدہ جمال جہاں آرا حضرت سید انس وجان صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم رہتے ہیں۔ بے دلیل ہے اور اس میں تعصب لاحاصل کا دخل ہے۔ اکثر علمائے دین نے اس مسئلہ میں مستقل رسائل تصنیف و تالیف فرمائے ہیں۔ لیکن اس جگہ ایک مستند سند پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ علامہ شامی نے رد المحتار کے حاشیہ در المختار میں اس کے بعد فرمایا۔ اس مسئلہ میں علماء کی رائے میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا مکروہ ہے۔ بعض نے کہا حرام ہے اور بعض نے کہا مباح ہے الخ اور ایک دو قول ممانعت کے ذکر کے اور آخر میں فرمایا مکروہ ہے۔

قد اضطربت آراء العلماء فیہ فبعضھم قال بکراھۃ وبعضھم قال بحرمتہ وبعضھم باباحۃ الخ

دیگر دو قول ممانعت ذکر نمودہ ودر آخر فرمودہ:

وللعلامۃ الشیخ علی الاجھوری المالکی رسالۃ فی حلہ نقل فیھا انہ افتی بحلہ من یعتمد علیہ من ائمۃ المذاھب الاربعۃ قلت والف فی حلہ ایضا سیدنا العارف عبد الغنی النابلسی رسالۃ سماھا بالصلح بین الاخوان فی اباحۃ شرب الدخان و تعرض لہ فی کثیر من تالیفہ الحسان

واقام الطامة الكبرى على القائل بالحرمة او بالكراهة فانهما حكمان شرعيان لابد لهما من دليل ولا دليل على ذلك فانه لم يثبت اسكاره ولا تفسيره ولا اضراره بل ثبت له منافع فهو داخل تحت قاعدة الاصل فى الاشياء الاباحة وان فرض اضراره للبعض لا يلزم منه تحريمه على كل احد فان العسل يضر باصحاب الصفراء وربما امرضهم مع انه شفاء بالنص القطعى وليس الاحتياط فى الافتراء على الله تعالى باثبات الحرمة او الكراهة الذين لابد لهما من دليل بل فى القول بالاباحة التى هى الاصل وقد توقف النبى صلى الله تعالى عليه وآله وسلم مع انه هو المشرع فى تحريم الخمرام الخبائث حتى نزل عليه النص القطعى فالذى ينبغى للانسان اذا سئل عنه سواء كان ممن يتعاطاه او لا كهذا العبد الضعيف وجميع من فى بيته ان يقول هو مباح لكن رائحته تستكرهها الطباع فهو مكروه طبعا لا شرعا الى اخر ما قال الى اخره۔

حررہ الفقیر عبد القادر محب الرسول القادری البدایونی عفی عنہ۔

مسئلہ ۳۹ - بدمذہبوں کو دوست رکھنے والا امام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ایسے شخص کی نسبت اور اُس کے معاونین کی بابت کہ جو طرح طرح کی درخواست ممبران آریہ سماج سے کرتا ہو اور ادھر وعظ اور امامت بھی مسلمانوں کی کرتا رہے اور جو اپنے وعظ میں بھی آریوں کو اپنا دلی دوست اور جگر کا ٹکڑا بتلائے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ کے مرتبہ کو حضور سرور کائنات رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان کے برابر سمجھے اور جس کا کذب اور وعدہ خلافی بھی اکثر مرتبہ ظاہر ہوئی ہو آیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کا وعظ کرانا اور سننا جائز ہے یا نہیں اور اس کے معاونان کس حکم شرعی کے مصداق ہیں عند اللہ وعند الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بروئے قرآن وحدیث وفقہ بہت جلد جواب

تحریر فرما کر اس منات ہوں ان کے بعد سائل نے چھ ورق میں وہ خطوط لکھے تھے جو اس شخص نے آریوں کے پاس بھیجے تھے۔ بینوا توجروا۔

الجواب یہ کلمات اگر اس شخص نے دل سے کہے جب تو اس کا کفر صریح ظاہر واضح ہے جس میں کسی جاہل کو بھی تامل نہیں ہو سکتا اسلام کی حقانیت میں اس کو شبہ ہے کفر کی طرف مائل بلکہ اس کا مشتاق اور اس کے شکوک رفع ہوں یا نہ ہوں وہ آریہ بنے یا نہ بنے اسلام سے تو اس وقت نکل گیا والعیاذ باللہ تعالیٰ اور اگر دل میں ان باتوں کو جھوٹ جانتا ہے آریہ کو دھوکہ دینے کے لیے ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں تو اول تو یہ دھوکہ کا عذر محض جھوٹ باطل ہے اور بفرض غلط اگر ہو بھی تو دینا کیا ضرور ہے اور بفرض غلط ضرور بھی ہو تو اکراہ تک نہیں پہنچ سکتا واحد قہار عز جلالہ نے صرف اکراہ کا استثناء فرمایا۔ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان. بہرحال اس کو واعظ بنانا حرام اس کا وعظ سننا ناجائز اس کو امام بنانا حرام اس کے پیچھے نماز باطل رہا امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے مرتبہ کو شان حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برابر کہنا اس کے کفر صریح و ارتداد خالص ہونے میں کسی رافضی کو کلام نہیں ہو سکتا نہ کہ اہل سنت جن کا ایمان یہ ہے کہ کسی غیر نبی کو کسی نبی کا ہمسر کہنے والا کافر ہے ایسے شخص کے جتنے معاون ہیں وہ سب بھی اسی کے حکم میں ہیں بارہرہ شریف کے صاحبزادوں میں ایسے تاریک ناپاک گندے خیالوں کا کوئی شخص معلوم نہیں خصوصاً عالم ظاہر اس نے یہ انتساب محض جھوٹ طور پر کیا اور اگر بالفرض صحیح بھی تھا تو اب جھوٹ ہو گیا۔ قال اللہ تعالیٰ انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ حق حاصل کرنا کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنا حق حاصل کرنے کے لیے جھوٹی بات کہنا کہاں تک جائز ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب اپنا حق مردہ زندہ کرنے کے لیے پہلو دار بات کہنا جس کا ظاہر دروغ ہو اور واقع میں اس کے سچے معنے مراد ہوں اگرچہ سننے والا کچھ سمجھے بلاشبہہ باتفاق علماء دین میں جائز اور احادیث صحیحہ سے اس کا جواز ثابت ہے جبکہ وہ حق بے اس طریقہ کے ملنا

میسر نہ ہو ورنہ یہ بھی جائز نہیں پہلو دار بات یوں مثلاً ظالم نے ظلماً اس کی کسی چیز پر قبضہ مخالفانہ اس مدت تک رکھا جس کے باعث انگریزی قانون میں تمادی عارض ہو کر حق ناحق ہو جاتا ہے مگر مخالف کے پاس اپنے قبضہ کا کاغذی ثبوت نہیں اُس کے بیان پر رکھا گیا اگر یہ اقرار کیے دیتا ہے کہ واقعی مثلاً بارہ برس سے میرا قبضہ نہیں تو حق جاتا اور ظالم فتح پاتا ہے لہذا یوں کہنے کی اجازت ہے کہ ہاں میرا قبضہ رہا ہے یعنی زمانہ گزشتہ اور زیادہ تصریح چاہی جائے تو یوں کہہ سکتا ہے کہ آج تک میرا قبضہ چلا آیا اور نیت میں لفظ آیا کو کلمہ استفہام لے جیسے کہتے ہیں آیا یہ بات حق ہے یعنی کیا یہ بات حق ہے تو استفہام انکاری کے طور پر اس کلمہ کا یہ مطلب ہوا کہ کیا آج تک میرا قبضہ چلا یعنی ایسا نہ ہوا بلکہ میرا قبضہ منقطع ہو کر مخالف کا قبضہ ہو گیا یا یوں کہے کل تک برابر میرا قبضہ رہا آج کا حال نہیں معلوم کہ کچہری کیا حکم دے اور لفظ کل سے زمانہ قریب مراد لے جیسے نوجوان لڑکے کو کہتے ہیں کل کا بچہ ہے حالانکہ اس کی عمر بیس بائیس سال کی ہو اسی معنی پر قیامت کو روز فردا کہتے ہیں کل آنے والی ہے یعنی بہت نزدیک ہے یا مخالف کے قبضہ کی نسبت سوال ہو تو کہے اُس کا قبضہ کبھی نہ تھا یا کبھی نہ ہوا اور مراد یہ لے کہ کبھی وہ وقت بھی تھا کہ اُس کا قبضہ نہ تھا زیادہ تصریح درکار ہو تو کہے اُس کا قبضہ اصلاً کسی وقت ایک آن کو بھی نہ ہوا نہ ہے اور معنی یہ لے کہ حقیقی قبضہ ہر شے پر اللہ عزوجل کا ہے دوسرے کا قبضہ ہو ہی نہیں سکتا غرض جو شخص تصرفات الفاظ و معانی سے آگاہ ہے سو پہلو نکال سکتا ہے مگر ان کا جواز بھی فرض اسی حالت میں ہے جب یہ واقعی مظلوم ہے اور بغیر ایسی پہلو دار بات کے ظلم سے نجات نہیں مل سکتی ورنہ اوپر مذکور ہوا کہ یہ بھی ہرگز جائز نہیں۔

اب رہی یہ صورت کہ جہاں پہلو دار بات سے کام نہ چلے وہاں صریح کذب بھی دفع ظلم و احیاء حق کے لیے جائز ہے یا نہیں اس بارہ میں کلمات علماء مختلف ہیں بہت روایات سے اجازت نکلتی اور بہت اکابر نے منع کی تصریح فرمائی ہے حتی الوسع احتیاط اُس سے اجتناب میں ہے اور شاید قول فیصل یہ ہو کہ اُس ظلم کی

شدت اور کذب کی معصیت کو عقل سلیم و دین قویم کی میزان میں تو لے جدھر کا پلہ غالب پائے اُس سے احتراز کرے شلاً اس کا ذریعہ رزق تمام دکمال کسی ظالم نے چھین لیا اب اگر نہ لے تو یہ اور اس کے اہل وعیال سب فاقے مریں اور وہ بے کذب مرتج مل نہیں سکتا تو اُس ناقابل برداشت ظلم اشد کے دفع کو اُمید ہے کہ غلط بات کہہ دینے کی ہو اجازت ہو اور اگر مالدار شخص کے سو دو سو روپے کسی نے دبا لیے صریح جھوٹ کی اجازت اُسے نہ ہونی چاہیے کہ جھوٹ کا فساد زیادہ ہے اور اتنے ظلم کا تحمل اس مالدار پر ایسا گراں نہیں حدیث سے ثابت اور فقہ کا قاعدہ مقررہ بلکہ عقل و نقل کا ضابطہ کلیہ ہے کہ:

من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما۔ — جو شخص دو بلاؤں میں گرفتار ہو اُن میں جو آسان ہے اُسے اختیار کرے۔

ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی۔

ترجمہ: یہ میرے نزدیک ہے اور حق بات یہ ہے کہ صحیح علم میرے رب کے پاس ہے۔

درمختار میں ہے:

الکذب مباح لاحیاء حقہ ودفع الظلم عن نفسہ والمراد التعریض لان عین الکذب حرام قال وھو الحق قال تعالیٰ قتل الخراصون۔ الکل من المجتبیٰ وفی الوھبانیۃ قال ؎

وللصلح جاز الکذب او دفع ظالم واھل لترضی والقتال لیظفروا

ترجمہ: اور صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولنا اور ظالم کو ٹالنے کے لیے جائز ہے اور راضی نامہ کرنے کے لیے اور جنگ میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے جائز ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

الکذب مباح لاحیاء حقہ کالشفیع یعلم بالبیع باللیل فاذا اصبح یشھد ویقول علمت الاٰن وکذا الصغیرۃ تبلغ فی اللیل وتختار نفسھا من الزوج وتقول رایت الدم الاٰن واعلم ان الکذب قد یباح وقد یجب والضابطۃ فیہ کما فی تبیین المحارم وغیرہ عن

الاحیاأن کل مقصود محمود یمکن التوسل الیه بالصدق والکذب جمیعا فالکذب فیه حرام وان امکن التوسل الیه بالکذب وحدہ فمباح ان ابیح تحصیل ذلک المقصود وواجب ان وجب کما لورأی معصوما اختفی من ظالم یرید قتله وایذاءہ فالکذب هنا واجب وکذا لوسأله عن ودیعة یرید اخذها یجب انکارها ومهما کان لایتم مقصود حرب او اصلاح ذات البین او استمالة قلب المجنی علیه الا بالکذب فیباح ولو سأله سلطان عن فاحشة وقعت منه سرا کزنا او شرب فله ان یقول ما فعلته لان اظهارها فاحشة اخری وله ایضا ان ینکر سراخیه وینبغی ان یقابل مفسدة الکذب بالمفسدة المرتبة علی الصدق فان کانت مفسدة الصدق اشد فله الکذب وان بالعکس او شک حرم وان تعلق بنفسه استحب ان لا یکذب وان تعلق لغیرہ لم تجز المسامحة لحق غیرہ والحزم ترکه حیث ابیح۔

نیز اس میں اور حاشیۂ طحطاویہ میں ہے:

قوله جاز الکذب قال الشارح ابن الشیحنة نقل فی البزازیة ان ارادبه المعاریض لا الکذب الخالص۔

اُسی میں ہے:

حیث یباح التعریض لحاجته لا یباح بغیرها لانه یوهم الکذب وان لم یکن اللفظ کذبا الخ۔

حدیقۂ ندیہ میں ہے:

یکرہ التعریض کراهة تحریم بدون الحاجة الیه اھ باختصار۔

طحطاوی میں ہے:

قالت عند القاضی ادرکت الاٰن وفسخت فالقول لها لانها قادرة علی انشاء الرد ولا یشترط ان یکون حالة البلوغ حقیقة بل لوکان باخبارها کذبا انه بلغت الاٰن وقیل للمجد کیف یصح وهو کذب لانها انما ادرکت قبل هذا

الوقت فقال لاتصدق بالاسناد مجازلها ان تكذب كيلا يبطل حقها اھ وانما يسوغ لها ذلك اذا كانت اختلاف عند البلوغ بالفعل واخذ من ذلك جواز الكذب لاحياء الحق وهي منصوصة ۔

خلاصہ وہندیہ میں ہے :

ان رات الدم فی اللیل تقول فسخت النکاح وتشهد اذا اصبحت وتقول انما رأیت الدم الأن لانها تصدق ان تقول رأیت الدم فی اللیل و فسخت ذکرہ فی مجموع النوازل قال رضی اللہ تعالٰی عنه وان کان ھٰذا کذبا لکن الکذب فی بعض المواضع مباح ۔

بزازیہ ونہر میں ہے :

لیس ھٰذا کذب محض بل من قبیل المعاریض المسوغة لاحیاء الحق کانه الفعل الممتد لد وام حکم الابتداء والضرورة داعیة الی ھٰذا الا الی غیرہ اھ

طحطاویہ میں ہے :

قلت لایظهر بعد التقیید بالأن انه من المعاریض بل من محض الکذب الخ

ردالمحتار میں ہے :

حاصله انها بقولها بلغت الان ای الأن بالغة لئلا یکون کذبا صریحا الخ

اقول ووجہ اخر وھو ارادة القرب بقوله الأن کما قدمت فی صدر الجواب ۔

اشباہ میں ہے :

الکذب مفسدة محرمة وهی متی تضمن جلب مصلحة تربو علیه جاز الخ

غمز العیون میں ہے :

فی البزازیة یجوز الکذب فی ثلثة مواضع فی الاصلاح بین الناس و فی الحرب ومع امراته قال فی ذخیرة اراد بها المعاریض لا الکذب الخالص ومثله فی اواخر الحیل عن المبسوط ۔

ترجمہ : بزازیہ میں ہے جھوٹ تین جگہ بولنا جائز ہے۔ ا۔ لوگوں میں صلح کراتے وقت ۲۔ جنگ

میں کہ اپنی بیوی سے ذخیرہ میں کہاں ان جگہوں پر عراض مراد ہے نہ کہ خالص جھوٹ یا اس کے مثل حیلہ وغیرہ۔ طریقہ محمدیہ میں ہے:

یجوز الکذب فی ثلث ومافی معناھات عن اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لایحل الکذب الا فی ثلث رجل کذب امرأتہ لیرضیھا ورجل کذب فی الحرب فان الحرب خدعۃ ورجل کذب بین مسلمین لیصلح بینھما وزاد فی روایۃ عن ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنھا والمرأۃ تحدث زوجھا والحق بھذہ الثلث دفع ظلم الظالم واحیاء نحو وقیل المباح فی ھذہ المواضع التعریض اما الکذب فحرام لایحل بحال اھ

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹ حلال نہیں سوائے تین جگہ کے۔ مرد اپنی بیوی کو راضی کرنے کے لیے بولے اور آدمی جنگ میں جھوٹ بولے۔ بیشک جنگ دھوکہ ہے اور مسلمانوں صلح کرانے کیلئے جھوٹ بولے۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ ہے کہ عورت اپنے خاوند سے بولے اور ظالم کے ظلم کو رفع کرنے کے لیے اور حق کو زندہ کرنے کیلئے اور بعض نے کہا مباح ہے ان جگہوں میں تعریض ہے لیکن مطلق جھوٹ حرام ہے کسی حال میں بھی حلال نہیں۔

عن ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس ویقول خیرا وینمی خیرا۔

فرمایا: بان یقول الاصلاح مثلاً بین زید وعمرو یاعمرو یسلم علیک زید ویمدحک ویقول انا رجہ وکذلک یجئ الی زید ویبلغہ من عمرو مثل ما سبق۔

ترجمہ: حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے فرمایا لوگوں میں صلح کرانے کے لیے جو جھوٹ بولا جائے وہ جھوٹ نہیں بھلائی کے لیے کہتا ہے اور بھلائی کی امید کرتا ہے اصلاح کے لیے کہے۔ درمیان زید اور عمرو کے۔ اے عمرو زید نے تجھے سلام کہا ہے اور اس نے تیری تعریف کی ہے اور کہتا تھا میں اس سے راضی ہوں اور ایسے ہی عمرو سے زید کے متعلق کہے۔

عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے:

فیہ ای فی الحدیث الحِل فی التخلیص من الظلمۃ بل اذا علم انہ لا تخلیص الا بالکذب جاز لہ الکذب الصریح وقد یجب فی بعض الصور بالاتفاق ککونہ ینجی بنیا او ولیا ممن یرید قتلہ او نجاۃ المسلمین من عدوھم۔ وقال الفقہاء لو طلب ظالم ودیعۃ زید لیاخذھا غصبا وجب علیہ الانکار والکذب فی انہ لا یعلم موضعھا۔

غمز العیون میں اسے نقل کر کے فرمایا: فلیحفظ۔

شیخ محقق ترجمہ مشکوٰۃ میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں:

یکے از مواضع کہ دروغ گفتن دراں رواست اصلاح ذات البین ست صلح دادن و دور کردن نزاع وعداوت کہ میان دو کس ست ویکے دیگر از ان مواضع کہ دروغ گفتن دراں جائز ست نگاہ داشت پر خون ومال کسے ست کہ ناحق میرود و دروغ گفتن با زن بقصد اصلاح ورضائے وے نیز جائز داشتہ چنانکہ گوید ترا دوست میدارم ہر چند ندارد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ [۱۴] حصول حقوق کیلئے زبردستی کرنے کے احکامات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنے حق کے وصول کے لیے جبینا جھپٹی زبردستی دبا لینا واشالہا امور جائز ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الاجواب عین حق یا جنس حق کے لیے اجازت ہے جبکہ فتنہ نہ ہو اور اُس پر کذب کا کا قیاس مع الفارق ہے کہ یہاں غصب ونہب کی صورت ہے حقیقت نہیں کہ حقیقۃً اپنا حق لیتا ہے اور کذب ہوگا تو حقیقۃً ہوگا کما لا یخفی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ [۱۵] فقہی مسائل میں غیر مسلک علماء کی سند

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مولانا عبد المقتدر صاحب بدایونی کی خدمت میں میں نے اپنے جواب کو اس لیے پیش کیا تھا کہ اگر صحیح ہو تو یہی رہے اس وقت تک میں نے جو جواب لکھا تھا وہ صرف بحوالہ و سند احیاء العلوم تھا حضرت مولانا نے فرمایا کہ احیاء العلوم سے جواب کافی نہیں فقہ سے لکھو اور کچھ نہ فرمایا۔ فقہ میں

جو دیکھا تو اس میں بھی احیاء العلوم کی سند موجود ہے۔ آیا احیاء العلوم وغیرہ اشغالہا سے سند لانا اور غیر مذہب کے علماء سے سند لانا صحیح ہے یا نہیں اگر ہے تو کس قسم کے مسائل میں اکثر یہ لوگ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ حنفی کو اپنی فقہ سے ہی سند ضرور ہے۔ علماء احناف اہل سنت جو اپنی کتب مناظرہ وغیرہ میں دوسرے علماء اور ان کی کتب باتصوف وغیرہ علوم کی کتب سے مناظرہ وغیرہ میں دوسرے علماء اور ان کی کتب باتصوف وغیرہ علوم کی کتب سے سند دے دیتے ہیں وہ معاذ اللہ خاطی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الاجواب مسائل اختلافیہ حنفیہ وغیر حنفیہ میں غیر حنفیہ سے استناد صحیح نہیں اور ان کے ماورا میں قدیماً وحدیثاً ہر مذہب والے چاروں مذہب کے اکابر سے سند لاتے ہیں یونہی مسائل غیر متشابہات میں ائمہ تصوف قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم سے استناد اور ایسے کو خاطی جاننے والا خود سخت خاطی ہے۔

مسئلہ ۴۲ عشاء کی نماز کے فرض اور وتر — حضرت مولانا المعظم والمکرم دامت برکاتہم العالیہ۔ پس از تسلیم مع التکریم معروض کہ

(۱) جس نے فرض عشا با جماعت نہیں پڑھے اور وتر کی جماعت میں شریک ہو گیا اس کے یہ وتر سرے سے ہوئے ہی نہیں یا ہوئے مگر مکروہ تحریمی یا تنزیہی۔

(۲) اگر جماعت سے فرض عشا پڑھ لیے تھے تو اب جس امام کے پیچھے چاہے وتر جماعت سے پڑھ لے اگرچہ وہ امام فرض و تراویح دونوں سے غیر ہو یا صرف ایک سے یا اس امام نے فرض و تراویح با جماعت نہ پڑھے ہوں بہر حال بلا کراہت صحیح ہو گئے یا کیا۔

(۳) جماعت وتر میں استحقاق شرکت کے لیے تراویح با جماعت پڑھنا کتنا دخل رکھتا ہے یا کچھ نہیں۔

(۴) آج کل علی العموم سفر پہلے سے اس کے بیسیوں حصہ زائد تیز رو سواریوں پر ہوتا ہے اس کے لیے بحساب مسافت اندازہ کی ضرورت ہے یہ فرمائیں کہ کس قدر کوس مروجہ کے سفر میں قصر وغیرہ احکام سفر ہوں گے اور کوس مروج سے اپنی مراد کی تشریح

فرمادیں کردہ کورس مثلاً اس قدر قدموں کا ہے بہرحال ایسا کوئی اندازہ بتانا چاہیے جس سے سب عام وخاص سہولت کے ساتھ یہ سمجھ سکیں کہ ہمارا یہ سفر سفر قصر ہوا یا نہیں اور تیز رو سواریوں میں بری ہوں یا بحری جو سفر کیا ہے اُس کا اس سفر بحساب ایام سے موازنہ کر سکیں۔ بینوا توجروا۔

الاجواب حضرت والا دامت برکاتہم۔

(۱) وتر ہو جانے میں شبہہ نہیں ہاں مکروہ ہے بقول الشامی:

اما لو صلاھا جماعۃ مع غیر تم صلی الوتر معہ لا کراھۃ۔

اور کراہت تحریم کی وجہ نہیں ظاہر اکراہت تنزیہ ہے۔

(۲) اگر فرض جماعت سے پڑھے تو خود امام ہو کر بھی اور مطلقا ہر ایسے امام کے پیچھے بھی وتر پڑھ سکتا ہے خواہ وہ امام فرض ہو یا امام تراویح یا محض جدید ہاں جس امام نے فرض بجماعت نہ پڑھے ہوں جماعت وتر اُسے مکروہ ہو گی اور اس کی کراہت سب میں سرایت کرے گی کہ جماعت وتر ہر واحد کے حق میں تفصیلا تابع جماعت فرض ہے۔

فما لمنفرد فی الفرض ینفرد فی الوتر کما بیناہ فی فتاوٰنا۔

(۳) کچھ نہیں سوا اس کے اگر ابھی مسجد میں جماعت تراویح ہوئی ہی نہیں تو جماعت وتر مکروہ ہے کہ جماعت وتر اجماعاً تابع جماعت تراویح ہے۔

(۴) قصر تین منزل پر ہے فقیر نے مدتوں کے تجربہ سے ثابت کیا کہ یہاں منزل ۱۹ ۱/۵ میل ہے تو مدت، ۵ ۳/۵ میل ہے جسے تقریباً ساڑھے ستاون میل کہتے میل سے یہی رائج میل ۱۷۶۰ گز کا مراد ہے سفر بحری میں بادی کشتی کی اوسط چال بحال اعتدال ہوا مراد ہے دُخانی جہازوں کا اعتبار نہیں جیسے ریل کا مجھے ہر بار دخانی ہی جہاز میں اتفاق سیر ہوا البتہ اس دفعہ جدہ سے رابغ تک سانبوک میں گیا تھا کہ تین دن میں پہنچی براہ خشکی چھ منزل ہے اس ایک بار کے مشاہدہ پر میں بحری سفر کے لیے میلوں کی تعیین نہیں کر سکتا خصوصاً جبکہ لوگوں کا بیان تھا کہ ہوا کم ہے ورنہ ایک دن میں پہنچتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۲۔ اثباتِ نبوت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کتب عقائد وغیرہ میں جو اثباتِ نبوت حضرت ابوالبشر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اولہ میں حدیث کا بھی حوالہ دیتے ہیں وہ حدیث کس نے کن الفاظ سے تخریج کی ہے۔ بینوا توجروا۔

الاجواب حضرت بابرکت دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حدیث سیدنا ابوذر علیہ الرضوان سے مسند امام احمد میں یوں ہے:

قال قلت یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ای الانبیاء کان اول قال آدم قلت یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ونبی کان قال نعم نبی مکلم۔

اور نوادر الاصول تصنیف امام حکیم الامۃ ترمذی کبیر میں ان سے مرفوعاً یوں ہے:

اول الرسل آدم وآخرھم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام۔

مسئلہ ۴۳۔ عورت اور پردہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں۔

(۱) عورت کو اس مکان میں جہاں محارم وغیرہ محارم مرد اور عورتیں ہوں جانا جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) جس گھر میں نامحرم مرد وعورات ہیں وہاں عورت کو کسی تقریب شادی یا غمی میں برقع کے ساتھ جانا اور شریک ہونا جائز ہے یا نہیں۔

(۳) جس مکان کا مالک نامحرم ہے لیکن اس جلسہ عورات میں نہیں ہے اور اس کا سامنا بھی نہیں ہوتا ہے مگر مالک مکان کی جورو اس عورت کی محرم ہے تو اس کو وہاں جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۴) ایسے گھر میں کہ جس کا مالک تو نامحرم ہے مگر اس گھر میں کوئی عورت بھی اس عورت کی محرم نہیں ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۵) ایسے گھر میں کہ جس کا مالک نامحرم ہے مگر وہاں ایک عورت اس عورت کی محرم ہے اور جو عورت محرم ہے وہ مالک مکان کی نامحرم ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۶) ایسے گھر میں جہاں مالک تو نامحرم ہے مگر اُس گھر میں عورات اُس عورت کی محرم ہیں اور مالک جو نامحرم ہے وہ گھر میں جہاں جلسۂ عورات ہے آتا نہیں ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۷) جس گھر کا مالک تو نامحرم ہے اور گھر میں آتا نہیں اور عورات بھی اُس گھر کی نامحرم ہیں تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۸) جس گھر کا مالک محرم ہے اور لوگ نامحرم تو جانا جائز ہے یا ناجائز۔

(۹) جس گھر میں مالک نامحرم ہے مگر دوسرے شخص محرم ہیں حالانکہ سامنا نامحرموں سے نہیں ہوتا تو اس عورت کا جانا جائز ہے یا ناجائز۔

(۱۰) جس گھر کے دو مالک ہیں ایک اُس عورت کا خاوند ہے اور دوسرا نامحرم ہے تو اُس گھر میں جانا جائز ہے یا ناجائز۔

(۱۱) جس گھر میں عام محفل ہے جہاں مذکور الصدر سب اقسام موجود ہیں اور عورات پردہ نشین وغیرہ پردہ نشین دونوں قسم کی موجود ہیں اور مرد بھی محارم وغیرہ محارم ہیں مگر یہ عورت نامحرم مرد سے چادر وغیرہ سے پردہ کیے اُن عورتوں میں بیٹھ سکتی ہے تو ایسی حالت میں جانا جائز ہے یا ناجائز ہے۔

(۱۲) جس گھر میں ایسی تقریب ہو رہی ہے جس میں منہیات شرعیہ ہو رہے ہیں اُس میں کسی مرد یا عورت کو اس طرح جانا کہ وہ علیحدہ ایک گوشہ میں بیٹھے جہاں مواجہہ تو اُس کی شرکت میں نہیں ہے مگر آواز وغیرہ آ رہی ہے گو اس آواز وغیرہ ناجائز امور سے اُسے کچھ حظ بھی نہیں ہے اور نہ متوجہ اُس طرف ہے تو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۱۳) جس گھر میں مالک وغیرہ نامحرم مگر اس عورت کے ساتھ محارم عورات بھی ہیں گو اس گھر کے لوگ اُن عورات کے نامحرم ہیں تو اس کو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۱۴) شقوق مذکور الصدر میں سے جو شقوق ناجائز ہیں ان میں سے کسی شق میں عورت کو شوہر کا اتباع جائز ہے یا نہیں۔

(۱۵) مرد کو اپنی بی بی کو ایسی مجالس و محافل میں شرکت سے منع کرنے اور نہ کرنے کا کیا

حکم ہے اور عورت پر اتباع و عدم اتباع سے کس درجہ نافرمانی کا اطلاق اور کیا اثر ہو گا اور مرد کو شریک ہونے اور نہ ہونے کا کیا حکم ہے۔

(۱۶) جس مکان میں مجمع عورات محارم و غیر محارم کا ہو اور عورات محارم و نامحارم ایک طرف خاص پردہ میں باہم مجتمع ہوں اور مجمع مردوں کا بھی ہر قسم کے اُسی مکان میں عورات سے علیحدہ ہو لیکن آواز نامحرم مردوں کی عورات سنتی ہیں اور ایسے اپنے مکان میں مجلس وعظ یا ذکر شریف نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام منعقد ہے تو ایسے جلسہ میں اپنے محارم کو بھیجنا یا نہ بھیجنا کیا حکم ہے اور نہ بھیجنے سے کیا محظور شرعی لازم ہوتا ہے اور انعقاد ایسی مجالس کا اپنے زنانہ مکانات میں کیسا ہے اور اُس ذکر یا وعظ کو اپنے محارم یا غیر محارم کے ایسے مکان میں جانا چاہیے یا نہیں۔ فقط بینوا توجروا عند اللہ الوہاب

مقصود مسائل عورات محارم سے وہ قرابت دار ہیں جن کے مرد فرض کرنے سے نکاح جائز نہ ہو۔ بینوا توجروا۔

الاجواب صور جزئیہ کے عرض جواب سے پہلے چند اصول و فوائد ملحوظ خاطر عاطر رہیں کہ بعونہ عز مجدہ شقوق مذکورہ و غیر مذکورہ سب کا بیان مبین اور فہم حکم کے مؤید و معین ہوں و باللہ التوفیق۔

اوّل: اصل کلی یہ ہے کہ عورت کو اپنے محارم رجال خواہ نساء کے پاس ان کے یہاں عیادت یا تعزیت یا اور کسی مندوب یا مباح دینی یا دنیوی حاجت یا صرف ملنے کے لیے جانا مطلقاً جائز ہے جبکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو مثلاً بے ستری نہ ہو مجمع فساق نہ ہو تقریب ممنوع شرعی نہ ہو ناچ یا گانے کی محفل نہ ہو زنانِ فواحش و بیباک کی صحبت نہ ہو چوبے شربت کے شیطانی گیت نہ ہوں سمدھنوں کی گالیاں سننا سنانا ہو نامحرم دولہا کو دیکھنا دکھانا نہ ہو۔ رتجگے وغیرہ میں ڈھول بجانا گانا نہ ہو۔

دوم: اجانب کے یہاں کے مرد و زن سب اس کے نامحرم ہوں شادی غمی زیارت عیادت ان کی کسی تقریب میں جانے کی اجازت نہیں اگرچہ شوہر کے اذن سے اگر اذن دے گا خود بھی گنہگار ہوگا سوا چند صور مفصلہ ایل کے اور ان میں بھی

حق اوسع تستر و تحرز اور فتنہ و مظان فتنہ سے تحفظ فرمائیں

سوم : کسی کے مکان سے مراد اس کا مکان سکونت ہے نہ مکان مالک مثلاً اجنبی کے مکان میں بھائی کرایہ پر رہتا ہے جانا جائز بھائی کے مکان میں اجنبی عاریۃً ساکن ہے جانا جائز۔

چہارم ۔ محارم میں مردوں سے مراد وہ ہیں جن سے بوجہ علاقہ جزئیت ہمیشہ ہمیشہ کو نکاح حرام کسی صورت سے حلت نہیں ہو سکتی نہ بہنوئی یا پھوپا یا خالو کہ بہن پھوپھی خالہ کے بعد اُن سے نکاح ممکن علاقہ جزئیت رضاع و مساہرت کو بھی عام مگر زبان جوان خصوصاً حسینوں کو بلا ضرورت اُن سے احتراز ہی چاہیے اور برعکس رواج عوام بیاہیوں کو اَروں سے زیادہ کہ اُن میں نہ وہ حیا ہوتی ہے نہ اتنا خوف نہ اس قدر لحاظ اور نہ ان کا وہ رعب نہ عامہ محافظین کو اس درجہ ان کی نگہداشت اور ذوق چشیدہ کی رغبت انجان نادان سے کہیں زائد لیس الخبر کالمعائنۃ۔ تو ان میں موانع ہلکے اور مقتضی بھاری اور اصلاح و تقویٰ پر اعتماد سخت غلط کاری مرد خود اپنے نفس پر اعتماد نہیں کر سکتا اور کرے تو جھوٹا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ۔ نہ کہ عورت جو عقل و دین میں اس سے آدھی اور رغبت نفسانی میں سوگنی ہر مرد کے ساتھ ایک شیطان اور ہر عورت کے ساتھ دو۔ ایک آگے ایک پیچھے۔ تقبل شیطان وتدبر شیطان. والعیاذ باللہ العزیز الرحمٰن۔

اللھم انی اسألك العفو والعافیۃ فی الدین والدنیا والاٰخرۃ لی وللمؤمنین وللمؤمنات جمیعا امین۔

پنجم : محرم عورتوں سے وہ مراد کہ دونوں میں جسے مرد فرض کیجئے نکاح حرام ابدی ہو ایک جانب سے جو بات کافی نہیں مثلاً ساس بہو تو باہم محرم ہی ہیں کہ اُن میں جسے مرد فرض کریں دوسرے سے بیگانہ ہے۔ سوتیلی ماں بیٹیاں بھی آپس میں محرم نہیں کہ اگرچہ بیٹی کو مرد فرض کرنے سے محض بیگانگی کہ اب اس کے باپ کی کوئی نہیں۔

ششم: رہے وہ مواضع جو محارم و اجانب کسی کے مکان نہیں اگر وہاں تنہائی
و خلوت ہے تو شوہر یا محرم کے ساتھ جانا ایسا ہی ہے جیسے اپنے مکان زن تنہا
و محارم کے ساتھ رہنا اور مکان قید و حفاظت ہے کہ ستر و تحفظ پر اطمینان حاصل اور
اندیشہائے فتنہ کا مزائل تو یوں بھی حرج نہیں۔ اس قید کے بعد استثناء ایک روزمرہ راہ کی
حاجت نہیں کہ بے معیت شوہر یا مرد محرم عاقل بالغ قابل اعتماد حرام ہے اگرچہ محل تنہائی
کی طرف وجہ یہ کہ عورت کا تنہا مقام دور کو جانا اندیشہ فتنہ سے عاری نہیں تو وہی قید
اس کے اخراج کو کافی اور اگر مجمع محل جلوت ہے تو بے حاجت شرعی اجازت نہیں خصوصًا
جہاں فضولیات و بطالات و خطبات و جہالات کا جلسہ ہو جیسے سیر تماشے۔ باجے تاشے
ندیوں کے پن گھٹ ناؤ چڑھانے کے جھمگٹ بے نظیر کے میلے پھول والوں کے چھیلے
زچندی کی بلائیں مصنوعی کربلائیں علم تعزیوں کے کاوے۔ تخت جریدوں کے ڈھلوے
حسین آباد کے جلسے۔ عباسی درگاہ کے بلوے ایسے مواقع مردوں کے جانے کے بھی
نہیں نہ کہ یہ نازک شیشیاں جنہیں صحیح حدیث میں ارشاد ہوا رو یدك الخشیة
ی فقاً بالقواریر اور محل حاجت ہیں جس کی صورتیں مذکور ہوں گی بشرط تستر و تحفظ و
تحرز فتنہ اجازت یکروزہ راہ بلکہ نزد تحقیق مناط اس سے کم میں بھی محا فظ مذکور کی حاجت

ہفتم: یہ اور وہ یعنی مکان غیر و غیر مکان میں جانا بشرائط مذکورہ جائز ہونے کی نو
صورتیں ہیں۔ قابلہ۔ غاسلہ۔ ناز لہ۔ مریضہ۔ مضطرہ۔ حاجہ۔ مجاہدہ۔ مسافرہ۔ کاسبہ

قابلہ۔ یہ کہ کسی عورت کو درد زہ ہو یہ دائی ہے۔

غاسلہ: جب کوئی عورت مرے یہ نہلانے والی ہے ان دونوں صورتوں میں اگر
شوہر دار ضرور جبکہ مہر معجل نہ ہو یا تقاضا نہ پا چکی۔

نازلہ: جب اُسے کسی مسئلہ کی ضرورت پیش آئے اور خود عالم کے یہاں جائے بغیر
کام نہیں نکل سکتا۔

مریضہ: کہ طبیب کو بُلا نہیں سکتی نبض کو دکھانے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح زچہ و مریضہ
کا علاجًا حمام کو جانا جبکہ وہاں کسی طرف سے کشف عورت اور بند مکان میں گرم پانی سے

گھر میں نہانا کفایت نہ ہو۔

مضطر ہ ۔ کہ مکان میں آگ لگی یا گرا پڑتا ہے یا چور گھس آئے یا درندہ آتا ہے غرض ایسی کوئی حالت واقع ہوئی کہ حفظ دین یا ناموس یا جان کے لیے گھر چھوڑ کر کسی جائے امن وامان میں جائے بغیر چارہ نہیں اور عضو شق نفس اور مال اس کا شفیق ہے۔

حاجہ: ظاہر ہے اور زائرہ اس میں داخل کہ زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمہ حج بلکہ متمرج ہے۔

مجاہدہ۔ جب عیاذاً باللہ عیاذاً باللہ عیاذ باللہ اسلام کو حاجت اور بحکم امام نفیر عام کی نوبت ہو فرض ہے کہ ہر غلام بے اذن مولے ہر پسر بے اذن والدین ہر پردہ نشین بے اذن شوہر جہاد کو نکلے جبکہ استطاعت جہاد وسلاح وزاد ہو۔

مسافرہ: جو عورت سفر جائز کو جائے مثلاً والدین مدت سفر پر ہیں یا شوہر نے کہ دور نوکر ہے اپنے پاس بلایا اور محرم ساتھ ہے تو منزلوں پر سرا وغیرہ میں اترنے سے چارہ نہیں۔

کاسبہ: عورت بے شوہر ہے یا شوہر ہے جو ہر کر خبر گیری نہیں کرتا نہ اپنے پاس کچھ کہ دن کاٹے نہ اقارب کو توفیق یا استطاعت نہ بیت المال منتظم نہ گھر بیٹھے دستکاری پر قدرت نہ محارم کے یہاں ذریعہ خدمت نہ بحال بے شوہری کسی کو اس سے نکاح کی رغبت تو جائز ہے کہ بشرط تحفظ وتحرز اجانب کے یہاں جائز وسیلہ رزق پیدا کرے جس میں کسی مرد سے خلوت نہ ہو حتی الامکان وہاں ایسا کام لے جو اپنے گھر آکرے جیسے سینا پیسا ورنہ اس گھر میں نوکری کرے جس میں صرف عورتیں ہوں یا نابالغ بچے ورنہ جہاں کا مرد متقی پرہیزگار ہو اور ساٹھ ستر برس کی پیر زال بدشکل کریہہ المنظر کو خلوت میں بھی مضائقہ نہیں۔

تنبیہ۔ ان کے سوا تین صورتیں اور بھی ہیں شاہدہ۔ طالبہ۔ مطلوبہ۔

شاہدہ۔ وہ جس کے پاس کسی حق اللہ مثل رویت ہلال رمضان وسماع طلاق وعتق

وغیرہ میں شہادت ہو اور ثبوت اس کی گواہی و حاضری دارالقضا پر موقوف خواہ بشرط مذکور کسی حق العبد مثل عتق غلام و نکاح و معاملات مالیہ کی گواہی اور مدعی اس سے طالب اور قاضی عادل اور قبول معمول اور دن کے دن گواہی دے کر واپس آسکے۔

طالبہ : جب اس کا کسی پر حق آتا ہو اور بے جائے دعویٰ نہیں ہو سکتا۔

مطلوبہ : جب اس پر کسی نے غلط دعویٰ کیا اور جوابدہی میں جانا ضرور یہ صورتیں بھی علماء نے شمار فرمائیں۔ مگر بحمد اللہ تعالیٰ پردہ نشینوں کو ان کی حاجت نہیں کہ ان کی طرف سے وکالت مقبول اور حاکم شرع کا خود آکر نائب بھیج کر ان سے شہادت لینا معمول بہ بیان کافی و صافی بحمد اللہ تعالیٰ تمام صور کو حاوی و وافی بعونہ تعالیٰ اب جواب جزئیات ملاحظہ ہوں۔

جواب (۱) وہ مکان محارم ہے یا مکان غیر یا غیر مکان اور وہاں جانے کی طرف حاجت شرعیہ داعی یا نہیں سب صور کا مفصل بیان مع شرائط و مستثنیات گزرا۔

جواب (۲) اگر یہ مراد کہ نامحرم بھی ہیں تو وہی سوال اول ہے اور اگر یہ مقصود کہ نامحرم ہی ہیں تو جواب ناجائز مگر بصورت استثناء۔

جواب (۳) زن محرم کے یہاں اس کی زیارت عیادت تعزیت کسی شرعی حاجت کے لیے جانا بشرائط مذکورۂ اصل اول جائز مگر کتب معتمدہ مثل مجموع النوازل و خلاصہ و فتح القدیر و بحر الرائق و اشباہ و غمز العیون و طریقہ محمدیہ و در مختار و ابو السعود و شرنبلالیہ و ہندیہ وغیرہ میں ظاہر کلمات ائمہ کرام شادیوں میں جانے سے مطلقاً ممانعت ہے اگرچہ محارم کے یہاں علامہ احمد طحطاوی نے اسی پر جزم اور علامہ مصطفٰے رحمتی و علامہ محمد شامی نے اسی کا استظہار کیا اور یہی مقتضی ہے حدیث عبد اللہ بن عمرو و حدیث خولہ بنت النعمان و حدیث عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قلمنظر نفس ما ذا تری۔ اور اگر شادیاں ان فواحش و منکرات پر مشتمل ہوں جن کی طرف ہم نے اصل اول میں اشارہ کیا تو منع یقینی ہے اور شوہردار کو تو شوہر بہرحال اس سے روک سکتا ہے جبکہ مہر معجل سے کچھ باقی نہ ہو۔

جواب (۴) نہ مگر باستثناء مذکور۔

جواب (۵) وہ مکان اگر اُس زن محرم کا مسکن ہے تو اُس کے پاس بنا تفصیل مذکور
جواب سوم بر ہے ورنہ یوں کہ نامحرموں کے یہاں ہرگز نہیں جا سکتی ہاں ہر ایک دوسرے
کی محرم ہوگی اجازت نہیں کہ ممنوع و ممنوع مل کر نا ممنوع نہ ہوں گے۔

جواب (۶) اگر وہ مکان اُن زنان محارم کا ہے تو جواب جواب سوم ہے کہ گزرا ورنہ
جواب ہفتم کہ آتا ہے۔

جواب (۷) اللھم انی اعوذ بک من الفتن والآفات وعوار العورات۔

یہ مسئلہ مکان اجانب میں زنان اجنبیہ کے پاس عورتوں کے جانے کا ہے علمائے
کرام نے مواضع استثناء ذکر کرکے فرمایا۔ الا فیما عدا ذلک وان اذن کانا عاصیین۔
نہ ان کے مادر ایں اور اگر شوہر اذن دے تو وہ بھی گنہگار اس نفی کا عموم سب کو شامل پھر
اُن مواضع میں ماں کے پاس جانا بھی شمار فرمایا اور دیگر محارم کے پاس بھی اور اس کی مثال
خانیہ وغیرہ میں خالہ وعمہ وخواہر سے دی۔ نیز علمانے قابلہ وغاسلہ کا استثناء سے مخصوص نہ
ہوتا استثناء میں مادر وخالہ وخواہر وعمہ وقابلہ وغاسلہ کے ذکر کے کوئی معنی نہ تھے۔ احادیث
ثلثہ مشار الیہا میں ارشاد ہوا عورتوں کے اجتماع میں خیر نہیں حدیثین اولین میں اس کی علت
فرمائی کہ وہ جب اکٹھی ہوتی ہیں۔ بیہودہ باتیں کرتی ہیں حدیث ثالث میں فرمایا ان کے
جمع ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے صیقل گرتے دہا تپایا جب آگ ہو گیا کوٹنا شروع کیا جس
چیز پر اُس کا پھول پڑا جلادی۔ رواھن جمیعا الطبرانی فی الکبیر۔ عورتیں کہ بوجہ
نقصان عقل ودین سنگدل اور امر حق سے کم منفعل ہیں ولذا لم یکمل منھن الا القلیل۔
لوہے سے تشبیہ دی گئی اور نار شہوات وخلاعات کہ ان میں رجال سے حصہ زائد مشتعل
رہار کی بھٹی اور انکا ملنے بالطبع ہوکر اجتماع لوہے اور ہتوڑے کی صحبت۔ اب جو چنگاریاں
اڑیں گی وین ناموس حیا غیرت جس پر پڑیں گی ساتھ پھوک دیں گی سلجے پارسا ہے۔ ہاں
پارسا ہے وبارک اللہ مگر جان برادر کیا پارسائیں معصوم ہوتی ہیں کیا صحبت بد میں اثر نہیں
جب قیتوں سے جدا خود سرو آزاد ایک مکان میں جمع اور تیموں کے آنے دیکھنے سے بھی اطمینان

حامل۔ فانما خلقت من ضلع اعوج۔ کج سے بنی کج ہی چلے گی آپ ناداں ہے
ترشدہ شدہ سیکہ کر رنگ بدلے گی جسے تشقیق زنان کی پروا نہیں یا حالات زمان سے
آگاہ نہیں اول ظالم کا تو نام نہ لیجئے اور ثانی صالح سے گزارش کیجئے ع

معذور دار مت کہ تو او را ندیدہ

مجمع زنان کی شناعات وہ ہیں کہ لا ینبغی ان تتکس فقدلان تسطر جسے ان نازک شیشیوں
کو صدمے سے بچانا ہو تو راہ یہی ہے شیشیاں شیشیاں بھی بے حاجت شرعیہ نہ
ملنے پائیں کہ آپس میں مل کر بھی ٹھیس کھا جاتی ہیں حاجات شرعیہ وہی جو علمائے کرام نے
استثناء فرما دیں عرض احادیث مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہلکا نہیں کہ اجتماع
نساء میں خیر و اصلا نہیں آئندہ اختیار بدست مختار۔

جواب (۸، ۹) ان دونوں سوالوں کا جواب بعد ملاحظہ اصل سوم و جوابات سابقہ ظاہر
کہ بعد اسقاط اعتبار ملک و لحاظ سکونت یہ ان سے جدا کوئی صورت نہیں۔

جواب (۱۰) ملک کا حال وہی ہے جو اوپر گزرا اور شوہر کے پاس جانا مطلقاً جائز جبکہ
ستر حاصل اور تحفظ کامل اور ہر گونہ اندیشۂ فتنہ زائل اور موقع غیر موقع ممنوع و باطل ہو
اور شوہر جس مکان میں رہے اگرچہ ملک مشترک بلکہ غیر کی ملک ہو اُس کے پاس رہنے
کی بھی بشرائط معلومہ مطلقاً اجازت بلکہ جبکہ نہ مہر معجل کا تقاضا نہ مکان مغصوب وغیرہ
ہونے کے باعث دین یا جان کا ضرر ہو اور شوہر شرائط سکنیٰ کے واجبہ مذکورہ نفقہ بجا
لایا ہو تو واجب انہیں شرائط سے واضح ہوگا کہ مسکن میں اوروں کی شرکت سکونت
کہاں تک تحمل کی جاسکتی ہے۔ اتنا ضروری ہے کہ عورت کو ضرر دینا بنص قطعی قرآن عظیم
حرام ہے اور شک نہیں کہ اجنبی مرد تو درکنار سوت کی شرکت بھی ضرر رساں اور جہاں
ساس نند دیورانی جیٹھانی سے ہو تو اُن سے بھی جدا رکھنا حق زناں والتفصیل فی ردالمحتار۔

جواب (۱۱) یہ تقریباً وہی سوال ہے محارم کے یہاں بشرائط جائز۔ جواب سوم بھی ملحوظ
ہے ورنہ خدا کے گھر یعنی مساجد سے بہتر عام محفل کہاں ہوگی اور ستر بھی کیسا کہ مردوں
کی ادھر ایسی پیٹھ کہ منہ نہیں کر سکتے اور امام نہیں حکم کہ بعد سلام جب تک عورتیں نہ نکل جائیں۔

نہ اٹھو مگر علمائے نے اولاً کچھ تخصیصیں کیں جب زمانہ زیادہ فتن کا آیا مطلقاً ناجائز فرما دیا۔

جواب (۱۲)۔ اگر جانے کہ میں اس حالت میں جانے سے انکار کروں تو انہیں منہیات کا چھوڑنا پڑے گا تو جب تک ترک نہ کریں جانا ناجائز اور جانے کہ جب جاؤں تو میرے سامنے منہیات نہ کر سکیں گے تو جانا واجب جبکہ خود اس جانے میں منکر کا ارتکاب نہ ہو اور اگر نہ یہ نہ وہ محل عار و طعن و بدگوئی و بدگمانی سے احتراز لازم خصوصاً مقتدا کو ورنہ بشرائط معلومہ جبکہ حالت حالت مذکورہ سوال ہو کہ اسے نہ خطر نہ توجہ اگرچہ تحریم نہیں مگر حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو شہنا کی آواز سن کر کانوں میں انگلیاں دیں اور یہی فعل حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل کیا اس سے احتراز کی طرف داعی خصوصاً نازک دل عورتوں کے لیے حدیث الخشبۃ ابھی گزری اور اصلاح پر اعتماد زی غلطی

ع بسا کین آفت از آواز خیزد

حسن بلائے چشم ہے نغمہ وبال گوش ہے

جواب (۱۳) جواب پنجم ملاحظہ ہو عورت کا عورت کے ساتھ ہونا زیادت عورت ہے نہ حفاظت کی صورت سونے پر سونا جتنا بڑھاتے جائیے محافظ کی ضرورت ہو گی نہ کہ ایک تر اور دوسرے کی نگہداشت کرے۔

جواب (۱۴) گناہ میں کسی کا اتباع نہیں ہاں وہ صورتیں جہاں منع صرف حق شوہر کے لیے ہے جیسے مہر معجل نہ رکھنے وال کا ہفتے کے اندر والدین یا سال کے اندر دیگر محارم کے یہاں جانا وہاں شب باش ہونا یہ اجازت شوہر سے جائز ہو جائے گا والا لا۔

جواب (۱۵) الرجال قوامون علی النساء۔ مرد کو لازم ہے کہ اپنی اہل کو حتی المقدور مناہی سے روکے یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا۔ عورت بحال نافرمانی دوہری گنہگار ہو گی ایک گناہ شرع دوسرے گناہ نافرمانی شوہر اس سے زیادہ اثر جو عوام میں مشتہر کہ بے اذن جائے غلط اور باطل مگر جبکہ شوہر نے ایسے جانے پر طلاق بائن معلق کی ہو مرد مجلس خالی عن المنکرات میں شریک ہو سکتا ہے اور نہی عن المنکر کے لیے مجالس منکرہ میں بھی جانا ممکن جبکہ خوف فتنہ نہ ہو۔ والفتنۃ اکبر من القتل۔ مگر

تجسس واتباع عورات ودخول دار غیر بے اذن کی اجازت نہیں ۔

جواب (۱۶) عورتوں کے لیے محرم عورت کے معنے اصل پنجم میں گزرے اور نہ بھیجنے میں اصلاً محذور شرعی نہیں اگرچہ مجالس محارم زن کے یہاں ہو بلکہ اگر وعظ اکثر واعظان زمانہ کی طرح کہ جاہل و ناعاقل و بیباک و ناقابل ہوتے ہیں مبلغ علم کچھ اشعار خوانی یا بے سروپا کہانی یا تفسیر مصنوع یا تحدیث موضوع نہ عقائد کا پاس نہ مسائل کا احتفاظ نہ خدا سے شرم نہ رسول کا لحاظ غایت مقصود پسند عوام اور نہایت مراد جمع حطام یا ذاکر ایسے ہی ذاکرین غافلین مبطلین جاہلین سے کہ رسائل پڑھیں تو جہاں مغرور کے اشعار گائیں تو شعرائے بے شعور کے انبیاء کی توہین خدا پر اتہام اور نعت و منقبت کا نام بدنام جب تو جانا بھی گناہ بھیجنا بھی حرام اور اپنے یہاں انعقاد مجمع آثام آج کل اکثر مواعظ و مجالس عوام کا یہی حال پُرملال فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسی طرح اگر عادت نساء سے معلوم یا مظنون کہ بنام مجلس وعظ و ذکر اقدس جائیں اور سنیں نہ سنائیں بلکہ عین وقت ذکر اپنی کچہریاں پکائیں جیسا کہ غالب احوال زنان زماں تو بھی ممانعت ہی سبیل ہے کہ اب یہ جانا اگرچہ بنام خیر ہے مگر مرجع غیر ہے ذکر و تذکیر کے وقت لغو و لغط شرعاً ممنوع و غلط اور اگر ان سب مفاسد سے خالی ہو اور وہ قلیل و نادر ہے تو محارم کے یہاں بشرائط معلومہ بھیجنے میں حرج نہیں اور غیر محارم یعنی مکان غیر یا غیر مکان میں بھیجنا اگر کسی طرح احتمال فتنہ یا منکر کا مظنہ یا وعظ و ذکر سے پہلے پہنچ کر اپنی مجلس جمانا یا بعد ختم اسی مجمع زنان کا رنگ منانا ہو تو بھی نہ بھیجے کہ منکر و نامنکر مل کر منکر اور بلحاظ تقریر جواب سوم و ہشتم یہ شرائط عام تر اور اگر فرض کیجئے کہ واعظ و ذاکر عالم سنی متدین ماہر اور عورتیں جا کر حسب آداب شرع بحضور قلب سمع میں مشغول رہیں اور حال مجلس سالمت و لاحق و ذہاب و ایاب جملہ اوقات میں جمیع منکرات و شنائع مالوفہ و غیر مالوفہ معروفہ و غیر معروفہ سب سے تحفظ تام و تحرز تمام اطمینان کافی و وافی ہو اور سبحان اللہ کہاں تحرز اور کہاں اطمینان تو محارم کے یہاں بھیجنے میں اصلاً حرج نہیں ہے اجانب فہذا مما استخیر اللہ تعالیٰ فیہ و جیز کر دی ہیں فرمایا عورت کا وعظ سننے

کو جانا لاباس بہ ہے جس کا حاصل کراہت تنزیہی امام فخر الاسلام نے فرمایا وعظ کی طرف عورت کا خروج مطلقاً مکروہ جس کا اطلاق مفید کراہت تحریمی اور انصاف کیجئے تو عورت کا ستر کامل وحفظ شامل اپنے گھر کے پاس کی مسجد مصلیٰ میں محارم کے ساتھ تکبیر کے وقت جاکر نماز میں شریک ہونا اور سلام ہوتے ہی دو قدم رکھ کر گھر میں ہو جانا ہرگز فتنہ کی گنجائشوں تر سیعوں کا ویسا احتمال نہیں رکھتا جیسا غیر محلہ غیر جگہ بے معیت محرم مکان اجانب و احاطہ مقبوضہ اعادی میں جاکر مجمع ناقصات العقل والدین کے ساتھ مخلے بالطبع ہو تاہم اُسے علما نے بلحاظ زماں مطلقاً منع فرمادیا باآنکہ صحیح حدیثوں میں اُس سے ممانعت کی ممانعت موجود اور حاضری عیدین پر تریبان تک تاکید کہ حیض والیاں بھی نکلیں اگر چادر نہ رکھتی ہوں دوسری اپنی چادروں میں شریک کریں مصلے سے الگ بیٹھی خیر و دعا مسلمین کی برکت لیں تو یہ صورت اولیٰ بالمنع ہے شرع مطہر فقط فتنہ ہی سے منع نہیں فرماتی بلکہ کلیۃ اُس کا سد باب کرتی اور حیلہ و وسیلہ شر کے یکسر پر کترتی ہے غیروں کے گھر تو غیروں کے گھر جہاں نہ اپنا قابو نہ اپنا گزر۔ حدیث میں تو اپنے مکانوں کی نسبت آیا لا تسکنوھن الغرف عورتوں کو بالاخانوں پر نہ رکھو یہ وہی طائر نگاہ کے پر کترتے ہیں شرع مطہر نہیں فرماتی کہ تم خاص لیلے وسلمے پر بدگمانی کرو یا خاص زید و عمرو کے مکانوں کو مظنۂ فتنہ کہو یا خاص کسی جماعت زنان کو مجمع نابایستنی بتاؤ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرماتی ہے کہ ان من الحزم سُوء الظن ؎

نگہ دار داں شوخ در کیسہ در
کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بر

صالح و طالح کسی کے منہ پر نہیں لکھا ہوتا ظاہر ہزار جگہ خصوصاً اس زمن فتن میں باطن کے خلاف ہوتا ہے اور مطابق ہو تو صالحین و صالحات معصوم نہیں اور علم باطن و ادراک غیب کی طرف راہ کہاں اور سب سے درگزرے تو آج کل عامۂ خاص خصوصاً نساء میں بڑا ہنرا ن ہوئی جوڑ لینا طوفان لگا دینا ہے کاجل کی کوٹھری کے پاس ہی کیوں جائے کہ دھبا کھائے لاجرم سبیل یہی ہے کہ بالکل دریا جلا دیا جائے ع

وہ سر ہی ہم نہیں رکھتے جسے سودا ہو ساماں کا

شرع مطہر حکیم ہے اور مومنین اور مومنات پر رؤف و رحیم اس کی عادت کریمہ ہے کہ ایسے مواضع احتیاط میں مابہ البأس کے اندیشہ سے مالا بأس بہ کو منع فرماتی ہے جب شراب حرام فرمائی اُس صورت کے برتنوں میں نبیذ ڈالنی منع فرما دی جن میں شراب اٹھایا کرتے تھے زید کے بار ہا ایسے مجامع ہوتے ہیں کبھی فتنہ نہ ہوا جان برادر علاج واقعہ کیا بعد الوقوع چاہیے۔ ما کل مرۃ تسلم الجرۃ۔ ع

ہر بار سبوز چاہ سالم نرسد

اکل و شرب وغیرہما کی صد ہا صورتوں میں اطبا لکھتے ہیں یہ مضر ہے اور لوگ ہزار بار کرتے ہیں طبیعت کی قوت ضد کی مقاومت تقدیر کی مساعدت کہ ضرر نہیں ہوتا اس سے اُس کا بے غائلہ ہونا سمجھا جائے گا۔ خدا پناہ دے بُری گھڑی کہہ کر نہیں آتی اجنبیوں سے علما کا ایجاب حجاب آخر اسی سد فتنہ کے لیے ہے پھر چند توفیق رفیق بندوں کے چچا ماموں، خالہ، پھوپی کے بیٹوں کنبے بھر کے رشتہ داروں کے سامنے ہونے کا کیسا رواج ہے اور اللہ بچاتا ہے فتنہ نہیں ہوتا اس سے بدتر عام خدا ترس ہندیوں کے وہ بدلحاظی کے لباس آدھے سر کے بال اور کلائیاں اور کچھ حصہ گلو و شکم و ساق کا کھلا رہنا تو کسی گنتی شمار ہی میں نہیں اور زیادہ بانکپن ہوا تو دوپٹہ شانوں پر ڈھلکا ہوا کریب یا جالی باریک یا گھاس ململ کا جس سے سب بدن چمکے اور اس حالت کے ساتھ اُن رشتہ داروں کے سامنے پھرنا یہاں بحمہ وہ رؤف رحیم حفظ فرماتا ہے فتنہ نہیں ہوتا ان اعضا کا ستر کیا بعینہٖ واجب نہ تھا نہ تھا بلکہ وہی منع و دالی و سد باب پھر اگر ہزار بار واقع نہ ہوئے تو کیا وہ حکم حکمت باطل ہو جائیں گے شرع مطہر جب مظنہ پر حکم دائر فرماتی ہے اصل علت پر اصلا مدار نہیں رکھتی وہ چاہے کبھی نہ ہو نفس مظنہ پر حکم چلے گا فقیر کے پاس تو یہ ہے اور جو اس سے بہتر جانتا ہو مجھے مطلع کرے بہر حال اس قدر بیقین کہ بھیجنا محتمل اور نہ بھیجنا بالاجماع جائز و بے خلل لہٰذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی پر عمل رہا واعظ و ذاکر وہ بشرطیکہ جس منکر پر اطلاع پائے حسب قدرت انکار و ہدایت کرے ہر مجلس میں جا سکتا ہے۔

واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۔

مسئلہ ۔ چاندی اور سونے کی گھڑیاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چاندی سونے کی گھڑیاں رکھنا یا سیم وزر کے چراغ میں بغرض اعمال کے فتیلہ روشن کرنا جس سے روشنی لینا کہ مقصود متعارف چراغ ہی مراد نہیں ہوتا بلکہ قوت عمل وسرعت اثر تنبیہ موکلات مقصود ہوتی ہے جائز ہے یا نہیں ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب دونوں ممنوع ہیں علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں :

قال العلامة الوانی المنھی عنہ استعمال الذھب والفضة اذ الاصل فی ھذا الباب قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ھٰذان حرامان علی امتی حل لاناثھم ولما بین ان المراد عن قولہ حل لاناثھم مایکون حلیا لھن بقی ماعداہ علی حرمة سواء استعمل بالذات او بالواسطہ اھ اقرہ العلامة نوح واید ہ باطلاق الاحادیث الواردة فی ھٰذا الباب اھ ابوالسعود ومنہ تعلم حرمة استعمال ظروف فناجین القھوۃ والساعات من الذھب والفضة اھ ملخصًا ۔

علامہ شامی ردالمحتار میں ان تصریحات علامہ طحطاوی کو ذکر کرکے فرماتے ہیں ۔ وھوظاہر اُس میں ہے :

الذی کلہ فضة یحرم استعمالہ بای وجہ کان کماقدمناہ ولامس بالجسد والاحرم ایقاد العود فی مجمرة الفضة ومثلہ بالاولیٰ ظروف فنجان القھوۃ والساعة وقدرة التنباك التی یوضع فیھا الماء وان کان لایمسھا بیدہ ولا بفمہ لانہ استعمال فیما صنعت لہ الخ

اور یہ عذر کہ چراغ استصباح یعنی روشنی لینے کے لیے ہوتا ہے اور یہاں اس نیت سے مستعمل نہیں تو جواز چاہیئے :

لما فی درالمختار ان ھٰذا اذا استعملت ابتداء فیما صنعت لہ بحسب متعارف الناس والا لا کراھتہ ۔

مقبول ہے کہ اولاً عند التحقیق مطلق استعمال ممنوع ہے اگرچہ خلاف متعارف ہو۔ لاطلاق الاحادیث والادلۃ کمامر۔

کٹورا پانی پینے کے لیے بنتا ہے اور رکابی کھانا کھانے کو پھر کوئی نہ کہے گا کہ چاندی سونے کے کٹورے میں پانی پینا یا اُس کی رکابی میں کھانا کھانا جائز ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں: ماذکرہ فی الدر من اناطۃ الحرمۃ بالاستعمال فیما صنعت لہ عرفا فیہ نظر فانہ یقتضی انہ لو شرب او اغتسل بانیتہ الدہن او الطعام انہ لایحرم مع ان ذٰلک استعمال بلاشبھۃ داخل تحت اطلاق المتون والادلۃ الوارۃ فی ذٰلک الخ

ثانیاً: استصباح چراغ خانہ سے مقصود ہوتا ہے۔ یہ چراغ اُس غرض کے لیے بنتا ہی نہیں اور جس غرض کے لیے بنتا ہے اس میں استعمال قطعاً متحقق تو استعمال موجود ہے اور حکم تحریم سے مفر مقصود وہاں اگر سونے کا ملمع یا چاندی کی قلعی کریں تو کچھ حرج نہیں علامہ عینی فرماتے ہیں۔

اما التمویہ الذی لایخلص فلا باس بہ بالاجماع لانہ مستھلک فلاعبرۃ ببقائہ لونا انتھٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

مسئلہ: میت کی تعزیت کے لیے آنے والوں کی تواضع

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر بلادِ ہند میں یہ رسم ہے کہ میت کے روزِ وفات سے اُس کے اعزہ واقارب واحباب کی عورات اُس کے یہاں جمع ہوتی ہیں اُس اہتمام کے ساتھ جو شادی میں کیا جاتا ہے پھر کچھ دوسرے دن اکثر تیسرے دن واپس آتی ہیں۔ بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں، اس مدت اقامت میں عورات کے کھانے پینے پان چھالیا کا اہتمام اہل میت کرتے ہیں جس کے باعث ایک صرف کثیر کے زیر بار ہوتے ہیں اگر اس وقت اُن کا ہاتھ خالی ہو تو قرض لیتے ہیں یوں نہ ملے تو سودی نکلواتے ہیں اگر نہ کریں تو مطعون وبدنام ہوتے ہیں یہ شرعاً جائز ہے یا کیا۔ بینوا توجروا۔

الجواب سبحان اللہ اے مسلمان یہ پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں

سخت وشنیع خرابیوں پرمشتمل ہے۔

اوّلاً : یہ دعوت خود ناجائز وبدعت شنیعہ وقبیحہ ہے امام احمد اپنے مسند اور ابن ماجہ سنن میں بسند صحیح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ۔

ہم گروہ صحابہ اہل بیت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطق امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لافی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔

اہل بیت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنا منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے اسی طرح علامہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں فرمایا:

ولفظہ یکرہ الضیافۃ من اھل المیت لانھا شرعت فی السرور لافی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔

فتاوی خلاصہ فتاوی سراجیہ وفتاوی ظہیریہ فتاوی تاتارخانیہ اور ظہیریہ سے خزانۃ المفتین کتاب الکراہیہ اور تاتارخانیہ سے فتاوی ہندیہ میں بالفاظ متقاربہ ہے:

واللفظ للسراجیۃ لایباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلثۃ ایام فی المصیبۃ

اھ زاد فی الخلاصۃ لان الضیافۃ یتخذ عند السرور۔

غمی میں یہ تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے۔ فتاوی امام قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے:

یکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ایام المصیبۃ لانھا ایام تاسف فلایلیق بھا مایکون للسرور۔

غمی میں ضیافت ممنوع ہے کہ یہ افسوس کے دن ہیں تو جو خوشی میں ہوتا ہے ان کے لائق نہیں

تبیین الحقائق امام زیلعی میں ہے :

لا باس بالجلوس المصیبۃ الی ثلث من غیر ارتکاب محظور من فرش البسط والاطعمۃ من اھل المیت ۔

مصیبت کے لیے تین دن بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ کسی امر ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے جیسے مکلف فرش بچھانے اور میت والوں کی طرف سے کھانے ۔ امام بزازی وجیز میں فرماتے ہیں :

یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ۔

یعنی میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ و ممنوع ہیں ۔ علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں :

اطال ذٰلک فی المعراج وقال ھٰذہ الافعال کلھا السمعۃ والریاء فیحترز عنھا ۔

یعنی معراج الدرایہ شرح ہدایہ نے اس مسئلہ میں بہت کلام طویل کیا اور فرمایا کہ یہ سب نامورری اور دکھاوے کے کام ہیں ۔ ان سے احتراز کیا جائے ۔ جامع الرموز آخر الکراہۃ میں ہے :

یکرہ الجلوس للمصیبۃ ثلثۃ ایام او اقل فی المسجد ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ھٰذہ الایام وکذا اکلھا کما فی خیرۃ الفتاوی ۔

یعنی تین دن یا کم تعزیت لینے کے لیے مسجد میں بیٹھنا منع ہے اور ان دنوں میں ضیافت بھی ممنوع اور اس کا کھانا بھی منع جیسا کہ خیرۃ الفتاویٰ میں تصریح کی فتاوی القروی اور واقعات المفتین میں ہے :

یکرہ اتخاذ الضیافۃ ثلثۃ ایام واکلھا لانھا مشروعۃ للسرور ۔

تین دن ضیافت اور اس کا کھانا مکروہ ہے کہ دعوت تو خوشی میں شروع ہوتی ہے کشف الغطا میں ہے :

ضیافت نمودن اہل میت اہل تعزیت را وپختن طعام برائے آنہا مکروہ است باتفاق روایات چہ ایشاں را بسبب اشتغال بمصیبت استعداد وتہیہ آں دشوار است ۔

اسی میں ہے :

پس آنچہ متعارف شدہ از پختن اہل مصیبت طعام را در سوم و قسمت نمودن آں میان اہل تعزیت و اقران غیر مباح و نا مشروع است و تصریح کردہ بداں در خزانہ چہ شرعیت ضیافت نزد سرور ست نہ نزد شرور و ہو المشہور عند الجمہور

ثانیاً : غالباً ورثہ میں کوئی یتیم یا اور بچہ نابالغ ہوتا ہے یا بعض ورثاء موجود نہیں ہوتے نہ اُن سے اِس کا اذن لیا جاتا ہے جب تو یہ امر سخت حرام شدید پر متضمن ہوتا ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ان الذین یأکلون اموال الیتمٰی ظلما انما یأکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا ۵	بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں بلاشبہ وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں اور قریب ہے کہ جہنم کے گہراؤ میں جائیں گے ۔

مال غیر میں بے اذن غیر تصرف خود ناجائز ہے قال اللہ تعالیٰ لا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل ۔ خصوصاً نابالغ کا مال ضائع کرنا جس کا اختیار نہ خود اُسے نہ اُس کے باپ نہ اُس کے وصی کو لان الولایۃ للنظر لا للضرر ۵ علی الخصوص اگر اُن میں کوئی یتیم ہوا تو آفت سخت تر ہے والعیاذ باللہ رب العالمین ۔ ہاں اگر محتاجوں کے دینے کو کھانا پکوائیں تو حرج نہیں بلکہ خوب ہے بشرطیکہ یہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کرے یا ترکہ سے کریں تو سب وارث موجود بالغ و نابالغ راضی ہوں ۔

خانیہ و بزازیہ و تاتارخانیہ و ہندیہ میں ہے :

واللفظ لھا بتین ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثۃ بالغین فان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذوا ذلک من الترکۃ ۔

نیز فتاویٰ قاضی خان میں ہے :

ان اتخذ ولی المیت طعاما للفقراء کان حسنا الا ان یکون فی الورثۃ صغیر فلا یتخذ من الترکۃ ۔

ثالثاً ۔ یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں افعال منکرہ کرتی ہیں مثلاً چلا کر رونا پیٹنا بناوٹ سے منہ ڈھانکنا الی غیر ذلک اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے ایسے مجمع کے لیے میت کے عزیزوں دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ۔ نہ کہ اہل میت کا اہتمام طعام کرنا کہ سرے سے ناجائز ہے تو اس مجمع ناجائز کے لیے ناجائز تر ہوگا ۔

کشف الغطا میں ہے :

> ساختن طعام در روز ثانی وثالث برائے اہل میت اگر زنہ گران جمع باشند مکروہ ست زیراکہ اعانت ست ایشاں را بر گناہ

رابعاً ۔ اکثر لوگوں کو اس رسم شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ تکلیف کرنی پڑتی ہے یہاں تک کہ میت والے بیچارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلہ کے لیے کھانا پان چھالیاں کہاں سے لائیں اور بارہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے ایسا تکلف شرع کو کسی امر مباح کے لیے بھی زنہار پسند نہیں نہ کہ ایک رسم ممنوع کے لیے پھر اس کے باعث جو دقتیں پڑتی ہیں خود ظاہر ہیں پھر اگر قرض سودی ملا تو حرام خالص ہوگیا اور معاذ اللہ لعنت الٰہی سے پورا حصہ ملا کہ بے ضرورت شرعیہ سود دینا بھی سود لینے کے مثل باعث لعنت ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا غرض اس رسم کی شناعت وممانعت میں شک نہیں اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعاً ایسی رسوم شنیعہ جن سے ان کے دین و دنیا کا ضرر ہے ترک کردیں اور طعن بیہودہ کا لحاظ نہ کریں واللہ الہادی ۔

تنبیہ : اگرچہ صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز عزیزوں ہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہل میت کے لیے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دونوں وقت کھا سکیں اور باصرار انہیں کھلائیں مگر یہ کھانا صرف اہل میت ہی کے قابل ہونا سنت ہے اس میلے کے لیے بھیجنے کا ہرگز حکم نہیں اور ان کے لیے بھی فقط روز اول کا حکم ہے آگے نہیں ۔

کشف الغطا میں ہے ۔

مستحب ست خویشاں و ہمسایہ ہائے میت راکہ اطعام کنند طعام را برائے اہل وے کہ سیر کند ایشاں را یک شبانہ روز والحاح کنند تا بخورند و در خوردن غیر اہل میت ایں طعام را مشہور آنست کہ مکروہ ست اھ ملخصاً۔

علمگیری میں ہے:

حمل الطعام الی صاحب المصیبۃ والاکل معھم فی الیوم الاول جائز لتوغلم بالجھاز وبعدہ یکرہ۔ کذا فی التتارخانیہ۔

تنبیہ !!

قد ارینالک تظافر النقول وانما الواجب اتباع المنقول وان لم یظھر وجھہ للعقول کما صرح بہ العلماء الفحول فکیف اذا کان ھو المعقول والعبرۃ بالبحث مع نص ثبت فکیف مع النصوص وقد توافرت لانظر فیہ لعلامۃ الفاضل ابراھیم الحلبی حیث اورد المسالۃ فی اواخر الغنیۃ عن فتح القدیر وعن البزازیہ ثم قال ولا یخلو عن نظر لانہ لا دلیل علی الکراھۃ الا حدیث جریر بن عبداللہ المتقدم وانما یدل علی کراھۃ ذلک عند الموت فقط علی انہ قد عارضہ ما رواہ الامام احمد بسند صحیح وابوداود (ای والبیھقی فی دلائل النبوۃ کلھم) عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول اللہ صلی تعالٰی علیہ وسلم فی جنازۃ فذکر الحدیث قال) فلما رجع استقبلہ داعی امرأتہ فجاء وجیئ بالطعام فوضع یدہ ثم وضع لقوم فاکلوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلوک لقمۃ فی فیہ الحدیث۔ قال فھذا یدل علی اباحۃ صنع اھل المیت الطعام والدعوۃ الیہ اھ مختصرا وقد تکفل بالجواب عنہ العلامۃ الشامی فی رد المحتار فقال فیہ نظر فانہ واقعۃ حال لا عموم لھا مع احتمال سبب خاص بخلاف ما فی حدیث جریر علی انہ بحث فی المنقول فی مذھبنا ومذھب غیرنا کالشافعیۃ والحنابلۃ استدلال بحدیث المذکور علی الکراھۃ الخ۔

اقول ولم یتعرض لاعتراضہ الاول لکونہ اظھر سقوطا فاولا نحن مقلدون لا منتقدون فما بالنا بالدلیل وعدم وجداننا الدلیل علی العدم وثانیا ما ذکروا جمیعا

من انه انما شرع فی السرور لا فی الشرور کاف فی الدلیل وثالثا لا ادری من این
اخذ رحمه الله تعالیٰ تخصیص افادة الکراهة فی الحدیث بساعة الموت لیس منعهم
الطعام فی الیوم الثانی والثالث وشل صنعامن اهل المیت لاجل المجتمعین فی
المأتم ام انما المحرم النیاحة عند الموت فقط لا بعدہ فان اراد ان المعروف فی عهدهم
کان هو الاجتماع والصنع عنده لا بعده طولب بثبوته وعلی تسلیمه حققنا
انه حکم اتفاقی ومن ذهب خصوصیة الوقت ملغاة هذا ورایتنی کتبت علی هامش
رد المحتار علی قوله وفی تحری مانصه لان وقائع العین مظان الاحتمالات مثلا یمکن
ههنا ان المدعون کانت موعودة بهذا الیوم من قبل واتفق فیه الموت فان قلت هل
من دلیل علیه قلت من دلیل علی نفیه وانما الدلیل علیکم لا علینا فهذا هو النظر
الرابع فی کلامه علا ان ضیافة الموت ضیافة تتخذ لاجل الموت وضیافة الصحابة
رضی الله تعالیٰ عنهم للنبی صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم لم تکن موقوفة علی موت احد ولا
حیاته فلو ان النبی صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم جاءها فی غیر موت بما اضافه ومن معه
من خدمه صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم کما وقع عنهم مرارا فلم یکن فیه لحدوث شیء من
اجل الموت بحیث لو لم یقع الموت لم یکن بخلاف ما نحن فیه فانه انما یکون لاجله بحیث
لو لم یکن لم یکن فهذا الخامس علا ان الحاظر والمبیح اذا تعارضا بل یقدم
الحاظر فهذا السادس هذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وبالجملة فلیس ثمہ بحث
فی منقول فی مذهب وانما النظر السابع المذکور اخر فی کلام الشامی رحمه الله تعالیٰ والموفق اهـ
ما کتبت علیه وزید ما المولی الفاضل علی القاری علیه الرحمة الباری فی حال
تاویل نصوص مذهب خلفا منه انه تخالف الحدیث فقال فی المرقاة شرح المشکوة
باب المعجزات قبیل الکرامات تحت قول الحدیث فاکلوا هذا الحدیث بظاهره
یرد علی ما قرره اصحاب مذهبنا من انه یکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول او
الثالث وبعد الاسبوع کما فی البزازیة ثم اورد نصوص الخلاصة والزیلعی والفتح
قال وقد یحمل تعلیلهم بانه شرع فی السرور لا فی الشرور ذکر قول المحقق حیث اطلق

مستقبحة واستدلاله بحدیث جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ان یقید
کلامهم بنوع خاص من اجتماع یوجب استحیاء اهل بیت المیت فیطعمونهم کرها او
یحمل علی کون بعض الورثة صغیرا او غائبا اولم یعرف رضاه ولم یکن الطعام من
عند احد معین من مال نفسه لا من مال المیت قبل قسمة ونحو ذلک وعلیه یحمل قول
قاضی خان یکره اتخاذ الضیافة ایام المصیبة لانها ایام تاسف فلا یلیق بہا ما یکون
للسرور اه اقول: اولاً قد نبأناک ان الحدیث لا ورود له علیهم بوجوه۔
وثانیاً لا مساغ للتقیید فی کلماتهم بعد ما نقل هو عنهم انهم جمیعا عللوہ بانه
انما شرع فی السرور لا فی الشرور وان الامام فقیه النفس قال انها ایام تأسف فلا یلیق
بہا عوائد السرور فان الالجاء الی الطعام کرها والتصرف فی مال بغیر اذن مالکه
واحد مالکه لا سیما الصغیر مما لا تجوز قط فی السرور ولا فی الشرور فی هٰذا برتفع
الفرق وهم مصرحون به عن آخرهم فیکون تحویلا لا تاویلا۔
وثالثا ما ذکرنا ثانیا من التقیید بمال صغیر او غائب الخ العد وابعد وکیف یحمل علیه
کلام الخانیه من انه قال متصلا به وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانوا
بالغین فان کان فی الورثة صغیر لم یتخذوا ذلک من التركة اه مثله کلام
البزازیة والتتارخانیة والهندیة وغیرها فانه ظاهر فی انهم یفرقون
بین الضیافة واتخاذ طعام للفقراء فیحکمون علی الاول بالکراهة وعلی
الثانی بالحسن ویقیدونه بما اذا کانوا بالغین وقد صرحوا بمفهوم القید
بمنعه من التركه اذا کانوا قاصرین فلو کانت الکراهة فی الاول ایضا
مقصورة علی ذلک لا رتفع الفرق۔
ورابعاً الراد دو اهٰذا لکان من المستبعد تظافرهم علی التعبیر بالکراهة
فان الاتخاذ والحال هذه من اشنع المحرمات القطعیة کما لا یخفی۔
وخامساً لئن سلمنا ما افاده فی التاویل اول لکان الحکم فی مسألتنا هٰذه
هو المنع مطلقا فانهن یجتمعن عند اهل البیت ویکن فی بیته یومیا واکثر و

الانسان یستحیی ان یقیم احدا بیتہ جائعا فیضطر الی اطعامہ رضی او سخط و
قد علم کما ذکر فی السؤال انھم لم یفعلوا بصیر و اعرضۃ لمطاعن الناس فلیس
الاطعام المعھود الا علی اوجہ المرد و د و ھذا ما قال فی معراج الدرایۃ انھا کلھا
للسمعۃ والریاء کما قدمنا فھذا التخصیص یؤدی الی التعمیم ولو رای
الفاضلان الجلبی و القاری ما علیہ بلادنا لاطلقا القول جازمین بالتحریم
لا شکال ان فی ترخیصہ فتح باب شیطان رجیم و ایقاع المسلمین لاسیما اخفاء
ذات فی حرج عظیم وضیق الیم فنسأل اللہ الثبات علی الصراط المستقیم و
الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالٰی علی سیدنا محمد و آلہ اجمعین ۔

مسئلہ ۴۸ جنت میں روایت باری تعالیٰ، اسماء اور لوح محفوظ

معروض بعض کلمات کے احکام معلوم کرنا چاہتا ہوں امید کہ جواب سے جلد معزز ہوں۔

(۱) ایک سنی شخص کے سامنے ذکر آیا کہ شیعہ معتزلہ دار جنت میں رویت باری عزوجل کے منکر ہیں اُن صاحب نے کہا وہ سچ کہتے ہیں انہیں تو نہیں ہوگی شاید لفظ مومنین کے لیے بھی ذکر میں تھا اگرچہ یہ ایک شبہہ ہی شبہہ سا یاد پڑتا ہے یہ کہنا کیسا ہے ایک صاحب نے خود اپنا نام ابوالبرکات رکھا اُس پر اب آزاد کا اور اضافہ کیا جس کی ایک واہی تباہی روایت چھپوا کر تقسیم کی اس کی بابت ایک صاحب نے کہا کہ یہ نام انہوں نے کہاں سے رکھا کچھ اللہ میاں کے یہاں تو ان کا یہ نام لکھا ہوا ہے نہیں جس پر کہا گیا کہ لوح محفوظ میں تو سب لکھا ہوا ہے یہ بھی لکھا ہوا ہے اس پر ان صاحب نے کہا کہ میں نے اس بنا پر کہا تھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ جو نام ماں باپ رکھتے ہیں وہ نام اللہ میاں کے یہاں لکھا جاتا ہے ظاہرہ ان قائل کا مطلب یہ تھا کہ نام کرکے وہ نام ہی لکھا جاتا ہے جو خود گھڑتے ہیں وہ بطور ایک امر واقع کے لکھا ہوتا ہے کہ فلاں اپنا نام یہ رکھے گا نام کرکے نہیں کہ فلاں کا یہ نام ہے غرض اُن کا وہ مقولہ کیسا ہے اور اُس کی کیا اصل ہے کہ نام وہی ہوتا ہے جو ماں باپ کا رکھا ہو نہ خود رکھا ہوا۔ ایک سنی صاحب کے سامنے میں نے کہا

کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہت خصائص ہیں بعض وہ احکام شرعیہ جو عام ہیں ان سے حضور نے بعض صحابہ کو مستثنیٰ کیا تھا اس پران صاحب نے کہا جبھی تو بعض جہلا کہنے لگے تھے کہ اللہ عزوجل تو رضا جوئے محمدی ہے اس پر میں نے کہا کہ بعض جہلا کی کیا تخصیص ہے۔ اللہ عزوجل تو رضا جوئے محمدی ہے ہی انہوں نے بھی اس کا اقرار کیا اور کہا کہ ایسے خصائص دیکھ کر شاید بعض ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن بھی یہ کہنے لگی تھیں مگر اصل بات یہ ہے کہ حضور اللہ عزوجل کے فرمودہ سے باہر قدم ہی نہیں رکھتے تھے وہی فرماتے تھے جو اللہ عزوجل کا حکم تھا تو اصل میں حضور متبع حکم الٰہی اور بھی رضا جوئے الٰہی ہوئے ان کی اس وقت کی طرز تقریر اور حالت سے اُن کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہلا تو یہ سمجھ کر اللہ عزوجل کو رضا جوئے محمدی کہنے لگے تھے کہ حضور خود ایک حکم دیتے ہیں اور پھر اللہ عزوجل بھی ویسا ہی وحی نازل فرما دیتا ہے یعنی اللہ عزوجل حضور کا اتباع فرماتا ہے حالانکہ اصل میں حکم الٰہی وہی ہوتا ہے اور اسی کے اتباع سے حضور حکم دیتے ہیں غرض اُن کا یہ مقولہ کہ جبھی تو بعض جہلا بھی الخ کا کیا حکم ہے اور اس کا کل مقولہ جو اُس کے بعد کہا گیا۔ بعض لوگوں کا قاعدہ ہے کہ مثلاً کسی نے کہا کہ فلاں کے گھر چوری ہوئی انہوں نے کہا اچھا ہوا چوری ہوئی پھر بعض دفعہ تو ظاہر کلام ہے وہی مراد ہوتا ہے اور بعض دفعہ یہ مراد ہوتا ہے کہ چونکہ مثلاً مال رہنا مضر تھا یا اس کا انہیں غرور تھا لہٰذا اچھا ہوا کہ چوری ہوئی کہ غرور جاتا رہا یا مضر دفع ہو گیا دونوں تقدیروں پر یہ ممنوع چیز کو اچھا کہنا کیسا ہے ایک شخص سے کوئی کلمہ خلاف نکلا بعد کو اُس نے اس سے صراحۃً انکار اور اُس کا قبیح تسلیم کر لیا یا اُس کو چھوڑ کر اُس کے مخالف کلمہ کا اقرار کیا۔ آیا توبہ ہو گئی یا ضرور ہے کہ بلفظ توبہ کرے۔ ہمارے اعزہ میں سے ایک عورت نے اپنے شوہر سے ناراض ہو کر کہا کہ نہ معلوم تمہیں فلاں مکان و نام لے کر اسے کیا عشق ہے شوہر نے کہا خدا جانے اُس پر اُس عورت نے کہا کچھ بھی خدا جانے نہیں ہے اور اس کے بعد ایک اور جملہ کہا جو شاید یہ تھا کہ سب تمہارے حیلے حوالے بیکاریاں بے پرواہیاں ہیں۔ یہ سب تمہارے حیلے حوالے بیکاریاں ہیں یہ جملہ کیسا ہے اس کا کیا حکم ہے نقل اسولہ میرے پاس موجود ہے۔

جواب سے جلد معزز ہوں ۔

میرے لیے دعائے عافیت دارین ضرور فرمائیں اس زمانۂ فتن میں مولیٰ تعالیٰ ہم اہل سنت کے ایمان کی خیر رکھے آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین صلوات اللہ سلامہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین ۔

الاجواب مولیٰ عزوجل فرماتا ہے۔ انا عند ظن عبدی بی ۔ روافض معتزلہ کہ رویت الٰہی سے مایوس ہیں مایوس ہی رہیں گے وہابیہ کہ شفاعت سے منکر ہیں محروم ہی رہیں گے تو ان کا انکار ان کے اعتبار سے صحیح ہوا ظاہرا قائل کی یہی مراد تھی کہ ان کی نفی ان کے حق میں یہی ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہاں جو اس کے قول کی تصدیق بمعنی نفی مطلق کرے کہ میں اپنے بندہ کے گمان کے مطابق ہوں جیسا وہ گمان کرے ۔ وہ ضرور گمراہ اور خارج از اہل سنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(۲) بلاشبہ لوح محفوظ میں ہر صغیر وکبیر مستطر ہے جو اسم بحیثیت علم دنیا میں کسی کے لیے ہے لوح محفوظ میں وہ ہی بحیثیت علم مکتوب ہے خواہ ماں باپ کا رکھا یا اپنا یا اور کا۔ اور جس میں تغیر واقع ہوا مغیر ومغیر الیہ دونوں اپنے اپنے زمانہ کی قید سے مکتوب ہیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام تبدیل فرمائے کہ اگلے نام متروک ہو گئے اور وہ انہیں دوسرے ناموں سے مشہور ہیں تو عند اللہ بھی اب یہی اُن کے نام ہیں اور انہیں ناموں سے روز قیامت پکارے جائیں گے اور جو شخص اپنا نام بدل کر اور کچھ رکھے اور بحیثیت علم معروف نہ ہو تو اللہ عزوجل کے یہاں بھی وہ علم ہو کر نہ لکھا گیا ہاں یہ واقع ضرور مکتوب ہے ظاہرا یہی مراد قائل نے یہ نہ کہا اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ نہیں لکھا ہے بلکہ یہ کہا کہ اُن کا نام یہ نہیں لکھا ہے تو یہ سلب کتابت نہیں بلکہ سلب کتابت علمیت ہے اور یہ صحیح ہے جبکہ اس وضع کیے ہوئے نام نے حیثیت علمیت پیدا نہ کی ہاں ایسی جگہ کلام بہت ہوشیاری سے چاہیے جس میں کوئی پہلوئے ناقص نہ نکلے سوال میں اسم جلالت کے ساتھ لفظ میاں مکتوب ہے یہ ممنوع ومعیوب ہے زبان اُردو میں میاں کے تین معنی ہیں جن میں دو اُس پر محال ہیں اور شرع سے در ود نہیں لہذا

اس کا اطلاق محمود نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) قائل کا کہنا کہ جبھی تو بعض جہلا الخ بہت سخت تقبیح وتشنیع واقع ہوا اور جو معنی اُس نے بعد کو قرار دیے اُس میں بھی وہ حقیقت کو نہ پہنچا بلاشبہہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تابع مرضی الٰہی ہیں اور بلاشبہہ کوئی بات اس کے خلاف حکم نہیں فرماتے اور بلاشبہہ اللہ عزوجل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا چاہتا ہے۔

ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ ٥...... قد نریٰ تقلب وجهك فی السماء فلنولینك قبلة ترضٰها فول وجهك شطر المسجد الحرام۔

حکم الٰہی بیت المقدس کی طرف استقبال کا تھا حضور تابع فرمان تھے یہ حضور کی طرف رضا جوئی الٰہی تھی مگر قلب اقدس استقبال کعبہ چاہتا تھا مولیٰ عزوجل نے مرضی مبارک کے لیے اپنا وہ حکم منسوخ فرمایا اور جو حضور چاہتے تھے قیامت تک کے لیے وہی قبلہ مقرر فرمایا یہ اللہ عزوجل کی طرف سے رضا جوئی محمدی ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان میں سے جس کا انکار ہو قرآن عظیم کا انکار ہے۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں ما اری ربك یسارع فی هواك۔ میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے۔

رواہ البخاری یہ ہے وہ کلمہ کہ بعض ازواج مطہرات نے عرض کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا تو قائل کا کہنا کہ ایسے خصائص دیکھ کر بعض ازواج مطہرات بھی کہنے لگی تھیں دراصل بات یہ ہے الخ یہ بتا رہا ہے کہ شاید ان بعض ازواج مطہرات نے خلاف اصل بات کہی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقرر رکھی حدیث روز محشر میں ہے رب عزوجل اولین و آخرین کو جمع کرکے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے فرمائے گا:

کلهم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاك یا محمد۔	یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور اے محبوب میں تمہاری رضا چاہتا ہوں ۔
خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم	خدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بالجملہ کلمہ بہت سخت اور شنیع تھا اور بعد تاویل بھی شناعت سے بری نہ ہوا۔ تو بہ لازم ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اس سے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ سرقہ اچھی بات ہے جس سے حرام قطعی کا استحلال بلکہ استحسان ہو کر معاذ اللہ نوبت بکفر پہنچے بلکہ اس سے مسروق منہ کے نقصان مال کا استحسان سمجھا جاتا ہے اور یہی مقصود ہوتا ہے پھر کبھی یہ براہ حسد حرام اس صورت میں تو مطلقاً گناہ ہے کبھی براہ عداوت ہوتا ہے کہ دشمن کا نقصان دشمن کو پسند آتا ہے اس کا حکم اُس عداوت کا تابع رہے گا اگر عداوت مذمومہ ہے یہ بھی قبیح ومذموم ہے اگر عداوت محمودہ ہے جیسے کہ اعداء اللہ سے دشمنی تو اس میں بھی حرج نہیں۔

ربنا اشدد علی قلوبھم واطمس علی اموالھم۔

جب دعاء سے اُن کا نقصان چاہنا روا ہے تو بعد وقوع اس پر خوش ہونا کیا بیجا ہے کبھی وہ صورت ہوتی ہے جو سوال میں مذکور وہ اگر بہ نیت صحیحہ ہو غیر محظور کہ یہ اُس کے نقصان پر خوش ہونا نہیں بلکہ نفع پر واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) لفظ توبہ نہ ضرورتہ کافی جو قول بیجا صادر ہوا تھا اس پر ندامت اور اس سے بدتری درکار ہے التوبۃ بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) قائلہ کا ہرگز یہ مقصود نہیں کہ باری عزوجل سے معاذ اللہ نفی علم کرے نہ زنہار اُس کے کلام سے سامع کا ذہن اس طرف جاسکتا ہے بلکہ شوہر نے کہا تھا۔ خدا جانے یعنی کوئی سبب خفی نہیں محض تمہاری بے پرواہیاں ہیں اسے اُس ہونک حکم سے کوئی تعلق نہیں نیز یہاں ایک اور دقیقہ ہے بفرض غلط اگر نفی علم ہی مراد لیں تو معاذ اللہ نفی مطلق کی ہرگز بوجھی نہیں بلکہ اس امرخاص سے یعنی اس کا کوئی سبب خفی اللہ نہیں جانتا اور علم الٰہی سے کسی شے کی نفی اُس کے وقوع کی نفی ہے کہ واقع ہونا ہوتا تو ضرور علم میں ہوتا۔

فکان من باب قولہ تعالیٰ وجعلوا للہ شرکاء قل سموھم ام تنبئونہ بما لایعلم فی الارض۔

ہاں ارسال لسان ہے جس سے احتیاط درکار اور خود شوہر کے ساتھ بدزبانی بھی تکفیرن

التعشیر میں داخل کرنے کو بس ہے تو بہ چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہٗ اتم واحکم۔

مسئلہ۔ بدعقیدہ استاد کی تعظیم

حامی سنت قامع بدعت ماحی فتن لازالت شمس افاداتہم طالعۃ۔ پس از ہدیہ مراسم سلام و تحیۃ مدعا نگار کہ اس مسئلہ کا جواب روانہ فرمایا جاوے کہ بکر کا استاد خالد اب بدمذہب ہوگیا تو آیا بکر اس کی تعظیم بحیثیت استاد ہی کرنا چاہیے یا نہیں اگرچہ بکر بحیثیت بدعقیدہ اُس اپنے استاد سے قطعاً محبت نہیں رکھتا ہے بلکہ بُرا سمجھتا ہے صرف ظاہری مدارات اور تعظیم کرتا ہے تو کچھ خرابی تو نہیں اور اگر وہ ظاہری تعظیم بھی بدمذہب استاد کی نہ کرے تو کچھ خرابی ہے یا نہیں۔ مدلل ارشاد ہو بکر کہتا ہے کہ میرا دل بہ سبب بدمذہبی استاد اُس کی ظاہری تعظیم کو بھی نہیں گوارا کرتا تو زید جو کہ بکر کا ہم مذہب ہے کہتا ہے کہ نہیں ظاہری تعظیم کر لیا کرو بحیثیت استادی ہاں اُس سے من حیث الاعتقاد نفرت رکھو۔ یہ قول زید کا کیسا ہے۔ زیادہ ادب فقط۔

سید اولاد رسول محمد میاں عفی عنہ قادری برکاتی مارہری۔

۲۴ رجب المرجب بروز جمعہ ۱۳۲۹ھ از بدایوں مدرسہ قادریہ

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

بشرف ملاحظہ حضرت والا برکت صاحبزادہ رفیع القدر جلیل الشان حضرت مولانا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب دامت برکاتہم۔

بعد آداب گزارش۔ کرامت نامہ تشریف لایا بعد اس کے رونده مخذولہ میں بریلی بدایوں سے پچاس سے زائد رسائل شائع ہوئے تعظیم بدمذہبان کی شناعت آفتاب سے زیادہ روشن کر دی گئی یہاں تک کہ فتاوے الحرمین شائع ہوا اب کوئی حاجت اس مسئلہ میں کسی تفصیل کی باقی نہ رہ گئی ہے جس کو شک ہے وہ اُن رسائل اور فتاوے الحرمین کی طرف رجوع لائے وہ بھی عام بدمذہبوں کے لیے تھا نہ کہ خاص مرتدین اس کے لیے اسی قدر بس ہے کہ درمختار میں ہے۔

بتجیل الکافر کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ معصومیت انبیاء کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے دین و محققان شرع متین ان مسائل میں۔

(۱) جملہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والتسلیم قبل بعثت و بعد بعثت بہر حال عمداً و سہواً کفر و ضلالت سے باجماع اہل سنت معصوم ہیں۔

(۲) اسی طرح منفرات ذنوب و محقرات امور سے باجماع۔

(۳) اسی طرح بعد بعثت تمام صغائر و کبائر سے عمداً باجماع۔

(۴) بعد بعثت تمام صغائر و کبائر کے بارے میں سہواً صدور کے بارے میں کیا حکم ہے۔

(۵) قبل بعثت تمام صغائر و کبائر کے عمداً یا سہواً صدور کے بارے میں کیا حکم ہے۔

(۶) امور تبلیغیہ میں کیا اجماعی ہے اور کیا خلافی۔ بینوا توجروا۔

الجواب (۱) بے شک۔

(۲) ہاں نہ صرف ذنوب بلکہ ہر اُس امر سے جو باعث نفرت خلق و ننگ و عار و بدنامی ہو اگرچہ اپنا گناہ نہ ہو جیسے جنون و جذام و برص و دناءت نسب و زنائے امہات و ازواج۔

(۳) بعد بعثت تعمد کبائر سے باجماع اہل سنت معصوم ہیں اور مذہب صحیح و حق میں صغائر سے بھی اور خلاف ضعیف ایسے درجہ سقوط میں ہے کہ قابل اعتداد نہیں بلکہ انصافاً سیرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے خلاف پر اجماع صحابہ تیار رہی ہے مجوزہ نے اس نکتہ سے غفلت کی لہذا اس کا قول نادانستہ معادم اجماع واقع ہوا کما یظہر بمطالعۃ الشفاء الشریف وباللہ التوفیق۔

(۴) حق یہ ہے کہ بعد بعثت صدور کبیرہ سہواً سے بھی معصوم ہیں اور سہواً صغیرہ غیر منفرہ میں اکثر اہل ظاہر جانب تجویز ہیں اور جماعت اہل قلب جانب منع واختارہ الامام ابن حجر المکی وغیرہ اور حق یہ کہ نزاع صورت صغیرہ میں ہے ورنہ بحال سہو معنے حقیقۃ نافرمانی خود ہی مرتفع ہے۔

(۵) کفر و ضلال و منفرات سے قبل بعثت بھی معصوم ہیں باقی میں اختلاف ہے اور اس

قدر میں شک نہیں کہ وہ ہر عیب و ریب سے ہمیشہ منزہ ہیں یہ عصمت مصطلحہ اُس وقت ثابت ہو یا نہ ہو۔

(۶) تبلیغ قولاً ہو یا فعلاً اس میں تعمد مخالفت سے بالا رادہ معصوم ہیں اور اقوال تبلیغیہ میں سہو و خطا سے بھی۔ افعال تبلیغیہ میں اختلاف ہے ظاہر اولۃ جواز ہے مگر اُس پر تقریر ممکن نہیں۔ بلکہ انتباہ واجب ہے اور ایک جماعت صوفیہ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مطلقاً سہو نا جائز مانتے ہیں اس قول کی تفصیل و دلائل فقیر کے القبوض الکیہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کلمۂ توحید کا ذکر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ کا تلفظ یا طریقۂ ذکر بطور مشائخ کرام سکھانے میں پہلے نفی مع منفی ادا کرنا اور پھر اس کی مفصل ضروری ترکیب ہر حرف ادا کرنے کی بتا کر الا اللہ کرنا اور کسی ضرورت یا عذر کی وجہ سے مستثنیٰ منہ میں وقف اور فصل سے ادا کرنے میں کوئی محذور شرعی تو نہیں۔

(۲) اگر ضرورت حرف مستثنیٰ منہ کے متعلق کچھ دریافت یا بتانے کی ہو تو اس میں حرف تلفظ نفی و منفی پر ہی اقتصار میں کوئی محذور شرعی ہے یا کیا۔ بینوا توجروا۔

الجواب حالت ضرورت مستثنیٰ ہے اگر صرف مستثنیٰ منہ تک پہنچا تھا کہ چھینک یا کھانسی آنے یا سانس ٹوٹ جانے سے مجبوراً رکنا پڑا تو حرج نہیں معاً ورنہ الا اللہ کہے پھر بعد رفع عذر زبان سے الا اللہ کہے اور بلا عذر مجبوری صرف مستثنیٰ منہ پر اقتصار ممنوع ہے تعلیم طریقۂ ذکر میں ایک ایک کلمہ جدا کرتے ہیں حرج نہیں مثلاً چار ضربی یوں بتائے کہ پیشانی محاذات دے جیب میں لا کر لا کا لام شروع کرے اور اس کے الف کو زانوئے راست تک کھینچ کر لے جائے اور الٰہ کا الف یہاں سے شروع کر کے اُس کے ل کو شانہ راست تک لے جائے اور داہنی طرف منہ پھیر کر کہے اور الا اللہ کی ضرب قلب پر کرے اس میں نفی محض نہ آسکی نیکوں کو تعلیم کرنی ہو تو اس میں بھی یوں ہی سکھائے کہ پہلے لا کہے جب

روا سے کہ لیں الٰہ کے پھر الا اللہ کہلوائے اگر کسی مسئلہ کا بیان صرف نفی سے متعلق ہو تو وہ پورا کہہ کر بھی بیان ہو سکتا ہے مثلاً لا الٰہ الا اللہ - میں لا نفی جنس کا ہے اسم ہے خبر مقدر ہے یا لا الٰہ الا اللہ میں لا کا مد زیادہ نہ بڑھاؤ یا لا الٰہ الا اللہ میں پر نہ کر یا لا الٰہ الا اللہ میں کی کو اشباع نہ کرو غرض مجبوری و ضرورت۔ کوئی صورت ایسی نہیں معلوم ہوتی کہ خواہی نخواہی نفی پر اقتصار کرنا پڑے اور اگر ایسا معلوم ہو بھی مثلاً بچے کو دو دو لفظ تعلیم کرنے میں پہلے دو لفظ کہہ کر اتنا انتظار کرنا ہوگا کہ وہ ان کو ادا کرے پھر الا اللہ کہا جائے گا بشرطیکہ حاجت اُس کی طرف داعی ہو ورنہ پہلے سے بھی اس پر اقتصار کرنا نہ چاہیئے) تو یوں کرے کہ تعلیم کی آواز سے وہ لفظ کہہ کر معاً اُس سے کم آواز سے الا اللہ کہہ لے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۲۔ کپڑے اور بدن کی نجاست

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں :

۱۔ کپڑے یا بدن پر کوئی حصہ نجس ہو گیا اس پر پانی مرتبہ ڈالا پھر ہاتھ سے اُس کے قطرے پونچھ ڈالے اسی طرح تین مرتبہ پانی ڈالا اور اُسی ہاتھ سے جس سے پہلی مرتبہ قطرے پونچھے تھے اُس کے دھوئے بغیر قطرے پونچھے تو آیا یہ عضو مغسول اور وہ ہاتھ دونوں پاک ہو جائیں گے بحالیکہ عضو مغسول کو وہ ہاتھ لگا ہے جس نے پہلی مرتبہ اور دوسری تیسری مرتبہ کے غسالہ کو پونچھا تھا اور خود الگ پانی سے دھویا نہ گیا تھا۔

۲۔ اگر اس ترکیب سے پاک نہ ہو سکے تو کیا کیا جائے۔

۳۔ بدن کو دھو کر جھٹک دیا سب قطرے گر گئے وہاں وہ رہ گئے جو بال کی جڑ میں ہیں یا بہت ہی باریک ہیں جھٹکنے سے بھی نہیں گرتے تو ایسی صورت میں عضو تین بار دھو ڈالے پاک ہو جائے گا یا نہیں اگر نہیں تو کیا کرے خاص کر اس صورت میں جب دونوں ہاتھ نجس ہوں۔

۴۔ بدن پاک کرنے میں ہر بار کے دھوکے میں تقاطر جاتا رہنا ضروری ہے یا مطلقاً ہر قطرہ کا خواہ وہ چھوٹا ہی ہو اور پونچھنے سے صرف بدن پر پھیل کر رہ جاتا تو اس کا بھی دور کرنا یعنی وہ ہی پھیلا دینا ضروری ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب بدن پاک کرنے میں نہ چھوٹے قطرے صاف کرکے دوبارہ دھونا ضرور نہ انقطاع تقاطر کا انتظار درکار بلکہ قطرات وتقاطر درکنار دھار کا موقف ہونا لازم نہیں نجاست اگر مرئیہ ہو جب تو اس کے عین کا زوال مطلوب اگرچہ ایک ہی بار میں ہو جائے اور غیر مرئیہ ہو تو زوال کا غلبہ ظن جس کی تقدیر تثلیث سے کی گئی جہاں عصر شرط ہے اور وہ متعذر ہو جیسے مٹی کا گھڑا یا متعسر ہو جیسے بھاری قالین دری توشک لحاف وہاں انقطاع تقاطر دیاب تری کو قائم مقام عصر رکھا ہے۔ بدن میں عصر ہی درکار نہیں کہ ان کی حاجت ہو صرف تین بار پانی بہہ جانا چاہیے اگرچہ پہلی دھار بھی حصہ زیرین پر باقی ہو مثلاً ساق پر نجاست غیر مرئیہ تھی اوپر سے پانی ایک بار بہایا وہ بھی ایڑی سے بہہ رہا ہے دوبارہ اوپر سے پھر بہایا ابھی اس کا سیلان نیچے تھا سہ بارہ پھر بہایا جب یہ پانی اتر گیا تطہیر ہو گئی بلکہ ایک مذہب پر تو انقطاع تقاطر کا انتظار کرے گا تو طہارت نہ ہو گی کہ ان کے نزدیک تطہیر بدن میں عصر کی جگہ توالی غسلات یعنی تینوں غسل پے درپے ہونا ضرور ہے مذہب ارجح میں اگرچہ اس کی ضرورت نہیں مگر خلاف سے بچنے کے لیے اس کی رعایت ضرور مناسب ہے اس تقریر سے تین سوال اخیر کا جواب ہو گیا۔

درمختار میں ہے:

بطھر محل نجاسۃ مرئیۃ بقلعھا ای زوال عینھا واثرھا ولو بمرۃ او بما فوق ثلث فی الاصح ولا یضر بقاء اثر لازم ومحل غیر مرئیہ بغلبۃ ظن غاسل طہارۃ محلھا بلاعدد بہ یفتی وقدر بغسل وعصر ثلث فیما ینعصر مبالغا بحیث لا یقطر وبتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیر متعصر مما ینشرب النجاسۃ والا فبقلعھا۔

ردالمحتار میں ہے:

تثلیث جفاف ای جفاف کل غسلۃ من الغسلات الثلاث وھذا اشرط فی غیر البدن ونحوہ امافیہ فیقوم مقامہ توالی الغسل ثلثا قال فی الحلیۃ الاظھران کلا من التوالی والجفاف لیس بشرط فیہ وقد صرح بہ فی النوازل

وفی الدن خیرۃ مایوافقہ اھ واقرہ فی البحر۔

رہا سوال اول یہ تو ظاہر ہو گیا کہ ہر بار قطرات کا پونچھنا فضول تھا بلکہ بلا وجہ ہاتھ ناپاک کر لینا مگر جبکہ اُس نے ایسا کیا مثلاً پاؤں پر نجاست تھی سیدھے ہاتھ میں لوٹا لے کر اُس پر ایک بار پانی بہایا اور جو قطرات باقی رہے بائیں ہاتھ سے پونچھ لیے تو یہ ہاتھ ناپاک ہو گیا مگر ایسی نجاست سے کہ دوبارہ دھونے سے پاک ہو جائے گی اس لیے کہ ایک بار دُھل چکی اب پاؤں پر دو بلہ پانی ڈالنا تھا دوسری بار کے بعد ایک ہی بار ڈالنا رہتا لیکن اُس نے دوبارہ دھو کر نجس ہاتھ سے پھر اس کے قطرے پونچھے تو اب پاؤں کو وہ نجاست لگ گئی جو دوبارہ دھونے کی محتاج ہے تو پاؤں کو پھر دوبارہ دھونے کی ضرورت ہو گئی اور ہاتھ بدستور اُسی نجاست سے نجس رہا اس میں تخفیف نہ ہوئی کہ اُس پر سیلان آب نہ ہوا اب پاؤں پر سہ بارہ کا پانی دوبارہ کے حکم میں ہے کہ اُس کے بعد ایک بار اور دھونے کی حاجت ہے لیکن اُس نے اُس کے بعد بھی وہی نجس ہاتھ اُس کے قطرات صاف کرنے میں استعمال کیا تو اب پھر پاؤں کو دوبارہ دھونے کی ضرورت ہو گئی وہکذا لہٰذا اُسے لازم کہ پاؤں پر دوبارہ پانی نہ بہائے اور قطرات نہ پونچھے اور وہ ہاتھ جُدا دوبارہ دھولے۔

ردالمحتار میں ہے:

قال فی الامداد والمیاہ الثلثۃ متفاوتۃ فی النجاسۃ فالاولی یطھر ما اصابتہ بالغسل ثلثا والثانیہ بالثنتین والثالثۃ بواحدۃ وکذا الاوانی الثلثۃ التی غسل فیھا واحدۃ بعد واحدۃ وقیل یطھر الاناء الثالث بمجرد الاراقۃ والثانی بواحدۃ والاول بثنتین اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ ہلال عید کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ہلال شوال دن چڑھے تحقیق ہوا اور بارش شدید ہو بعض اہل شہر نماز عید پڑھ لیں بعض بسبب بارش نہ پڑھیں تو جماعت باقی ماندہ دوسرے دن ادا کریں یا اب نہیں اجازت نہ دی جائے گی کہ نماز ہو چکی اور قہستانی میں ہے:

اوصلی الامام صلاتہ مع بعض القوم لا یقضی من فاتتہ تلک الصلاۃ

عنہ لا فی الیوم الاول ولا من الغد انتہٰی ۔ بینوا توجروا ۔

الاجواب اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ۔ صورت مستفسرہ میں جماعت باقی ماندہ بے شک دوسرے دن ادا کریں کہ نماز عید الفطر میں بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر جائز ہے اور بارش کا عذر شرعًا مسموع فی الدر المختار:

توخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط اھ ۔

اور صلٰوۃ العید میں جواز تعداد متفق علیہ ہے بخلاف جمعہ کہ اس میں خلاف ہے راجح جواز فی الدر المختار:

تودی بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقا اھ ۔

تو اداۓ بعض اہل شہر سے بعض دیگر کو دوسرے روز پڑھنا کیونکر ممنوع ہوسکتا ہے کلام قہستانی وغیرہ اس صورت میں ہے جب عامۂ اہل بلد پڑھ لیں اور ایک آدمی باقی رہ جائے کہ نماز عید بے جماعت مشروع نہیں ناچار پڑھنے سے باز رہے گا ہدایہ کی تعلیل اس پر صاف دلیل:

حیث قال من فاتتہ صلٰوۃ العید مع الامام لم یقضھا لان الصلٰوۃ بھذہ الصفۃ لم تعرف قربۃ الا بشرائط لا تتم بالمنفرد ۔ اھ

اور عبارت تنویر الابصار مورث تنویر الابصار امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی نے ابتدا اس مسئلہ کو ایسے پیرایہ میں ادا فرمایا کہ وہم واہم راہ نہ پائے:

حیث یقول ولا یصلیھا وحدہ ان فاتت مع الامام اھ ۔

یوہیں امام حافظ الدین ابو البرکات نسفی کا اپنے متن و شرح وافی و کافی میں ارشاد ازالہ اوہام و ابقاظ افہام کے لیے کافی و وافی ۔ قال رحمۃ اللہ تعالٰی ۔

لم تقض ان فاتت مع الامام العید و فاتت من شخص فانھا لا تقضی لانھا ما عرفت قربۃ الا بفعلہ علیہ الصلٰوۃ والسلام وما فعلھا الا الجماعۃ فلا تؤدی الا بتلک الصفۃ ۔ اھ ملخصًا ۔

علامہ بدر الدین محمود عینی رمز الحقائق میں فرماتے ہیں:

صلاھا الامام مع الجماعۃ ولم یصلھا ھو لایقضیھا الا فی الوقت ولا بعدہ لانھا شرعت بشرائط لاتتم بالمنفرد۔ اھ۔

مستخلص میں زیر قول کنز یم تفص ان فاتت مع الامام لکھتے ہیں:

معناہ لو لم یصل رجل مع الامام لایقضیھا منفردا لان صلاۃ العید لم تشرع علی سبیل الانفراد۔ اھ۔

یا یہ معنے ہیں کہ امام معین ماذون من السلطان ادا کر چکا ہو اور ان باقی ماندہ میں کوئی مامور نہیں تو اقامت کون کرے فاضل محقق حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں اسی طرف ناظر:

اذ قال من فاتتہ الصلاۃ فلو یدرکھا مع الامام لایقضیھا لانھا لم تعرف قربتہ الا بشرائط لاتتم بدون الامام ای السلطان او مامورہ

اسی لیے فاضل سید احمد مصری اُس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

ای وقد صلھا الامام او مامورہ فان کان مامورا باقامتھا لہ ان یقیمھا اھ۔ قلت وقد یشیر الیہ تعریف الامام فی عبارۃ النقایۃ المذکورۃ وغیرھا کما لایخفی علی العارف باسالیب الکلام۔

بہر طور عبارت جامع الرموز سے بدین وجہ کہ نماز ایک بار ہو چکی باقی ماندہ لوگوں کے لیے ممانعت تصور کرنا محض خطا اقول بلکہ اگر نظر سلیم ہو تو وہی عبارت بعینہا مانحن فیہ میں جواز پر دال کہ اس میں صرف دوسرے ہی دن کی نسبت ممانعت نہیں بلکہ جب امام جماعت کر چکے تو اُس روز بھی نہ پانے والوں کو منع کرتے ہیں:

حیث قال لا فی الیوم ولا من الغد۔

اول بیان ہو چکا کہ تعداد جماعت نماز عید میں بالاتفاق جائز اور معلوم ہے کہ یہ تعدد تقدم وتاخر سے خالی نہیں ہوتا اگر عبارت شرح مختصر الوقایہ کے یہی معنی ہوتے کہ جب ایک جماعت پڑھ لے تو دوسروں کو مطلقاً اجازت نہیں تو یہ تعدد کیونکر روا ہوتا اور نماز عید کا بھی حکم اس امر میں اس کے مذہب پر جو تعدد جمعہ روا نہیں رکھتا مانند نماز جمعہ ہو جاتا

یعنی جماعت سابقہ کی تو نماز ہو گئی باقی سب کی ناجائز کما فی ردالمختار:

علی المرجوح فالجمعۃ لمن سبق تحریمۃ اھ۔

تو بالیقین معنی کلام وہی ہیں جو ہم نے بیان کیے اور قاطع شغب یہ ہے کہ درمختار میں درصورت فوات مع الامام تصریح کی۔

لو امکنہ الذھاب الی امام اٰخر فعل لانھا تؤدی بمصر واحد الخ

حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

لو قدر بعد الفوات مع الامام علی ادراکھا مع غیرہ فعل للاتفاق علی جواز تعددھا اھ۔

دیکھو نص فرماتے ہیں کہ ایک امام کے پیچھے نہ پڑھی ہو دوسرے کے پیچھے پڑھے اور حالت عذر میں روز اول و دوم یکساں آج نہ پڑھ سکا تو کل کو مانع واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۵: پہلے دن کی بجائے دوسرے دن نماز عید پڑھنا

کیا فرماتے ہیں علمائے

دین اس مسئلہ میں کہ اگر بلا عذر نماز عید روز اول نہ پڑھیں تو روز دوم مع الکراہۃ جائز ہے جیسا کہ بعض خطبوں میں لکھا ہے یا اصلاً صحیح نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب نماز عید الفطر میں جو بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر روا رکھی ہے وہاں شرط عذر صرف نفی کراہت کے لیے نہیں بلکہ اصل صحت کے لیے ہے یعنی اگر بلا عذر روز اول نہ پڑھی ہو تو روز دوم اصلاً صحیح نہیں نہ یہ کہ مع الکراہۃ جائز ہو عامہ معتمدات میں اس کی تصریح ہے مصنف خطبہ کہ شخص مجہول ہے قابل اعتماد نہیں اُسے نماز عید الاضحی سے اشتباہ گزرا کہ وہاں دو روز کی تاخیر بوجہ عذر بلا کراہت اور بلا عذر بروجہ کراہت روا ہے۔ فی درالمختار:

وتؤخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط واحکامھا احکام الاضحی لکن ھنا یجوز تاخیرھا الٰی اٰخر ثالث ایام النحر بلا عذر مع الکراھۃ وبہ۔

ای بالعذر بدونھا فالعذر ھنا لنفی الکراھۃ وفی الفطر للصحۃ اھ ملخصًا

وفی نور الایضاح وشرحہ مراقی الفلاح کلاھما للعلامۃ الشرنبلالی تؤخر صلاۃ عید الفطر بعذر الی الغد فقط وقید العذر للجواز لا لنفی الکراھۃ

فاذا لم یکن عذر لا تصح فی الغداء ملتقطا ردفی مجمع الانہر للفاضل شیخی زادہ العذر فی الاضحی لنفی الکراھۃ وفی الفطر للجواز اھ وفی الھندیۃ عن تبیین الامام الزیلعی العذر ھھنا لنفی الکراھۃ حتی لو اخرھا الی ثلثہ ایام من غیر عذر جازت الصلاۃ وقد اساء وفی الفطر للجواز حتی اخروھا الی الغد من غیر عذر لا یجوز اھ وفی رمز الحقائق للعلامۃ العینی مثلہ فی شرح النقایہ للشمس القھستانی لو ترکت بغیر عذر سقطت کما فی الخزانۃ اھ فی شرح المنیۃ الکبیر للعلامۃ الحلبی صلاۃ عید الاضحی تجوز فی الیوم الثانی والثالث سواء اخرت بعذر او بدونہ اما صلاۃ الفطر فلا تجوز الا فی الثانی بشرط حصول العذر فی الاول اھ وفی الفتاوی الخانیۃ ان فاتت صلاۃ الفطر فی الیوم الاول بعذر تصلی فی الیوم الثانی وان فاتت بغیر عذر فلا تصلی فی الیوم الثانی فان فاتت فی الیوم الثانی بعذر او بغیر عذر لا تصلی بعد ذلک واما عید الاضحی ان فاتت فی الیوم الاول بعذر او بغیر عذر تصلی فی الیوم الثانی فان فاتت فی الیوم الثانی بعذر او بغیر عذر تصلی فی الیوم الثالث فان فاتت فی الیوم الثالث بعذر او بغیر عذر لا تصلی بعد ذلک ۔ اھ

بالجملہ اس کا خلاف کتب متداولہ میں فقیر کی نظر سے کسی روایت ضعیفہ میں بھی نہ گزرا۔

اللھم الا ما رأیت فی جواھر الاخلاطی من قولہ اذا فاتت صلوۃ عید الفطر فی الیوم الاول بعذر وبغیرہ تصلی فی الیوم الثانی ولم یصل بعدہ اھ فیظن ان یکون خطاء من الناسخ وتحمل ان یکون غلطا من الاخلاطی فانی رأیت لہ غیر ما مسئلۃ خالف فیھا الکتب المعتمدۃ والاسفار المعتبرۃ ۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ ۵۵ کسی درگاہ کا متولی ہونا کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جائداد مصارف درگاہ بعض اولیاء اللہ

کے لیے وقف ہے ہمیشہ اُس کا تمام بندوبست و انتظام بدست متولیان والامقام رہا اپنی جگہ دوسرے کو متولی کرنا بھی اکثر انہیں کی رائے پر رہا بعض متولیوں نے اپنے بعد تولیت وصیت کی کہ موصی کہ بر بنائے وصیت ان کے بعد متولی ہوا اور بعض نے اپنی حیات و حالت صحت ہی میں تولیت اہل خاندان سے کسی دوسرے کو عطا کر دی کہ وہ اُن کی صحت میں بجائے ان کے متولی ہو گیا غرض ہمیشہ اختیار اُن امور کا بدست متولیان رہا اور عہد قدیم سے اب تک یہ ہیں اختیارات عامہ انہیں حاصل رہے کہ کسی نے ان کے افعال سے تعرض یا ان کے تصرفات میں دست اندازی نہ کی اب اگر متولی حال اپنی حیات و حالت صحت میں اپنی تولیت کلاً یا بعضاً کسی امین رشید کو منتقل کرے تو یہ نقل جائز اور متولی ممدوح کو اس کا اختیار حاصل ہے یا نہیں۔

الجواب جبکہ صورت مسئلہ وہ ہے کہ سوال میں مذکور ہوئی تو بلا ریب متولی حال کو اپنی حیات و تندرستی میں نقل تولیت کا اختیار حاصل اور جس امین رشید کو وہ متولی کرے بے شک شل اُس کے متولی ہو جائے گا تنویر الابصار:

اراد المتولی اقامة غیرہ مقامه فی حیاته ان کان التفویض له عاما صح و الالا وفی الھندیة عن المحیط اذا اراد المتولی ان یقیم غیرہ مقام نفسه فی حیاته وصحته لا یجوز الا اذا کان التفویض الیه علی سبیل التعمیم انتھی۔
قلت وتقریر السوال صریح فی عموم الاختیار لنا شیٔ عن تعمیم التفویض و فی المقام عند تدقیق النظر تنکشف غوامض لا تکاد تخفی علی الفقیه واللّٰه سبحٰنه تعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم۔

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنه

کتبـــــــــــــــــــــه

محمد المصطفٰی النبی الامی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم

صورت مسئولہ بلکہ تمام صور اوقاف میں از روئے قواعد فقہیہ کے اولاً لحاظ شرائط واقف کا تولیت وغیرہ میں اور نیز مصالح قضاۃ و احکام اسلام کا ضرور تھا اور در صورت نہ ہونے

امر سابق کے تعامل قدیم از قدیم کا اعتبار بغیر عرف حادث کے پس اگر قدیم سے تفویض تولیت کی رائے متصرفین اوقات پر بصورت تعمیم ثابت ہو پس بے شک وہ جائز ہے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے۔ حررہ الفقیر عبدالقادر عفی عنہ۔

(حاشیہ متعلق سند نمبر (۵۵) فتویٰ بدایوں

سوال

درصورت کہ جائداد وقف برائے خانقاہ و زیارت و مسجد و درگاہ متعلق آستانہ بزرگے از بزرگان دین از قدیم جاری است و عمل معمول متولیان سابق بر ہمین است کہ از اولاد آں بزرگ دو شخص یا زیادہ ازاں متولی می شوند بنا علیہ یکے از متولیان کہ وفات یافتہ در حالت حیات خود برائے تولیت وقف مقبوضۂ خود پسر و پسر پسر دیگر متولی خود بالمناصفہ بطور وصیت در تولیت شریک فرمود پس ایں وصیت صحیح است یا باطل۔

الجواب

درصورت مسئولہ موافق معمول سابق وصیت مذکورہ برائے شرکت در تولیت بالمناصفہ جائے پسر و پسر پسر متوفی سابق صحیح است کہ مسئلہ ینظر فی الوقت الی العهود السابق بین المسلمین۔ در کتب فقہ رد المحتار وغیرہ مصرح است و وصیت کہ برائے وارث مطلقاً باطل است و برائے غیر وارث زیادہ از ثلث باطل است مراد ازاں وصیت در متروکہ مملوکہ موصی است و باہم از رضامندی ورثہ صحیح میگردد کہ حق جملہ وارثان متوفی است و بس کما ہو مصرح فی کتب الفقہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ حررہ الفقیر الحقیر عبدالقادر عفی عنہ۔

ما ذکرہ جناب المجیب فلا شک انہ مصیب واللہ اعلم

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ
بمحمدن المصطفےٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

دفتری فرنگی محل ا ہر چند کہ پسر پسر بوقت وجود پسر از ترکہ میت محروم الارث

است مگر شرکتش در وصیت تولیت درست است ہرگاہ متولی تولیت بپردد شخص کردہ و لپسر پسر را ہم شریک کردہ وصیت او نافذ خواہد بود موافق وصیت نامہ مرقومہ متولی تعیل کردہ خواہد شد الشیٔ المفوض لاثنین لا یملکہ احدھما کالوکیلین والوصیین والناظرین کذا فی الاشباہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ الراجی حضور ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔

مسئلہ ۵۶ متولی اوقاف کی تولیت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگان دین قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اجمعین سے ایک بزرگ نے کہ اپنے آبائے کرام کے سجادہ نشین اور جائداد وقفیہ درگاہ خانقاہ کے متولی تھے بنام اپنے صاحبزادہ حامد اور نبیرہ احمد بن محمد کے وصیت فرمائی کہ بعد میرے متوفی تمام جائداد و مصارف درگاہ خانقاہ اور جملہ امور متعلقہ ریاست درگاہی میں شریک مساوی رہیں اور احمد بن محمد نبیرہ میرا باتفاق اپنے عم مکرم کے تصرفات تولیت عمل لائے۔ بعد انتقال بزرگ موصوف احمد و حامد دونوں نے اس وصیت کو قبول و معتبر رکھا لیکن بعد چند روز کے حامد نے تنہا اپنی تولیت چاہی اور احمد کے ساتھ اتفاق پسند نہ کیا ازانجا کہ احمد بن محمد کو حامد کے ساتھ اظہار منازعت منظور نہیں لہٰذا بنظر حفظ حقوق و رعایت مصالح احمد بن محمد کا قصد اس جانب ہے کہ اپنی حیات میں تولیت اپنی کلاً یا بعضاً بنام ایسے شخص راشد امین کے منتقل کرے کہ حامد کو استقلال بالتصرف سے مانع آئے اور استخراج حقوق شرعیہ کر سکے آیا یہ انتقال احمد کو جائز اور شرط اتفاق کہ وصیت میں مذکور اس کو مانع اور اس فعل میں غرض موصی و حکم وصیت سے عدول ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب متولی اوقاف کا اپنی حیات و عالم صحت میں نقل تولیت کرنا اور دوسرے کو بجائے اپنے نہ بطریق توکیل بلکہ علیٰ وجہ الاستقلال قائم کر دینا صرف اس صورت میں روا کہ اس کے لیے تفویض عام و اختیار تام ثابت ہو ورنہ نہیں۔

تنویر الابصار میں ہے:

اراد المتولی اقامة غیرہ مقامه فی حیاته ان کان التفویض له عاما صح والا لا۔

پس اگر احمد بن محمد کے لیے تفویض عام حاصل ہے تو بیشک اُسے نقل تولیت پہنچتا ہے اور جسے وہ اپنی جگہ متولی کردے گا تمام تصرفات قوامت میں مثل اس کے نفس کے ہوجائیگا اور اُس پر بھی یہی واجب ہوگا کہ باتفاق حامد تصرفات کرے کہ جب وقف واحد پر دو متولی ہوں ان میں کسی کو تنہا تصرف کا اختیار نہیں ہوتا اور بیع واجارہ وامثال ذلک جو تصرف ایک تنہا کرے گا دوسرے کی اجازت پر موقوف رہیں گے اگر اجازت نہ دے گا باطل ہوجائیں گے اور یہ حکم ایک کے ساتھ مختص نہیں دو ہوں تو دو تین ہوں تو تین ہوں تو تین جس قدر ہوں ہر واحد استقلال بالتصرف سے شرعاً ممنوع اور اتفاق باہمی سب پر لازم حتمی۔ والمسئلة مصرح بها فی عامة المتون والشروح والفتاوی۔ و الفاضل خیر الدین الرملی اکثر ایرادًا لها فی فتاواہ۔ وقال العلامة زین بن نجم المصری فی وکالة الاشباہ الشئ مفوض الی اثنین لایملکه احدهما کالو کیلین والوصیین والناظرین الخ۔

پس بزرگ موصوف نے کہ احمد بن محمد پر اپنے وصیت نامہ میں حامد کے ساتھ اتفاق شرط کیا یہ شرط جہت شرع سے خود لازم تھا اس شرط نے کسی امر زائد کا ایجاب نہ کیا اور اسی طرح شرع مطہر حامد پر فرض کرتی ہے کہ باتفاق احمد کام کرے اور ان میں کوئی مستقل بتولیت ومنفرد بتصرف نہ رہے کا ذکر نا لیکن اس لزوم شرطی و وجوب شرعی سے وہ اختیار کہ احمد بن محمد کو تفویض عام سے حاصل ہوا تھا زائل نہیں ہوسکتا۔ فان الشئ لا یتضمن ابطال ما لا ینافیه ہم کہتے ہیں حامد کو تولیت ثابت احمد کو ناروا رکھنا اور اُس کے ساتھ اتفاق کو کہ شرطاً نہ سہی شرعاً فرض تھا پسند نہ کرنا اور اُسے تحصیل حقوق شرعیہ سے مانع آنا کس کی جانب سے تعدی ہے لاجرم کہیے گا احمد بلا جرم ہے اب ہم پوچھتے ہیں پھر حامد کے ترک اتفاق سے احمد کی تولیت باطل ہوگئی لاجرم کہیے گا نہیں۔

ولقد قال النبی صلی اللہ علیه وسلم الا لایجنی جان الا علی نفسه۔

وقال ربنا تبارک وتعالی ولا تزر وازرة وزر اخری۔

اب ہم دریافت کرتے ہیں تولیت مسلم مگر تفویض عام کہ احمد کے لیے ثابت تھی اس نااتفاقی
حامد سے زائل ہو گئی لاجرم کہے گا نہیں اور ہاں کہیے تو دلیل کہاں ومن ادعی شیئا فعلیہ
البرہان پس جبکہ احمد بدستور متولی صحیح و ماذون عام ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ اس تصرف سے
محجور اور نقل تولیت سے ممنوع رکھا جاتا ہے مگر تعدی غیر بھی اسباب حجر سے شمار کی جائے گی
علما متن و شرح فتاویٰ میں جہاں مسئلہ نقل تولیت لکھتے ہیں تفویض عام کے سوا دوسری شرط ذکر نہیں
کرتے پھر ہمیں اپنی جانب سے احداث قید کب روا اگر یہ کہیے کہ متولی منقول الیہ حامد سے
اتفاق نہ کرے گا اور شرط تولیت اتفاق ہے تو نقل صحیح نہ ہوگی قلنا اب بھی تو حامد و احمد متفق
نہیں جب باوجود اس کے یہ دونوں بدستور متولی ہیں تو اگر ان دونوں میں ایک کے عوض شخص
ثالث آجائے تو سوا شخص کے اور بھی کچھ بدلا اس کی تولیت کیونکر صحیح نہ ہوگی ظاہر انتشار اعتراض
اعتراض یہ ہے کہ بزرگ موصوف نے جوان دونوں کے نام وصیت تولیت کی اس نے انہیں
دو کو پسند فرمایا اور اس کا مقصود یہی تھا کہ ازمۂ تصرفات انہیں دو کے ہاتھ رہیں تیسرا مداخلت
نہ کرے جب باوجود بقائے صلاحیت ہر دو ایک کے عوض شخص ثالث قائم کیا جاتا ہے تو
یہ غرض موصی کے خلاف اور حکم وصیت سے سرتابی ہے قلنا موصی متبع شرع کو رعایت
مصالح وقف رعایت وصیین سے بالضرورت اہم و اقدم ہوگی اور اس نے دو کے لیے
وصیت کی مگر اس لیے کہ اشتراک آرا کو وقف کے لیے اصلح و انفع سمجھا اور ایک کی رائے
پر راضی نہ ہو۔

او فی العقود الدریۃ مقصودہ اجتماع رائ شخصین فی تعاطی امور
الوقف ولیس رای الواحد کرائ الاثنین ۔

اب کہ حامد احمد بن محمد کے ساتھ اتفاق نہیں کرتا غرض موصی و مقصود وصیت کے خلاف اس
کی طرف منسوب ہوگا نہ احمد کی جانب بلکہ احمد اس نقل تولیت سے تحصیل غرض اہم میں
ساعی ہے کہ خود بلحاظ مصالح خاصہ حامد سے منازعت نہیں چاہتا لہٰذا ایسے شخص کو متولی
کرتا ہے کہ اس غرض اہم کو متروک و زائل اور حامد کو تصرف میں مستبد و مستقل نہ ہونے دے
اور استخراج حقوق شرعیہ کر سکے یہ معنی عین تثلیث مقصود اعلیٰ و مرام اس نے ہے نہ اس

کے نافی و منافی کی لا یخفی بالجملہ برتقدیر ثبوت تفویض عام حامد کا اتفاق سے دست کش ہونا اختیارات احمد کا ازالہ نہیں کر سکتا اور صرف اس وجہ سے اصل سے عدم جواز نقل پر نقل و عقل سے کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ دلیل اُس کے خلاف پر ناطق واللہ اعلم بجمیع الحقائق وصلی اللہ علی النبی الصدق الصادق سیدنا محمد افضل الخلائق وعلی آلہ وصحبہ الذین جنہم جنۃ السلام دجنۃ البوائق۔

مسئلہ خلاف دین باتیں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل ذیل ہیں۔

(۱) ایک مسلم جو نماز خلاف معمول بہت جلدی سے پڑھ لیتا تھا اُس کو زجراً ایک اور مسلم نے کہا کیا تو نے نماز کو کوئی کھیل سمجھ رکھا ہے اس پر ایک دوسرے نے کہا اور کیا بظاہر اُس نے بھی زجراً کہا اس کا کیا حکم ہے!

(۲) کافر مرتد متبدع بد مذہب فاسق یا اس کو جس کا ان جیسا ہونا قائل کے نزدیک متردد ہو کوئی رشتہ مثل باپ دادا نانا بیٹا بھائی وغیرہ خود اپنا کہنا یا کسی اور مسلم کا کہنا حالانکہ اُن کو کافر مرتد وغیرہ جیسے ہیں ویسا ہی مانتے یہ کیسا ہے یا ایسے لوگوں کو ابتداً اسلام کہنا یا اُن سے خندہ پیشانی پیش آنا ہنسنا بولنا ایسی دوستی رکھنا جیسے دنیادار ہنسنے بولنے کے لیے رکھتے ہیں اور اسی سلسلہ میں انہیں تحائف روانہ کرنا یا ان کی ایسی تعظیم کرنا کہ وہ آئیں تو کھڑے ہو گئے یا تحریراً تقریراً انہیں عنایت فرمایا کرم فرمایا مشفق مہربان یا جناب صاحب لکھنا یا اسی طرح کے اور برتاؤ اُن سے برتنا جیسے آج کل کثرت سے شائع ہیں خصوصاً ایسوں میں کے دنیاوی باثر لوگوں سے اگرچہ مذہبی نقطۂ نظر سے انہیں ان کے لائق قبیح ہی سمجھیں جائز ہیں یا ناجائز تو کس درجہ کے اور اگر یہ باتیں کسی دینی یا دنیاوی جائز غرض کے حصول کے لیے کریں تو کیا حکم ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ ایسے لوگوں سے ایسا برتاؤ جس سے وہ خوش ہوں یا اُس میں اپنی تعظیم جانیں اگرچہ فاعل کی نیت اُس تعظیم یا خوشی کرنے ہو یا نہ ہو کہاں تک اُس حد تک نہیں پہنچتا کہ فاعل پر بھی خود ان کی طرح حکم کفر یا بدعت وغیرہ کا عائد ہو۔

(۳) بعض لوگ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پورا نہیں پڑھتے بلکہ عند الحاجت تعجب

پڑھتے ہیں صرف لاحول ولاقوۃ پر بے وجہ اقتصار کرتے ہیں یہ اگرچہ سخت تقبیح و تشنیع ہے مگر اس میں کفر کسی طرح کا بھی نہیں پایا گیا اس پورے جملہ کا علم صرف جزنا مل مدخول نفی متقرر کرنا کتنا کیسا ہے۔

(۴) نصاریٰ وغیرہ کی کچہریوں اور ان احکام آج کل کے زمانہ والوں کو عدالت یا عادل کہنا اگرچہ سخت حرام ہے اور فقہا نے حکم کفر تک فرمایا اس سے احتراز ضرور ہے مگر دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ حکم کفر مسئلہ مفتیٰ بہا ہے کہ ایسے استعمال کرنے والے کافر ہو جائیں اور اگر ہے تو کیا قطعی کفران پر عائد ہے اور قطعی بھی ایسا کہ جو دوسرا انہیں کافر نہ سمجھے اس کے بھی ایمان میں خلل آجائے۔

(۵) کاتب جو اجرت پر کتابت کرتے اور اُس کتابت میں امر خلاف دین ہو اور اجرت پر چھاپنے شائع کرنے والے اُس کو شائع کریں یا کوئی شخص بے اجرت محض مروت سے ایسا کرے تو اُس کا کیا حکم ہے یا کوئی شخص صفائی خط کے لیے کوئی قطعہ وغیرہ لکھے اُس میں ایسے کلمات بھی نقل کر جائے یا اُن سب صور میں زبان سے پڑھے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الاجواب (۱) اور کیا کچھ کہنے والے پر بھی الزام نہیں جبکہ اُسے اُس سارق نماز پر زجر مقصود ہو۔

(۲) ان لوگوں کو بے ضرورت و مجبوری ابتداءً اسلام حرام اور بلا وجہ شرعی اُن کی تعظیم اور ظاہری ملاطفت بھی حرام قرآن عظیم میں قعود معہم سے نہی صریح موجود اور حدیث میں ان سے بکشادہ پیشانی ملنے پر قلب سے نور ایمان نکل جانے کی وعید افعال تعظیمی مثل قیام اور سخت تر ہیں یونہی کلمات مدح حدیث میں ہے۔

اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتزلہ عرش الرحمٰن۔

دوسری حدیث میں ہے:

لا تقولوا للمنافق یا سید فانہ ان یک سیدا کم فقد اسخطتم ربکم عزوجل۔

باقی دنیوی مراسم جن میں تعظیم واختلاط نہ ہو اُن میں فاسق کا حکم آسان ہے مصالح دینیہ

پر نظر کی جائے گی اور مرتد و مبتدع سے بالکل ممانعت اور ضرورات شرعیہ ہر جگہ مستثنیٰ۔

فان الضرورات تبیح المحظورات۔

رشتہ بتانے میں مطلقاً حرج نہیں جیسے عمر بن الخطاب، علی بن ابی طالب۔

مع ان الخطاب وابا طالب لم یسلما۔

اُن کے ساتھ برتاؤ قولاً فعلاً ممنوع ہے بے ضرورت اس کا مرتکب عاصی ہے اُن کا شامل نہیں جب تک اُن کے کفر و بدعت وفسق کو اچھا یا جائز نہ جانے۔

(۳) عند الحاجت صرف لاحول یا لاحول ولا قوۃ پر انحصار قبیح ہے کفر سے کوئی علاقہ نہیں کہ اپنے حول وقوۃ کی نفی کے لیے ہے علم صرف لاحول کہنا حرج نہیں رکھتا۔

(۴) عدالت بطور علم رائج ہے معنی وضعی مقصود نہیں ہوتے لہذا تکفیر ناممکن البتہ عادل کہنا ضرور ہے۔ کلمہ کفر ہے مگر محض براہ خوشامد ہوتا ہے لہذا تجدید اسلام و نکاح کافی ہاں خلاف ما انزل کو اعتقاداً اعدل جانیں تو قطعی وہی کفر ہے کہ من شک فی کفرہ فقد کفر۔

(۵) القلم احد اللسانین جو زبان سے کہنے پر احکام ہیں وہی قلم پر اور ایسی اُجرت حرام اُس کی اشاعت حرام اور ایسی مروت فی النار ہاں جب اعتقاد نہ ہو تو کفر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۸: داستان امیر حمزہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ داستان امیر حمزہ میں جو عمرو عیار کا ذکر ہے یہ عمرو کون ہیں اور ان کی نسبت اُس لفظ کا اطلاق کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سیدنا عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہیں فیضی بے فیض نے جب داستان حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

گڑھا اس میں جہاں صد ہا کار ناشائستہ واطوار نا بائستہ مثلاً نگار دختر نوشیرواں پر فریفتہ ہو کر راتوں کو اُس کے محل پر کمند ڈال کر جانا اور معاذ اللہ صحبتیں گرم رکھنا عم مکرم حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسد اللہ و اسد رسولہ سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف نسبت کیے یوہیں ہزار ہا شہد پن اور مسخرگی کے بیہودہ متن ان صحابی جلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب منسوب کر دیے اور انہیں معاذ اللہ عیار زدود اطوار کے لقب دے کر بحیلہ داستان جاہل بیچارے تبرائی بنائے یہ اُس مردک کی ناپاک بیباکی اور بیباک ناپاکی اور خدا و رسول پر سخت جرأت تھی مسلمانوں کو ان شیطانی قصوں خصوصاً اُن ناپاک لفظوں سے احتراز لازم ہے۔

تصدیق بدایوں۔ للہ در المجیب ما احسن من ناطق بالحق مصیب والعلم اللہ

حررہ المفتقر الی اللہ الصمد عبید المقتدر عفی عنہ۔

مسئلہ ۵۹ - اخبار اور شہادت شرعیہ

مولانا المعظم والمکرم والمحترم دامت برکاتہم العالیہ پس از آداب و تسلیمات معروض۔ اخبار محض جو شہادت میں نامقبول ہے۔ اس کے معنے اُردو میں کیا ہیں اور شہادت شرعیہ کسے کہتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

کسی بات کی خبر اُن لفظوں سے دینی جو کسی ایسے لفظ سے خالی ہوں جس کا ہونا شریعت مطہرہ نے اُس معاملہ کی شہادت میں ضروری رکھا ہے اخبار محض ہے مثلاً یہ کہنا کہ فلاں جگہ چاند ہوا یا آج چاند لوگوں نے دیکھا اخبار محض ہے کہ رمضان مبارک میں بھی معتبر نہیں اور عیدین میں بے لفظ اشہد یہ کہنا بھی کہ میں نے چاند دیکھا اخبار محض ہے ہر امر میں جتنی شرطیں شریعت نے اس پر صحت شہادت کے لیے رکھی ہیں جو شہادت ان کی جامعہ ہو شرعیہ ہے مثلاً زنا میں تین ثقہ عادل مردوں کی شہادت شہادت شرعیہ نہیں ہلال عیدین میں ایک ثقہ عادل کی شہادت شرعیہ نہیں، رمضان مبارک میں دس بیس

ہنود وہابیہ روافض نیچریہ قادیانیہ واشالہم کا ہزار حلفوں کے ساتھ شہادت دینا کہ آج ہم نے اس مہینہ کا ہلال دیکھا شہادت شرعیہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۰۔ اشہد کہنا

شہادت کی دو صورتیں جن میں بلفظ اشہد شہادت دینا ضرور ہے، تو کیا خاص یہی لفظ ہو یا اس کا صرف اُردو فارسی وغیرہ کا ترجمہ بھی ہو سکتا ہے جیسے میں شہادت دیتا ہوں یا گواہی دیتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔

الجواب

ترجمہ بھی کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۱۔ روزے میں جماع پر قضا یا کفارہ

روزدار سے مجبوراً اکراہ شرعی کر کے کسی نے جماع کیا یا کرایا تو روزہ صرف قضا کرے یا مع کفارہ یا کیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صرف قضا ہے۔ اوّل اور یہاں اکراہ شرعی کے صرف دو معنے نہیں کرتا کہ قادر کی طرف سے مثلاً قتل یا قطع وغیرہ کی وعید و تخویف ہو جس کا ذکر کتاب الاکراہ میں ہے بلکہ مجرد بے اختیاری بھی مسقط کفارہ ہے اس کی صورت عورت میں تو ظاہر کہ وہ کمزور ہے پکڑ کر زبردستی علاج کر دیا مرد میں اس کی شکل یہ ہے کہ مریض ہے جنبش کی طاقت نہیں قریب زن سے اس کے آلہ کو انتشار ہوا کہ وہ امر طبعی ہے اس کے دفع پر ہر انسان قادر نہیں عورت کو منع کرتا رہا وہ نہ مانی یہ دفع پر قادر نہ تھا اس نے زبردستی داخل کر لیا۔ اس صورت میں بھی مرد پر صرف قضا ہے۔

یدل علیہ قول الفتح مستند لا علی وجوب الکفارۃ ذلک امارۃ الاختیار فعلم ان لا کفارۃ لولا اختیار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

✿

مسئلہ ۶۳ ۔ روزے میں کان کے ذریعے پانی ڈالنا

کانوں میں پانی چلا جانا یا خود اُس کا ڈال لینا جزناقص صوم نہیں ہے کیا یہی حکم ہے اگرچہ دماغ تک پانی پہنچ جائے یا اب کچھ اور۔ بینوا توجروا۔

الجواب

پانی اگر خود چلا جائے اگرچہ دماغ تک بالاتفاق روزہ نہ جائے گا اور اگر یہ ڈالے اور کان کے اندر جوف تک پہنچائے تو اختلاف تصحیح ہے اور فقیر کے نزدیک راجح افطار۔

ردالمحتار میں ہدایہ و تبیین و محیط و ولوالجیہ سے عدم افطار اور خانیہ و بزازیہ و فتح و برہان سے فطر کی ترجیح نقل کی اُس پر تشقیح فقیر ہے۔

اقول: معلوم ان تصحیح قاضی خان مقدم لانہ فقیہ النفس علی ما فی دلیل الفطر من القوی الا تری ان من غیب حشفۃ فی دبرہ او ھی فرجہا افطر مع عدم صلاح البدن فی ذلک۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد المصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم